هوالعلیم

نصاب علوم و معارف اسلام (۳)

معاد شناسی

چوتھی جلد

تالیف

حضرت علامہ آیت اللہ حاج سید محمد حسین حسینی طہرانی

قدس اللہ نفسہ الزکیہ

ترجمہ

سید سبط حیدر زی

Presented by Ziaraat.Com

نام کتاب: معاد شناسی - چوتھی جلد
تالیف: علامہ آیت اللہ سید محمد حسین حسینی طہرانی قدس اللہ نفسہ الزکیہ
ترجمہ: سید سبط حیدر زیدی
ناشر: شریعت کدہ
سال طبع: ۱۴۴۰ھ مطابق بہ ۲۰۱۸ء
تعداد: ایک ہزار۔ قیمت ۱۶۰ روپیے
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں
sibtezaidi@yahoo.com
0098-9359750753

ملنے کے پتے

- قائم بک ڈپو، مین بازار نوگانواں سادات ضلع جے پی نگر امروہہ۔
- عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباس، رستم نگر لکھنؤ۔
- تنظیم المکاتب، لکھنؤ، یوپی۔
- حیدری کتب خانہ، بمبئی۔
- شریعت کدہ (منزل سید سبط حیدر زیدی) محلّہ کھڑاڑہ قصبہ شیر کوٹ ضلع بجنور، یوپی۔

Presented by Ziaraat.Com

فہرست

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

فہرست مطالب

معاد شناسی - چوتھی جلد

عنوان	صفحہ

بیسویں مجلس صفحہ ۱۵ سے ۶۲ تک

قیامت ظاہر ہونے کی علامات

قیامت کی علامتیں اور اس میں انسان کا کردار ۱۸
قیامت سے پہلے حضرت امام مہدیؑ کا ظہور اور رجعت حتمی ہے ۲۰
قیامت کی علامتوں کے بارے میں حدیث سلمان ۲۲
جنگ نہروان کے بعد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا خطبہ ۳۸
امیر المؤمنین علیہ السلام کی اشعث ابن قیس نے مخالفت کی ۳۸
امیر المؤمنین علیہ السلام پر حکمیت قبول کرنے کے متعلق اعتراضات ۴۰
ایک صحابی کا اعتراض اور حضرت کا اہل کوفہ کی سستی وکاہلی کے متعلق خطبہ ۴۱
بنی عبس کی ایک خاتون کا امیر المؤمنین علیہ السلام پر اعتراض ۴۵
امیر المؤمنین علیہ السلام کا لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے متعلق خطبہ ۴۶
امیر المؤمنین علیہ السلام کا لوگوں سے شکوہ ۴۸

Presented by Ziaraat.Com

صفحہ	عنوان

امیر المؤمنین علیہ السلام کا جہاد پر ترغیب کے لیے خطبہ ۵۱

امیر المؤمنین علیہ السلام کا اپنے اصحاب سے شکوہ کرنا ۵۸

امیر المؤمنین علیہ السلام کے خطبات؛ ادب، اخلاق، عزت و شرف کے سبق ہیں ۶۱

اکیسویں مجلس صفحہ ۶۳ سے ۱۳۴ تک

قیامت کی نشانیاں و علامات

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث، منصور دوانقی کے ساتھ ۶۶

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں آخری زمانے کی علامتیں ۷۱

قیامت کی علامات میں سے دس حادثوں کا رونما ہونا ۷۳

قیامت کی علامات کے متعلق قرآن کریم کی آیات سے استفادہ ۷۴

ذوالقرنین کی داستان اور یاجوج و ماجوج کی دیوار ۷۶

ذوالقرنین کون ہیں اور ان کے بارے میں مختلف احتمالات ۷۹

ذوالقرنین کے بارے میں علامہ طباطبائی کے بیانات ۷۹

"کیہان شناخت" اور "روح المعانی" میں ذوالقرنین کے بارے میں مطالب ۸۳

ذوالقرنین یمن کے حمیر کا بادشاہ یا اسکندر رومی نہیں تھا ۸۵

ذوالقرنین کے بارے میں علامہ شہرستانی کا نظریہ ۸۶

ذوالقرنین کے بارے میں سر سید احمد خان کا نظریہ ۸۹

سر سید احمد خان کے نظریہ پر ابوالکلام آزاد کے کلام سے شواہد و استدلال ۹۰

ذوالقرنین کے بارے میں حضرت دانیال کا خواب ۹۴

یاجوج و ماجوج قوم کے بارے میں گفتگو ۹۸

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
یاجوج وماجوج وہی مغل قوم ہے	۱۰۰
ذوالقرنین کی دیوار سے مراد چین یا دربند کی دیوار نہیں ہے	۱۰۱
ذوالقرنین کی دیوار کی تعمیر کا مقام	۱۰۳
دیوار ذوالقرنین کا ٹوٹ جانا	۱۰۵
جَعَلَهُ دَكَّآءَ کی تفسیر میں علّامہ طباطبائی کا کلام	۱۰۶
امیر المؤمنین علیہ السلام اس امت کے ذوالقرنین ہیں	۱۱۱
قیامت کی علامتوں میں؛ آسمان میں دھویں کا اٹھنا، زمین سے دابۃ الارض کا نکلنا	۱۱۸
دابۃ الارض سے مراد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں	۱۲۰
دابۃ الارض کے بارے میں ایک شخص کا عمار یاسر سے سوال کرنا	۱۲۳
دابۃ الارض وغیرہ سے مراد روایات میں ظہور ولایت ہے	۱۲۵
ولایت مطلقہ امیر المؤمنین علیہ السلام عام انسانوں پر ظاہر نہیں ہے	۱۲۶
مقام امیر المؤمنین علیہ السلام کی عظمت و بلندی	۱۲۶
مقام امیر المؤمنین علیہ السلام کی عظمت میں خلیل ابن احمد کا کلام	۱۳۱

بائیسویں مجلس صفحہ ۱۳۵ سے ۱۷۸ تک

صور کا پھوکا جانا اور مردوں کا زندہ ہونا

عنوان	صفحہ
صور کا پھوکا جانا اور قیامت کا ظہور	۱۳۷
آسمانی چینخ اور ہر چیز کا جمود و خمود	۱۴۰
صور کا معنی اور اس کا پھوکا جانا	۱۴۲
اسرافیل کے صور پھوکنے سے مراد کیا ہے	۱۴۴
عوالم غیبی کا بیان از باب تشبیہ معقول بہ محسوس ہے	۱۴۵

Presented by Ziaraat.Com

صفحہ	عنوان
۱۴۷	تشبیہ معقول بہ محسوس کے موارد آیات و روایات میں بہت زیادہ ہیں
۱۵۰	انبیاء الٰہی لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں
۱۵۲	قرآن کریم میں صور کی دوسری تعبیر ندائے منادی کے ذریعہ
۱۵۴	نفخ صور کی جگہ موت سے تعبیر نہ ہونے کا سبب
۱۵۶	آیہ صعق کے ذیل میں تفسیر علی ابن ابراہیم کی روایت
۱۵۷	اسرافیل کے نفخ صور، مرنے اور زندہ ہونے کی کیفیت
۱۶۰	تمام فرشتوں کی قبض روح اور صرف ذات الٰہی کے لیے بقاء
۱۶۲	لوگوں کی بیداری کے لیے امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیتیں
۱۶۳	ضربت لگنے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کی نصیحتیں
۱۶۵	حضرت امام حسن علیہ السلام کا خطبہ والد گرامی کی شہادت کے بعد
۱۶۸	حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا ابن ملجم کو قتل کرنا
۱۶۹	کیوں خود امیر المؤمنین علیہ السلام ہی نے اپنے قاتل کو قتل نہ کیا
۱۷۰	قاتل کو جرم سے پہلے قتل نہیں کیا جا سکتا
۱۷۳	امیر المؤمنین علیہ السلام کا اپنے قاتل کو معاف کرنے پر تمایل
۱۷۶	امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے قاتل کو معاف کیوں نہیں کیا
۱۷۷	امیر المؤمنین علیہ السلام کے مکارم اخلاق اور درجات کی بلندی

Presented by Ziaraat.Com

صفحہ	عنوان

تیئیسویں مجلس صفحہ ۱۷۹ سے ۲۱۸ تک

صور پھونکنے کے بعد لوگوں کا زندہ ہونا اور اس سے مستثنیٰ افراد

پہلے صور کا پھوکا جانا فناء فی اللہ اور دوسرا صور بقاء الہی کی نشانی ہے ۱۸۲

آیہ صعق میں " وَمَنْ فِي الْأَرْضِ " سے مراد اہل برزخ ہیں ۱۸۳

آیہ صعق میں " وَمَنْ فِي السماوت " سے مراد ارواح سعداء و مقربین ہیں ۱۸۶

اہل دنیا کے لیے صیحہ اور اہل برزخ کے لیے صور ۱۸۸

آیہ فزع و صعق میں کون لوگ مستثنی ہیں ۱۹۰

آیہ فزع میں «إِلَّامَن شَاءَ اللهُ» سے مراد افراد ۱۹۱

آیہ فزع میں مستثنیٰ افراد صاحبان ولایت ہیں ۱۹۴

آیہ صعق میں «إِلَّامَن شَاءَ اللهُ» سے مراد افراد ۱۹۶

آیہ فزع و صعق میں مستثنی افراد سے مراد مخلص حضرات ہیں ۱۹۸

جنت میں داخل ہونے میں مستثنیٰ افراد کے تابعین بھی ان کے ساتھ شامل ہیں ۲۰۰

تابعین کے اپنے مولا کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ ان کی محبت اور پیروی ہے ۲۰۲

امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت پر معاویہ و عائشہ کا خوشحال ہونا اور اس خوشی میں عایشہ کا اشعار پڑھنا ۲۰۳

امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت پر پتھروں کا گریہ کرنا ۲۰۹

سورہ تحریم عایشہ وحفصہ کے بارے میں نازل ہوا ہے ۲۱۴

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر حیونات کی گریہ کرنا ۲۱۶

امام حسین علیہ السلام کی شان میں مرحوم نیر تبریزی کا مرثیہ ۲۱۶

Presented by Ziaraat.Com

عنوان صفحہ

چوبیسویں مجلس صفحہ ۲۱۹ سے ۲۵۲ تک

جن کو صور کے ذریعہ موت نہیں آئے گی وہ مخلصین ہیں

صور پھوکے جانے پر موت سے مستثنیٰ افراد ۲۲۲

مخلصین؛ وجہ اللہ ہیں ۲۲۵

مخلصین؛ فناء فی اللہ کے مقام تک پہنچ چکے ہیں ۲۲۶

مخلصین کے لیے الٰہی نعمتیں ۲۲۸

حدیث قدسی: عَبْدِي أطعْني أَجْعَلْكَ مِثْلِي ۲۳۳

مخلصین کے حالات و مقامات ۲۳۴

مخلصین؛ کبھی بھی اپنے لیے علم و حیات و قدرت کا تصور نہیں کرتے ۲۳۴

اولیاء الٰہی کے وجود کی برکت سے گنہکاروں سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے ۲۳۹

احادیث قدسیہ میں مخلصین کے حالات و مقامات ۲۴۰

مخلصین؛ اللہ کے چہرے ہیں اور ان کی حقیقت پوری کائنات پر مسلط ہے ۲۴۳

اولیاء خدا کا علم و قدرت، خدا کا علم و قدرت ہے ۲۴۴

ضربت لگنے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیتیں ۲۴۷

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے نام ۲۴۸

پچیسویں مجلس صفحہ ۲۵۳ سے ۳۰۸ تک

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اسماء حسنیٰ الٰہی کے مصداق ہیں

مقربین و مخلصین؛ وجہ اللہ اور اسماء حسنیٰ الٰہی ہیں ۲۵۷

اگر امام کا وجود مبارک نہ ہو تو زمین اپنی تمام موجودات کے ساتھ ختم ہو جائے ۲۵۹

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
جو افراد اعراف میں ہیں وہ تمام عوالم پر مسلط ہیں	۲۶۱
حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اسماء حسنی الٰہی	۲۶۲
حضرت ارمیا نبی کا مر کر دوبارہ زندہ ہونا	۲۶۳
حضرت ارمیا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے مردوں کے زندہ ہونے کے متعلق سوالات میں فرق	۲۶۹
حضرت ابراہیم کا سوال اطمینان و سکون حاصل کرنے کے لیے تھا	۲۷۲
حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کو اسم محی و ممیت پروردگار کے ذریعہ زندہ کرنا	۲۷۲
ایک ولی خدا کے ہاتھوں مردہ کبوتر کا زندہ ہونا	۲۷۵
نہج البلاغہ کے خطبات میں توحید	۲۸۱
امیر المؤمنین علیہ السلام کی بلندی درجات	۳۰۱
امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت میں روایات	۳۰۴
امیر المؤمنین و سید الشہداء علیہما السلام کے قاتلین پر فرشتوں کی لعنت	۳۰۶

چھبیسویں مجلس صفحہ ۳۰۹ سے ۳۴۸ تک

وجہ اللہ اور وجہ موجوات کا مطلب

عنوان	صفحہ
موجودات میں وجہ اللہ	۳۱۲
حقیقت میں وجہ اللہ	۳۱۳
موجودات کا وجہ الٰہی، بسیط و مجرد و زوال ناپذیر ہے	۳۱۶
آئمہ طاہرین علیہم السلام و مخلصین وجہ الٰہی ہیں اور تمام مخلوقات کے ساتھ ہیں	۳۱۸
اگر انسان راہ خدا کو اپنے اختیار اور مجاہدت کے ذریعہ طے نہ کرے تو اس کو مجبورا طے کرایا جائے گا	۳۲۲

Presented by Ziaraat.Com

عنوان	صفحہ
دنیا کے ختم ہونے اور انسان کے خدا کی جانب پلٹنے پر آیات قرآنی کی دلالت	۳۲۳
اولیاء الٰہی کا موت کے بعد تمام مراحل سے عبور کرنے کی کیفیت	۳۲۸
مقام امامت کا عالم برزخ و قیامت پر احاطہ رکھنا	۳۳۵
قیامت میں لوگوں کے درمیان ارتباط واجتماع حقیقت کی بنیاد پر ہے	۳۳۷
قیامت میں غیر خدائی دوستی، دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی	۳۳۸
دنیا کی دوستی و روابط اعتباری و وہمی امور کی بنیاد پر ہیں	۳۴۰
ابن ملجم نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے گھوڑے کی فرمائش کی	۳۴۲
حقیقی دوستی امتحان کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے	۳۴۵
عمار ابن یاسر کے حالات و واقعات	۳۴۵

Presented by Ziaraat.Com

هوالعلیم

نصاب علوم و معارف اسلام (۳)

معاد شناسی

چوتھی جلد

تالیف

حضرت علامہ آیت اللہ حاج سید محمد حسین حسینی طہرانی

قدس اللہ نفسہ الزکیہ

ترجمہ

سید سبط حیدر زیدی

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

بیسویں مجلس

قیامت ظاہر ہونے کی علامات

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلاَمُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّد وَّآلِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلٰی اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْاٰنَ اِلٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔[1]

قَالَ اللهُ الْحَکِیْمِ فِیْ کِتَابِهِ الْکَرِیْم:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَهَلْ یَنظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِیَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ۔"[2]

خدا کا شکر ہے کہ ہم نے قیامت کے سلسلہ سے جس بحث کو شروع کیا تھا اس میں انسان کی زندگی کے ابتدائی مراحل بیان کئے اور حالت احتضار وسکرات موت اور عالم قبر و برزخ کی کیفیات کے مراحل کو اختتام تک پہونچادیا۔اب ہم عالم قیامت کبریٰ کے ابتدائی منازل کا آغاز کرتے ہیں اور نیز انسان کے خداوند متعال کے حضور پیش ہونے اور اس دوران اسے اخروی زندگی کے جن عوالم کو طے کرنا ہے، وضاحت کے ساتھ پیش کریں گے۔

---

۱ - یہ مطالب بیسویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲- سورۂ محمد، آیت ۱۸۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں ارشاد فرمارہا ہے کہ: کیا یہ کافر اور مشرک افراد قیامت کا انتظار کررہے ہیں کہ وہ اچانک ان کے پاس آجائے جبکہ اس کی علامتیں ظاہر ہو گئی ہیں اگر قیامت آبھی گئی تو کیا یہ نصیحت حاصل کریں گے؟

اس آیت کا سیاق وسباق مُواخذہ اور حتمی حکم کو بیان کررہا ہے کہ کافروں کے لیے حق کو قبول کرنے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے کہ ان کی آخرت خیر وسعادت میں بدل جائے، یا یہ کہ روز قیامت کا انتظار کریں تاکہ اس دن اپنے آپ کے مغلوب ہونے کا مشاہدہ کریں اور اس کی کیفیات کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرکے ایمان لے آئیں اور حق کی پیروی کرلیں۔

اور چونکہ کافروں نے اس دنیا میں حق کی اطاعت و پیروی نہیں کی ہے لہٰذا ان کے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ قیامت کا واقع ہونا۔

قیامت کی علامتیں اور اس میں انسان کا کردار

آج قیامت کی علامات کا ظاہر ہونا مومن و کافر کی سرنوشت کا ذریعہ ہے کہ جس کا لازمہ قیامت کا وجود اور اعمال کا محاسبہ ہے اور آثار موت کا ظاہر ہونا جو کہ قیامت میں پہونچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہے یا آخری نبیؐ کا آنا، چاند کا دو حصوں میں تقسیم ہونا اور آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کا نازل ہونا جن افراد کے لئے باعث عبرت نہیں ہوا اور تبلیغ و روشن دلایل اور پے در پے عبرت کے بعد بھی جن لوگوں نے حق کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا اور ایمان کے ساتھ راہ

Presented by Ziaraat.Com

عمل پر گامزن نہیں ہوئے لہٰذا ان کی ہدایت کے لئے قیامت برپا ہونے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے جب کہ قیامت کے دن ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ عمل کا دروازہ بند ہوچکا ہے اور عالم جزاء و حساب وکتاب آپہونچا ہے۔

يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ أَنَّى لَهُ الذِّكْرَى يَقُولُ يَلَيْتَنِى قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى۔[۱]

انسان کو اس دن ہوش آجائے گا اور اس کی آنکھیں کھل جائیں گی لیکن اس دن ہوش آنے کا کیا فائدہ؟ انسان کہے گا: کاش میں نے اپنی اخروی زندگی کے لئے دنیا سے کچھ بھیجا ہوتا۔ قرآن مجید کی وہ آیات کہ جن میں قیامت کا ذکر ہے، بیان کرتی ہیں کہ جب قیامت برپا ہوگی تو یہ زمین ختم ہوجائے گی ستارے ٹوٹ کر آسمان سے گر جائیں گے آفتاب و مہتاب نور سے تاریکی میں بدل جائیں گے اور یہ سارا عالم ختم ہوجائے گا۔

اور اس کے ختم ہونے کے بعد خداوند متعال انسانوں کو محشر میں حساب وکتاب کے لئے حاضر کرے گا۔ چاہے وہ ارواح کہ جو دنیا سے جاچکیں ہیں اور برزخ میں قیامت کا انتظار کر رہی ہیں یا وہ ارواح کہ جو موت کی گھن گرج سے دنیا کو ترک کرکے اچانک قیامت میں حاضر ہوں گی۔ دو مرتبہ صور پھوکا جائے گا۔ ایک صور موت کے لئے ہوگا کہ جس کے پھوکے جانے سے سب

۱۔ سورہ فجر، آیت ۲۳ و ۲۴۔

Presented by Ziaraat.Com

مر جائیں گے اور دوسرا زندہ کرنے کے لئے کہ جس کے اثر سے سب دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُوْنَ[1]

اچانک سب اٹھ کھڑے ہوں گے، قیامت اور خدا کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کریں گے۔

قیامت سے پہلے امام مہدیؑ کا ظہور اور رجعت حتمی ہے

اہل بیت علیہم السلام کی روایات میں قیامت کے سلسلے سے بہت زیادہ علامات بیان ہوئی ہیں اور اصول کے لحاظ سے مقدمات قیامت کے لئے ان علامات سے پہلے دو مرحلے رونما ہونے ضروری ہیں ایک حضرت حجۃ ابن الحسن العسکری علیہ السلام کا ظہور اور دوسرے آل محمد علیہم السلام کی رجعت۔ان دونوں کے واقع ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے اور حضرت مہدیؑ کے ظہور کے سلسلے میں تمام مذاہب اسلام اتفاق نظر رکھتے ہیں۔

اور آل محمد علیہم السلام کی رجعت شیعوں کے مسلمات میں سے ہے اور زمان قدیم میں عقیدہ رجعت و امامت کو شیعہ و سنی اعتقادات میں فرق کا ذریعہ جانا جاتا تھا، اس موضوع پر تاریخ و سیرت اور روایات میں بہت زیادہ مطالب پائے جاتے ہیں۔

۱۔ سورہ زمر، آیت ۶۸۔

Presented by Ziaraat.Com

کلی اعتبار سے اس عالم و بشریت کے مرحلہ تکامل کے لئے تین منزلیں طے کرنا ضروری ہیں:

اول: حضرت مہدیؑ کا ظہور؛ بشریت ظہور کے بعد بہت جلد راہ کمال کو طے کرلے گی۔

دوم: رجعت؛ اس مرحلے میں تمام مخفیات و انوار کے ظاہر ہونے اور دنیا میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے پلٹنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے تمام استعدادی مراحل جو اس سے پہلے منزل فعلیت تک نہیں پہونچے ہیں، فعلیت اور مرحلہ وجود تک پہونچ جائیں گے۔

سوم: قیامت؛ یہ مرحلہ گذشتہ دو مرحلوں کے لئے باعث تکامل ہے اس میں اعتبارات ختم ہو جائیں گے اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی کبریائی کے صفات جلال طلوع ہوں گے اور تمام عالم کی چیزیں حقیقت میں ظاہر ہو جائیں گی۔

ان تینوں مرحلوں کا آپس میں اتنا گہرا رابطہ ہے کہ جب تک پہلا رونما نہ ہو جائے دوسرا وجود میں نہیں آئے گا اور جب تک دوسرا نہ ہو جائے تیسرا رونما نہیں ہو سکتا۔

رجعت و قیامت اور ظہور کے بارے میں احادیث و روایات میں بہت سی علامات و نشانیاں بیان ہوئی ہیں اور علماء نے کتابوں میں تحریر فرمایا ہے اگرچہ تمام روایات کے صحیح ہونے کا امکان واطمینان نہیں ہے بہت سی ان میں ضعیف بھی ہیں۔ لیکن من جملہ ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان

Presented by Ziaraat.Com

تینوں مراحل قیامت و رجعت اور ظہور کی مخصوص نشانیاں اور علامات ہیں اور ان میں سے بعض روایات کی سند صحیح ہے اور اصولی قواعد کے مطابق بھی قابل قبول ہیں، چاہے وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہوں یا آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے۔

قیامت کی علامتوں کے بارے میں حدیث سلمان

مثلاً علی بن ابراہیم قمی جو کہ ایک ہزار برس قبل زندگی گزار کر چلے گئے اور ان کی تفسیر پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ یہ معتبر ہے اور علماء و فقہاء اس کی طرف مراجعہ کرتے ہیں یہاں تک کہ منابع و مصادر شیعہ میں اس کا شمار ہوتا ہے، اس میں ایک روایت جناب سلمان فارسی کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوئی ہے کہ: حجۃ الوداع کے موقع پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد الحرام میں جبکہ آپؐ کعبہ کی دیوار کو پکڑے ہوئے تھے، بیان فرمایا۔

اس روایت کا مضمون کچھ اس طرح ہے کہ جسے پڑھنے کے بعد ذہن میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں رہ جاتا ہے کیونکہ یہ روایت آخری زمانے کے بارے میں آپؐ نے بیان فرمائی ہے اور اس زمانے میں آخری زمانے کے اثرات نہیں پائے جاتے تھے یہاں تک کہ ایسے واقعات رونما ہونے کے اسباب بھی موجود نہیں تھے کہ جن کے رونما ہونے کا احتمال دیا جاسکتا تھا کہ یہ حوادث بعد میں وجود میں آئیں گے اور اسی حساب سے آپؐ نے (معاذ اللہ) حدیث گھڑی ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا اسی طرح کی روایات جو کہ احادیث و تفاسیر کی یقین آور کتب میں پائی جاتی ہیں ان سے اطمینان حاصل کیا جاسکتا ہے اور انہیں ظہور اور قیامت کی علامات پر دلائل شمار کیا جاسکتا ہے۔

اس روایت کو مذکورہ آیت کے ذیل میں "اِشراطُ السّاعۃ" کے دلایل میں ذکر کیا گیا ہے۔

"اشراط" شرط کی جمع ہے اور اس کا معنی علامت ہے روایت اس طرح ہے: علی بن ابراہیم کہتے ہیں: مجھ سے میرے بابا(ابراہیم بن ہاشم) نے انہوں نے سلیمان بن مسلم خشّاب سے انہوں نے عبد اللہ بن جُریح مکی سے انہوں نے عطاء بن ابی ریاح سے انہوں نے عبد اللہ بن عباس سے حدیث نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ: ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حجۃ الوداع میں حج سے مشرف ہوئے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانۂ خدا کے دروازے کی کنجی کو پکڑا اور ہماری طرف چہرہ مبارک کرکے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا: **فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَشْرَاطِ السَّاعَةِ؟**

وَكَانَ أَدْنَى النَّاسَ مِنْهُ يَوْمَئِذٍ سَلْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَقَالَ:بَلَى يَا رَسُوْلَ اللهِ!

فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں قیامت کی نشانیوں سے آگاہ کروں؟ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے نزدیک جناب سلمان تھے انہوں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم چاہتے ہیں آپؐ ہمیں ان سے آگاہ کریں!

Presented by Ziaraat.Com

فَقَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِه وَسَلَّمَ:انَّ مِنْ أَشْرَاطِ الْقِیَامَةِ، إِضَاعَةَ الصَّلَوة، وَاتِّبَاعَ الشَّهَوَاتِ، وَالْمَیْلَ مَعَ الْأَهْوَآءِ، وَتَعْظِیْمَ الْمَالِ، وَبَیْعَ الدِّیْنِ بِالدُّنْیَا، فَعِنْدَهَا یُذَابُ قَلْبُ الْمُوْمِنِ وَجَوْفُهُ کَمَا یَذُوْبُ الْمِلْحُ فِی الْمَآءِ، مِمَّا یَرَی مِنَ الْمُنْکَرِ فَلَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُغَیِّرَهُ.

پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ لوگ نماز کو ضایع کریں گے اور لذت و شہوت کی پیروی کریں گے اور ان کی رغبت ہوائے نفس کی طرف ہوگی۔ مال وثروت کو اہمیت دیں گے اور دین کا دنیا کے بدلے سودہ کریں گے۔ ایسی صورتحال میں مومن کا دل ووجدان اس طرح گھلے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنی نگاہوں سے منکرات وگناہ کو دیکھ رہا ہوگا اور ان کی اصلاح کی قدرت نہیں رکھتا ہوگا۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَکَائِنٌ یَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِی وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ!

سلمان نے کہا: یہ وہ امور ہیں کہ جن کا واقع ہونا ضروری ہے؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!

یَا سلمانُ! انَّ عِنْدَهَا یَلِیهُمْ أُمَرَاءُ جَوَرَةٌ، وَ وُزَرَاءُ فَسَقَةٌ، وَ عُرَفَاءُ ظَلَمَةٌ وَ أُمَنَاءُ خَوَنَةٌ.

اے سلمان اس وقت لوگوں پر جن کی حکومت ہوگی اور زمام حکومت کو لے کر ان پر ولایت وسیطرہ رکھتے ہوں گے وہ تمام ظالم و ستمگر ہوں گے، اور ان کے وزراء فاسق وفاجر ہوں گے، حکّام ومنسٹر صاحبان ظالم و جابر ہوں گے اور تمام امین وخزانچی خیانت کار ہوں گے!

Presented by Ziaraat.Com

فَقَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذى نَفْسى بِيَدِهِ!

سلمان نے تعجب سے پوچھا: کیا یہ امور واقعاً رونما ہوں گے؟ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!

يَا سلمانُ! انَّ عندَهَا يَكُوْنُ الْمُنْكَرَ مَعْرُوْفاً؛وَالْمَعْرُوْفُ مُنْكَراً، وَأْتُمِنَ الْخَائنُ؛وَ يُخَوَّنُ الأَمينُ؛ وَيُصَدَّقُ الْكَاذِبُ؛وَيُكَذِّبُ الصَّادِقُ.

اے سلمان! اس زمانے میں برے اور ناپسندیدہ کام لوگوں کے درمیان اچھے اور پسندیدہ نظر آئیں گے اور اچھے کام برے وناپسند سمجھے جائیں گے اور خیانت کار افراد امانت دار اور مورد اعتماد قرار پائیں گے اور امین لوگوں کی طرف خیانت کی نسبت دی جائے گی اور جھوٹوں کی تصدیق کی جائے گی اور ان کے جھوٹ پر سچائی کی مہر لگائی جائے گی اور سچے انسان کو جھوٹا سمجھا جائے گا اور اسکی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی جائے گی۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذى نَفْسى بِيَدِهِ!

سلمان نے پوچھا: کیا یہ حقیقت میں واقع ہوگا؟ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے، ہاں ایسا ہی ہوگا۔

يَا سلمانُ! فَعنْدَهَا إِمَارَةُ النِّسَاءِ وَ مُشَاوَرَةُ الإِمَاءِ وَ قُعُودُ الصِّبْيَانِ عَلَى الْمَنَابِرِ وَ يَكُوْنَ الْكذْبُ طَرْفاً،وَالزَّكَاةُ مَغْرماً، وَالْفَيْئُ مَغْنَماً، وَيَجفُو الرَّجلُ وَالِدَيه وَ يَبِرَّ صَدِيْقَهُ، وَيَطْلُعُ الْكَوْكَبُ الْمُذَنَّبُ.

Presented by Ziaraat.Com

اے سلمان! اس زمانے میں عورتیں مردوں پر حکومت کریں گی اور کنیزوں سے مشورے لیے جائیں گے (یعنی سیاسی امور میں گھروں میں کنیزوں سے مشورہ لیا جائے گا) اور بچے (اس سے مراد قوم کے جاہل و بے بصیرت لوگ ہیں) منبر پر جاکر لوگوں کے لئے خطبہ دیں گے اور تبلیغی امور کی زمام احمق اور کم تجربہ افراد کے ہاتھوں میں ہوگی جھوٹ اور جھوٹ بولنے کو ہنر سمجھا جائے گا اور مال میں زکات نکالنے کو ضرر سمجھا جائے گا اور بیت المال میں تصرف اور اموال عامہ کو چرانا غنیمت و فائدہ شمار کیا جائے گا، لوگ اپنے والدین پر جفا کریں گے اور ان کی طرف سے بے پرواہ رہیں گے اور اس فعل کو معمولی سمجھیں گے ان کے واجبات و مستحبات حقوق کی ادائیگی سے برکنار ہوں گے لیکن اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کریں گے اور دم دار ستارہ آسمان میں طلوع ہوگا۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائِنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ کیا حقیقت میں ایسا ہوگا؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! قسم ہے اس ذات حق کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ہاں ایسا ہی ہوگا۔

يَا سلمانُ! وَعِنْدَهَا تُشَارِكُ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِى التِّجَارَةِ، وَيَكُوْنُ الْمطَرُ قَيْظاً، وَيُغَيِّظُ الْكِرَامُ غَيْظاً، وَيُحْتَقرُ الرَّجُلُ الْمُعْسِرُ، فَعِنْدَهَا يُقَارَبُ الأَسْوَاقُ،إِذَا قَالَ هَذَا: لَمْ ابِعِ شَيئاً وَ قَالَ هَذَا: لَمْ أَرْبَحِ شَيْئاً، فَلاَ تَرَى إِلَّا ذَآماً لِله.

Presented by Ziaraat.Com

اے سلمان! اس زمانے میں عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں گی اور گرمیوں میں بارش برسے گی اور بزرگ افراد پر ہمیشہ غصہ کیا جائے گا اور فقراء و غرباء کی اہانت و تحقیر کی جائے گی اور اس زمانے میں بازار آپس میں قریب ہو جائیں گے۔[1] جبکہ تجارت کا بازار گرم اور تمام تاجر اپنے کسب وکار میں خوب پھول پھل رہے ہوں گے، مگر پھر بھی ایک کہہ رہا ہوگا میں نے آج کچھ نہیں بیچا دوسرا کہے گا آج مجھے کچھ نفع نہیں ہوا اس موقع پر تم دیکھنا تمام تاجر خدا سے شکوہ وشکایت کر رہے ہوں گے اور اس کی مذمت میں مشغول ہوں گے۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے خدا کے رسولؐ کیا حقیقت میں یہ امور انجام پائیں گے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ہاں! قسم ہے اس پروردگار کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

يَا سلمانُ! فَعِنْدَهَا يَلِيْهِمْ أقوامٌ إن تَكَلَّمُوا قَتَلُوْهُمْ، وَإن سَكَتُوا اسْتَبَاحُوهُمْ ليَستأثِروا بِفَيْئِهِمْ، وَليَطَئُونَّ حُرْمَتَهُمْ، وَ لَيَسْفِكُنَّ دِمَآءَهُمْ، وَ لَيَمْلَئُونَّ قُلُوبَهُمْ رُعْباً، فَلَا تَرَاهُمْ الّا وَجِلِيْنَ خَائِفِيْنَ مَرْعُوبِيْنَ مَرْهُوبِيْنَ.

اے سلمان! اس زمانے میں ایسے افراد منصب حکومت پر فائز ہوں گے کہ اگر کوئی شخص اپنے حقوق کا مطالبہ کرے گا یا انہیں کسی پر ذرہ برابر بھی

۱۔ المنجد میں اس طرح تحریر ہے: اَلْمُقَارَبُ مِنَ الْمَتَاعِ: الرَّخِيصُ، لہٰذا ممکن ہے اس کا یہ معنی ہو کہ بازاروں پر اس دور میں زوال آجائے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

آزادی کے پرچم بلند کرنے کا شک ہوگا تو اسے قتل کردیں گے اور اگر لوگ خاموشی اختیار کریں گے تو ان کے مال و ناموس کو حلال سمجھا جائے گا اور ان سے محنت و مزدوری کرانے اور ان کے خون بہانے سے بالکل دریغ نہیں کیا جائے گا۔ ان کی عورتوں اور بیٹیوں کے ساتھ خلاف عفت و پاکدامنی عمل انجام دیا جائے گا اور ان کے احترام کو پامال کیا جائے گا اور بے گھر افراد کا بغیر کسی درد کے خون بہایا جائے گا اور لوگوں کے دلوں میں اس طرح رعب و دبدبہ بٹھا دیا جائے گا کہ کوئی آزادی سے سانس لینے کا بھی حقدار نہ ہوگا۔ اے سلمان اس زمانے میں تمام افراد خوف و وحشت زدہ زندگی بسر کریں گے۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنُ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ کیا یہ سب حقیقت میں ہوگا؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کہ کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہی ہوگا۔

يَا سلمانُ! انَّ عندَهَا يُوتَى بِشَئٍ منَ الْمَشْرِقِ وَ شَئٍ منَ الْمَغْرِبِ يُلَوّ نُ أُمَّتى؛ فَالْوَيْلُ لضُعَفَآء أُمَّتى منْهُمْ، وَالْوَيْلُ لَهُمْ مَنَ الله، لَا يَرْحَمُونَ صَغيراً، وَلَا يُوقِّرُونَ كَبيراً، وَلَا يَتَجَاوَزُونَ عَنْ مُسئٍ. اَخْبَارُهُمْ خَنَآء جُثَّتُهُمْ جُثَّةُ الأدمِّينَ، وَ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينَ.

اے سلمان اس زمانے میں ایک شئ مشرق سے اور دوسری مغرب سے لائی جائے گی اور میری امت پر اس کا رنگ چڑھا دیا جائے گا۔ وای ہو میری امت کے ضعیف افراد پر، وای ہو ان پر خدا کی کہ چھوٹوں پر رحم نہیں کرتے اور بزرگوں کا احترام نہیں کرتے اور خطاکار اور جو شخص غلطی کرتا ہے اسے معاف

Presented by Ziaraat.Com

نہیں کرتے اور اس سے در گزر نہیں کرتے ان کی ساری گفتگو گالیاں و بد کلامی ہے۔ دیکھنے میں تو آدمی کی شکل و صورت میں ہیں مگر در حقیقت ان کے دل شیاطین کے ہیں۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنُ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسول کیا یہ سب واقعات حقیقت میں رونما ہوں گے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے، قسم اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔

يَا سلمانُ! وَ عِنْدَهَا يَكْتَفى الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ،وَ النِّسَاءُ بِالنِّسَاءِ وَ يُغَارُ عَلَى الْغِلْمَانِ كَمَا يُغَارُ عَلَى الجَارِيَةِ فى بَيْتِ أَهْلِهَا وَ تَشَبَّهُ الرِّجَالُ بِالنِّسَاءِ وَالنِّسَاءُ بِالرِّجَالِ،وَ يَرْكَبْنَ ذَوَاتُ الْفُرُوْجِ السُّرُوْجَ؛ فَعَلَيْهِنَّ مِنْ أُمتِىْ لَعْنَةُ الله!

اے سلمان! اس زمانے میں مرد مرد پر اکتفا کریں گے اور عورتیں عورتوں پر، اور جس طرح عورت کی اس کے شوہر کے گھر حفاظت و نگرانی کی جاتی ہے کہ اس پر کوئی دوسرا تجاوز نہ کرے اور وہ فقط اپنے شوہر کے طلب لذت کے لئے ہو اسی طرح نوجوان لڑکوں کی ناجائز فعل کے ڈر سے حفاظت کی جائے گی تاکہ دیگر افراد ان کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ مرد خود کو عورتوں سے مشابہ بنائیں گے اور عورتیں مردوں سے مشابہ بنیں گی اور عورتیں زین پر سوار ہوں گی پس میری امت کی ان عورتوں پر خدا کی لعنت ہو۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنُ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

Presented by Ziaraat.Com

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ یہ سب حقیقت میں رونما ہوگا؟
رسول خدا ﷺ نے فرمایا: قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، ایسا ہی ہوگا۔

يَا سلمانُ! انَّ عنْدَهَا تُزَخْرَفُ الَمَسَاجِدُ كَمَا تُزَخْرَفُ البِيْعُ وَ الْكَنَائِسُ، وَ تُحَلَّى الْمَصَاحِفُ، وَتُطَوَّلُ الَمَنَارَاتُ، وَتَكْثُرُ الصُّفُوْفُ بِقُلُوْبٍ مَتَبَاغِضَةٍ وَأَلْسُنٍ مُخْتَلِفَةٍ.

اے سلمان! اس زمانے میں مسجدوں کو اس طرح سجایا جائے گا جیسے یہود و نصاریٰ کی عبادتگاہوں کو سجایا جاتا ہے اور قرآن مجید کو زیور و نقاشی سے آراستہ کیا جائے گا اور مسجدوں کے مناروں کو اتنا بلند بنایا جائے گا کہ وہ اپنے تمام اطراف کے گھروں پر شرف پیدا کرلیں نماز جماعت میں لوگ بہت زیادہ شرکت کریں گے صفوف جماعت بڑی لمبی ہوں گی مگر نمازیوں کے دل حسد وکینہ سے پر ہوں گے اور ایک دوسرے سے منافقانہ کلام کریں گے۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائِنُ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ کیا ایسا ہی ہوگا؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہوگا۔

وَ عِنْدَهَا تُحَلَّى ذُكُورُ أُمَّتِىْ بِالذَّهَبِ. وَيَلْبَسُوْنَ الْحَرِيْرَ وَالدِّيْبَاجَ، وَ يَتَّخِذُوْنَ جُلُوْدَ النُّمورِ صَفَاقاً!

ایسے عالم میں میری امت کے مرد خود کو سونے کے زیور سے آراستہ کریں گے اور ریشم کا خوبصورت لباس زیب تن کریں گے اور چیتے کی کھال کا جامہ پہنیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِه!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ کیا حقیقت میں یہ سب ہوگا؟ رسول خداؐ نے فرمایا: ہاں اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

يَا سلمانُ! وَ عِنْدَهَا يَظْهَرُ الرِّبَا، وَ يَتَعَامَلُوْنَ بِالْغَيْبَةِ[۱] وَ الرِّشَى. وَيُوضَعُ الدِّيْنُ، وَيُرْفَعُ الدُّنْيَا.

اے سلمان! اس زمانے میں سود خوری لوگوں کے درمیان کھلم کھلا ہو گی اور لوگ ایک دوسرے کے ساتھ غیبت اور معاملات میں رشوت سے کام لیں گے اور لوگوں کی نظر میں دین کی کوئی اہمیت نہیں ہو گی اور دین کے مقابل دنیا کو بلند مقام دیا جائے گا۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِه!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ کیا یہ سب امور حقیقت میں رونما ہوں گے؟ رسول خداؐ نے فرمایا: ہاں اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم، میں کلمۂ بِالغَيْبَةِ کی جگہ بِالعِينَةِ ذکر ہوا ہے اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے "اَلْعِينةُ" لیکن عینہ بیع سلف کی ایک خاص قسم ہے جس کا احادیث کی کتب سے کوئی رابطہ نہیں ہے اگرچہ ربا ہی کا ایک راستہ ہے کیونکہ اس کے صحیح ہونے کے کچھ شرائط ہیں اگر ان کی رعایت نہ کی جائے تو وہ ربا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث شریف کے اندر مورد مذمت قرار پایا ہے بہر حال کلمۂ اَلْغَيْبَة ظاہراً غلط ہے اور مورد کلام سے مناسبت نہیں رکھتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

يَا سلمانُ! وَ عِنْدَهَا يَكْثُرُ الطَّلَاقُ، فَلَا يُقَامُ لِلّٰهِ حَدٌّ، وَلَنْ يَضُرَّ اللهَ شيئاً.

اے سلمان! اس زمانے میں طلاقیں زیادہ ہوں گی اور حد الٰہی جاری نہیں ہوگی اور یہ سب چیزیں خداوند پر ہرگز ضرر نہیں پہونچائیں گی۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائِنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ حقیقتاً حوادث رونما ہوں گے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

يَا سلمانُ! وَ عِنْدَهَا تَظْهَرُ القَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَيَلِيهِمْ أَشْرَارُ أُمَّتِى.

اے سلمان! اس زمانے میں لوگوں کے درمیان گانے بجانے والی عورتیں جمع ہوجائیں گی اور آلات موسیقی کا رواج ہوگا اور لوگوں پر میری امت کے بدترین افراد حکومت کریں گے۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائِنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذِى نَفْسِى بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ حقیقتاً حوادث رونما ہوں گے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

يَا سلمانُ!وَ عِنْدَهَا يَحُجُّ أَغْنِيَآءُ أُمَّتِى لِلنُّزْهَةِ، وَيَحُجُّ أَوْسَاطُهَا لِلتِّجَارَةِ، وَيَحُجُّ فُقَرَاؤُهُمْ لِلرِّئَآءِ وَالسُّمْعَةِ. فَعِنْدَهَا يَكُونُ أَقْوَامُ

Presented by Ziaraat.Com

يَتعَلَّمُوْنَ الْقُرْاٰنُ لِغَيْرِ اللهِ،وَ يَتَّخذُوْنَهُ مَزامِيرَ. وَيكُوْنُ اَقْوامٌ يَتفَقَّهُوْنَ لِغَيْرِ اللهِ. وَيكْثُرُ أَوْلَادُ الزِّ نَاءِ.وَ يَتغَنَّوْنَ بِالْقُرْاٰن. وَيتَهَافَتُوْنَ بِالدُّنْيَا.

اے سلمان! اس زمانے میں میری امت کے مالدار افراد حج کے لئے سیر و تفریح کرنے جائیں گے اور متوسط افراد حج کے لئے تجارت، خرید وفروش کی غرض سے جائیں گے اور فقراء خود نمائی اور شہرت کے لئے جائیں گے اس زمانے میں بہت سے افراد قرآن کو غیر خدا کے لئے سیکھیں گے اور قرآن مجید کو غنا و موسیقی کی طرز پر پڑھیں گے اور میری امت کا ایک گروہ وہ ہوگا جو علوم دینی کو غیر خدا کے لئے حاصل کرنے جائے گا اور لوگوں کے درمیان زنازادے زیادہ نظر آئیں گے اور قرآن کو لہو ولعب اور گانے کی صورت میں زیادہ پڑھا جائے گا اور تمام لوگ دنیا و زینت دنیا کے لئے تلاش و کوشش کریں گے اور ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنُ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِى وَالَّذى نَفْسى بِيَدِه!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ سب حقیقت میں ہوگا؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں، قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

يَاسلمانُ! ذَاكَ اذا انْتَهكَت الْمَحَارِمُ،وَاكْتُسِبَتْ الْمَأثمُ،وَسُلِّطَ الْأَشْرَارُ عَلَى الْاَخْيَارِ،وَيفْشُو الْكَذْبُ، وَتَظْهَرُ الْلَجَاجَةُ، وَتفْشُو الْفَاقَةُ، وَيَتَبَاهُوْنَ فِى اللِّبَاسِ، وَيَصْطَرُوْنَ فِى غَيْرِ أَوَانِ الْمطَرِ،وَ يَسْتَحْسِنُوْنَ الْكَوْبَةَ وَالْمَعَارِفَ وَيُنْكِرُوْنَ الْأَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتَّى يَكُوْنَ الْمُوْمِنُ فِىْ ذٰلِكَ الزَّمَانُ أَذَلَّ مَنْ فِى الْأُمَةِ،وَ يُظْهِرُ قُرَّاؤُهُمْ وَ

Presented by Ziaraat.Com

عُبّادُهُمْ فِيمَا بَيْنَهُمْ التَّلاوُمَ فَأُوْلِئكَ يُدْعُوْنَ فِى مَلَكُوْتِ السَّموات: الارْجاسَ وَالأَنْجَاس.

اے سلمان! اس زمانے میں لوگوں کی عصمت کا پردہ پارہ پارہ ہوجائے گا اور محرمات کو اہمیت دی جائے گی اور گناہ عام ہوجائیں گے اور نیک لوگوں پر بدکردار افراد کا تسلط ہوگا۔ جھوٹ آشکارہ لوگوں کے درمیان رائج ہوگا اور ہٹ دھرمی اور تکبر ظاہر ہوجائے گا۔ فقر و فاقہ تمام لوگوں کے دامن گیر ہوگا لوگ اپنے لباس کے ذریعہ ایک دوسرے پر فخر ومباہات کریں گے اور بارش موسم کے علاوہ بہت زیادہ ہوجائے گی اور لہو ولعب کے اسباب و وسائل کو اچھا سمجھا جائے گا امر بالمعروف و نہی از منکر کو ترک کردیا جائے گا۔ اس زمانے کی حالت اس حد تک پہونچ جائے گی کہ مومنین سے زیادہ کوئی حقیر تر اور ذلیل تر شمار نہیں کیا جائے گا۔

اور عابدوں وزاہدوں اور اسی طرح علماء و قاریوں کے درمیان ایک دوسرے کی نسبت بدبینی ظاہر ہونے لگے گی اور وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے عیب تلاش کریں گے اور آپس میں ملامت کریں گے ایسے افراد کو اس روحیہ وعادت وصفات کی وجہ سے عالم ملکوت میں نجس وپلید سے یاد کیا جائے گا۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائِنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِه وَسَلَّمَ: إى وَالَّذى نَفْسى بِيَدِه!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ حقیقت میں رونما ہوں گے ؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

يَا سلمانُ! فَعنْدَهَا لَا يَخْشَى الْغَنِيُّ الّا الْفَقْرَ، حَتَّى أَنَّ السَّائلَ لَيَسْأَلُ فِيْمَا بَينَ الجُمْعَتَيْنِ، لَا يُصِيبُ أَحَداً يَضَعُ فِي يَدِهِ شيئاً.

اے سلمان! اس زمانے میں مالدار وثروتمند افراد سب سے زیادہ فقر سے ڈریں گے فُقَراء کی مدد نہیں کی جائے گی کوئی ان کی طرف دیکھنے والا نہ ہوگا یہاں تک کہ سائل مسلسل ایک ہفتہ سوال کرتا رہے گا اور کوئی اس کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

قَالَ سَلمانُ: وَ انَّ هَذا لَكَائنٌ يَا رَسُولَ الله؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: إِي وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ!

سلمان نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ سب واقع ہونے والا ہے؟ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: جی ہاں، قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

يَا سلمانُ !عنْدَهَا يَتَكَلَّمُ الرُّوَيْبَضَةُ. فَقَالَ: وَمَا الرُّويبضَةُ يَا رَسُولَ الله فدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: يَتَكَلَّمُ فِي أَمرِ الْعَامَّةِ مَنْ لَمْ يَكُنْ يَتَكَلَّمُ. فَلَمْ يَلْبَثُوا الَّا قَلِيْلاً حَتَّ تَخُورَ الْأَرْضُ خَوْرَةً، فَلَا يَظُنُّ كُلُّ قَوْمٍ الَّا انَّهَا خَارَتْ فِي نَاحِيَتِهِمْ، فَيَمْكُثُوْنَ مَا شَآءَ اللهُ ثُمَّ يُنْكَتُوْنَ فِي مَكْثِهِمْ،فَتُلْقِي لَهُمْ الارضُ أَفْلَاذَ كَبِدِهَا. قَالَ: ذَهَبٌ وَ فضَّةٌ،ثُمَّ أَوْمأَ بِيَدِهِ الَى الاساطِيْنِ، فَقَالَ: مثْلُ هَذَا. فَيَوْمَئذ لَا يَنْفَعُ ذَهَبٌ وَلَا فضَّةٌ. فَهَذَا مَعْنَ قَوله:فَقَدْ جَآءَ اشْرَاطُهَا.

اے سلمان! اس زمانے میں "رویبضة" کلام کریں گے۔ سلمان نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوجائیں! "رویبضة" سے کیا مراد ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

رسول خداﷺ نے فرمایا: لوگوں کے معاشرتی امور اور عام حالات میں ایسا شخص دخل اندازی کرے گا اور اس پر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری ہوگی کہ جو اس منصب و شان کے لائق نہیں ہوگا۔

جب یہ علامات و نشانیاں اور حوادث رونما ہو جائیں پھر کچھ مدت نہ گزرے گی کہ اچانک زمین سے ایک عجیب آواز آئے گی اور اس طرح پورے کرۂ ارض کو گھیر لے گی کہ ہر شخص یہ گمان کرے گا کہ اسی کے علاقہ سے آئی ہے۔ اس آواز کے بعد جتنی دیر بھی خدا ارادہ کرے گا دوبارہ لوگ زمین پر اسی طرح رہیں گے مگر اتنی مدت میں دچار مشکل ہو جائیں گے اور زمین اپنا جگر چاک کر کے تمام خزانے باہر رکھ دے گی۔

حضرت رسول خداﷺ نے اس موقع پر اپنے دست مبارک سے وہاں نصب شدہ ستون کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: زمین کے ٹکڑے اور خزانے (سونے، چاندی) سے مراد اس ستون کے مثل ہیں لیکن اس دن سونے چاندی کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا، اور یہی خداوند متعال کے قول کا معنی ہے: فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا، پس بے شک قیامت کی علامات و نشانیاں رونما ہو چکی ہیں۔[1]

اور قرآن مجید کی بعض آیات میں آیا ہے: وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ۔[2]

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم، طبع سنگی، از صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹؛ تفسیر المیزان، ج۵، از صفحہ ۴۳۲ تا ۴۳۵؛ سورۂ مائدہ کی ۵۴ ویں آیت کے ذیل میں تفسیر علی بن ابراہیم قمی سے نقل کیا ہے۔

۲۔ سورۂ عنکبوت، آیت ۲۱۔

Presented by Ziaraat.Com

یعنی قیامت میں پروردگار کے سامنے تمہارا قلب پلٹ جائے گا۔ کیونکہ وہ عالم بیداری اور حقیقت ہے وہاں کھل کر سامنے آجائے گا کہ لوگ دنیا میں وہمیات اور غفلت کی زندگی گزار رہے تھے تاکہ ان کے دل کا منقلب ہونا بیداری اور سچ و حقیقت ہو۔

خداوند متعال نفس امارہ سے اپنی پناہ میں رکھے کہ ساری مشکلات وبرائیاں اسی کے ذریعہ انسان کے اوپر آتی ہیں اور حقیقت میں اس کی مہار چھوڑ دی جائے تو سرکشی کی انتہا نہیں رہے گی اور بہت ہی جلد انسان کو یہ نفس امارہ برائیوں کے ڈھیر میں دفن کردے گا اور پھر جہنم کے علاوہ کوئی بھی انسان کا ٹھکانہ قرار نہ پائے گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام امت محمدؐ کو عزت و شرف ایمان کے ساتھ رہنمائی فرمارہے تھے اور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشنگوئی کے مطابق ناکثین و قاسطین اور مارقین سے جنگ کی۔ کوفے والے آپؑ کو بے حد آزار واذیت دیتے تھے اور اطاعت و پیروی سے سرپیچی کرتے تھے اور لشکر کی آمادگی اور میدان جنگ میں حاضر ہونے سے کتراتے تھے اور گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہنے کو راہ خدا میں جہاد پر ترجیح دیتے تھے اور حضرت پر ہزاروں اعتراضات کرتے تھے اور ہر ایک اپنی مرضی سے کام لیتا تھا اور حضرت کے حکم کی اطاعت سے اظہار انانیت کرتا تھا کہ جس نے ایسے امام کی زندگی کو خستہ کردیا تھا کہ جو حق قائم کرنا چاہتے اور عدل وانصاف کا پرچم لہرانا چاہتے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

جنگ نہروان کے بعد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا خطبہ

کتاب الغارات میں اپنی سند کے ساتھ ابی الودّاک سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ نہروان سے فارغ ہوئے تو آپؑ نے نہروان میں خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا: اما بعد! خداوند متعال نے تم پر رحمت نازل کی اور تمہارے ساتھ نیکی کی ہے اور تمہاری مدد کرکے عزت و شرف سے نوازا ہے پس جبکہ خوف و وحشت کا خاتمہ ہو چکا ہے اور شہری مخالفین شکست کھا چکے ہیں اب فوراً یہاں سے چلیں اور اپنے اصلی دشمن کہ جو اہل شام ہیں، خاتمہ کردیں اور اس سے پہلے کہ دشمن کو فرصت کا موقع ملے، (مقصد معاویہ تھا کہ جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا اور حرمت خدا کو پامال کرتا تھا ذرّہ برابر لحاظ نہیں کرتا تھا)، اس کی جڑوں کو اکھاڑ دیں اور ان خارجی دشمنوں کو نیست و نابود کردیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کی اشعث ابن قیس نے مخالفت کی

اشعث بن قیس اپنی جگہ سے اٹھا اور شاطرانہ جملوں کے ذریعہ لوگوں کو اپنے گھر پلٹنے اور آرام کرنے کی اسطرح دعوت دینے لگا:

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! نَفِدَتْ نِالُنا، وَكَلَّتْ سُيُوْفُنا، وَ نَصَلَتْ أَسِنَّة رِمَاحِنَا وَعَادَ اَكْثَرُهَا قِصَداً.

ارْجِعْ بِنَا الی مصْرِنَا نَسْتَعدَّ بِأَحْسَنِ عُدَّتنا، وَلَعَلَّ اَمیرُ الْمُوْمنِیْنَ یَزِیْدُ فِیَ عدَّتنَا مَنْ هَلَکَ منَّا، فَانَّهُ أَقْوَیٰ لَنَا عَلَی عَدُوِّنَا. وَکَانَ اَلَّذِی وَلِی کَلَامَ النَّاسِ یَوْمَئذ الْأَشْعَثَ بْنَ قَیْسٍ.[۱]

اے امیر المومنین علیہ السلام! ہمارے سارے تیر ختم ہو چکے ہیں، ہماری تلواریں کند پڑ چکی ہیں، تمام نیزوں کی انیاں جدا ہو گئی ہیں اور اکثر ٹوٹ چکی ہیں۔ ہمیں ہمارے شہر کوفہ لوٹا دیں تاکہ ہم بہتر طور پر خود کو اسلحہ سے لیس کرلیں اور امیر المومنین علیہ السلام سے امید کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کچھ اور سپاہیوں کا اضافہ فرمائیں گے تاکہ جنگ میں قتل ہونے والوں کا جبران ہو جائے کیونکہ یہ عمل دشمن کے مقابل ہماری مضبوطی کا باعث قرار پائے گا۔

یہ جو لوگوں کے درمیان امیر المومنین علیہ السلام کو پیش نہاد دے رہا تھا، اشعث بن قیس تھا۔

اور اس مطلب کو طبری نے بھی ۳۷ھ میں رونما ہونے والے واقعات کے ضمن میں لکھا ہے۔

اور نیز "الغارات" میں اپنی سند کے ساتھ مستظلّ بن حصین سے روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے ایک خطبہ کے ضمن میں فرمایا:

۱۔ "الغارات" ج۱، ص۲۳تا۲۵، اور پاورقی میں لکھا ہے کہ: شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید میں "انْصَلَتَت" وارد ہوا ہے، اور شاید صحیح "انتصلت" ہو چنانچہ کہا جاتا ہے: "انْتَصَل السّهمُ" یعنی تیر کمان سے نکل گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

يَا اَهْلَ الْكُوْفَة! وَاللهِ لَتَجِدُنَّ فِى اللهِ وَ لَتُقَاتِلُنَّ عَلَى طَاعَتِه، اَوْ لَيَسُوْسَنَّكُمْ قَوْمٌ أَنْتُمْ اَقْرَبُ اِلَى الْحَقِّ مِنْهُمْ؛ فَلَيُعَذِّبَنَّكُمْ وَ لَيُعَذِّبَنَّهُمُ الله.[1]

اے اہل کوفہ تمہیں چاہیئے کہ خدا کی راہ میں جد و جہد کرو اور اطاعت خدا کی راہ میں قتال کرو۔ وگرنہ ایک قوم تم پر حکومت کرے گی جبکہ تم اس سے زیادہ راہ حق کے نزدیک ہو لہذا جنگ نہ کرنے اور اس لاپرواہی کی وجہ سے خدا ان پر بھی اور تم پر بھی عذاب نازل کردے گا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام پر حکمیت قبول کرنے کے متعلق اعتراضات

اور نیز "الغارات" میں اپنے سلسلۂ سند سے متصل کرتے ہوئے نمیر عبسی سے روایت نقل کی ہے کہ:

مَرَّ عَلِىٌّ عليه السلام عَلَى الشَّفَارِ مِنْ هَمْدَانَ، فَاسْتَقْبَلَهُ قَوْمٌ فَقَالُوا: أَقَتَلْتَ الْمُسْلِمِيْنَ بِغَيْرِ جُرمٍ، وَدَاهَنْتَ فِى أَمْرِ الله، وَطَلَبْتَ الْمُلْكَ وَحَكَّمْتَ الرِّجَالَ فِى دِيْنِ الله؟ لَا حُكْمَ إِلَّا لله. فَقَالَ عَلِىٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ: حُكْمُ اللهِ فِى رِقَابِكُمْ. مَا يَحْبِسُ أَشْقَاهَا أَنْ يَخْضِبَهَا مِنْ فَوْقِهَا بِدَمٍ؟ إِنِّى مَيِّتٌ أَوْ مَقْتُوْلٌ، بَلْ قَتْلاً. ثُمَّ جَاءَ حَتَّى دَخَلَ الْقَصْرَ.[2]

جنگ نہروان اور خوارج سے مقاتلہ کے بعد حضرتؑ نے اہل ہمدان کی ایک جماعت کے قریب سے عبور کیا۔

۱۔ "الغارات" ج۱، ص ۳۲۔ بحار الانوار، طبع کمپانی، ج۸، ص۶۷۹ باب حوادث فتنہ میں بیان کیا ہے۔

۲۔ "الغارات" ج۱، ص ۳۰، بحار الانوار، ج۸ کمپانی، ص۶۷۸۔

Presented by Ziaraat.Com

ان میں سے کچھ افراد حضرتؑ کی خدمت میں آئے اور آپؑ سے کہا: کیا آپؑ نے مسلمانوں کو بغیر کسی جرم و خطا کے قتل کر دیا؟اور حکم خدا سے لاپرواہی کی ہے؟ آپؑ حکومت و منصب کے طلبگار ہو گئے ہیں؟ اور دین خدا میں لوگوں کو مختار وصاحب ارادہ قرار دے دیا اور امور کو حکمیّت پر چھوڑ دیا؟ حکم و حکمیت فقط خدا کے لئے ہے۔

حضرت نے فرمایا: حکم خدا خود ہمارے ذمہ ہے بد بخت ترین امت کو کس چیز نے روک رکھا ہے کہ وہ آئے اور میرے سر کے خون سے داڑھی کو خضاب کرے؟ اے لوگو! میں مر جاؤں گا یا قتل کر دیا جاؤں گا بلکہ مجھے قتل ہی کیا جائے گا۔ حضرتؑ آئے اور یہاں تک کہ دار الامارہ میں داخل ہو گئے۔

ایک صحابی کا اعتراض اور حضرت کا اہل کوفہ کی سستی و کاہلی کے متعلق خطبہ

نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: **فَقَالَ:نَهيتَنَا عَنِ الْحَكُوْمَةِ ثُمَّ أَمَرْتَنَا بِهَا! فَمَا نَدْرِىْ أَىُّ الْأَمْرَيْنِ اَرْشَدُ؟**

یا علیؑ! آپؑ نے ہمیں دین و احکام الٰہی میں حکمیت سے منع کیا اور پھر ہمیں حکمیت قبول کرنے کا حکم دیا پس ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ ان دونوں میں سے کون سا حکم ہدایت ہے؟

فَصفَّقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى ثُمَّ قَالَ: حضرتؑ نے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے دست مبارک پر مارا اور فرمایا: **هَذَا جَزَاءُ مَنْ**

Presented by Ziaraat.Com

تَرَکَ الْعُقْدَةَ أَمَا وَاللهِ لَوْ أَنِّي حِيْنَ أَمَرْتُكُمْ بِمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوْهِ الَّذِیْ يَجْعَلُ اللهُ فِيْهِ خَيْراً، فَاِنَّ اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَاِنْ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ وَ اِنْ أَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ؛لَكَانَتْ الْوُثْقَى، وَلَكِنْ بِمَنْ وَاِلَى مَنْ؟أُرِيْدُ اَنْ اُدَاوِیَ بِكُمْ وَ اَنْتُمْ دَآئِی، كَنَاقِشِ الشَّوكَةِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ ضَلَعَهَا مَعَهَا.

اَللّٰهُمَّ قَدْ مَلَّتْ أَطِبَّاءُ هَذَا الدَّآءِ الدَّوِیِّ، وَكَلَّتِ النَّزَعَةُ بِأَسْطَانِ الدَّكِیِّ.[۱]

جب معاویہ نے اپنی شیطنت اور حیلہ گری سے قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کرا دیا اور خود کو پیرو قرآن ظاہر کیا اور کتاب خدا کو درمیان میں لا کر جنگ کو حکمیت کی طرف پلٹا دیا تو امیر المومنینؑ نے مسلسل اپنی تقریر و خطبات میں لوگوں کو اس کی اس شیطانی نیت سے آگاہ کیا اور فرمایا: یہ تمہیں دھوکا دینے کا ایک آلہ ہے۔ قرآن کو درمیان میں رکھ کر چاہتے ہیں کہ جنگ روک دیں تاکہ شکست سے فرار اختیار کریں اور حکمیت میں خدشہ وارد کردیں اور امیر المومنین علیہ السلام کی حکومت میں رخنا ایجاد کریں بہر حال اس سے سوء استفادہ کریں۔

لہٰذا امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کو حکمیت قبول کرنے سے شدت سے منع فرماتے تھے اور حکمیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے لیکن چونکہ خود لوگوں نے آواز بلند کی اور حکمیت کا تقاضہ کیا اور حضرت کے لشکر کے درمیان تفرقہ ڈال دیا اور بیس ہزار افراد نے تلواریں برہنہ کرکے حضرتؑ کے خیمہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا کہ اگر حکم قرآن اور حکمیت کو قبول نہ کیا تو تلواروں سے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۱۹، طبع عبدہ مصر، مطبعۂ عیسی البابی الحلبی؛ ج۱، ص ۲۳۳ و ۲۳۴۔

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیں گے حضرت کے پاس قبول کرنے کے علاوہ دوسرا راستہ نہیں تھا وگرنہ حضرت کا تمام لشکر آپؑ کی مخالفت میں کھڑا ہوجاتا اور اس میں قطعاً معاویہ کا فائدہ ہوتا۔

لہٰذا حضرتؑ نے حکمیت کو قبول فرمایا اور پھر جب حکمین میں دھوکا واقع ہوا یعنی عمرو عاص نے ابو موسی اشعری کو دھوکا دیا اور فیصلہ حکمین کے حکم سے منحرف ہوگیا تو حضرتؑ نے جنگ صفین جاری رکھنے کا ارادہ کیا تاکہ معاویہ مکّار و دھوکہ باز کا کام تمام کردیں ایسی صورت میں خوارج کا گروہ حکمیت قبول کرنے کی وجہ سے حضرتؑ کے بالمقابل کھڑا ہوگیا اور آپؑ پر کفر کے فتوے لگانا شروع کردیئے۔

حضرتؑ نے اس داخلی فتنہ کی آگ کو خاموش کرنے کے لئے قیام فرمایا اور خوارج کو سمجھایا کہ میرا کام صحیح تھا لہٰذا ان میں سے اکثر نے توبہ کی اور باقی جنہوں نے سرکشی کی اور اپنے بغض وعناد کو جاری رکھا اور مسلمانوں کے اموال کو لوٹا اور فتنہ انگیزی کی، جنگ نہروان میں قتل کردیئے گئے اور یہ فتنہ جڑ سے ختم ہوگیا۔

نہروان کے بعد حضرتؑ اہل شام اور معاویہ پر حملے کے لئے لشکر کی جمع آوری میں مشغول تھے کہ ابن ملجم مرادی معلون نے آپؑ کے سر مبارک پر تلوار ماری اور آپؑ کو مقام شہادت پر فائز کردیا۔

اس مقام پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اعتراض کرنے والے شخص کو اس طرح جواب دیا کہ یہ تمہاری باتیں تمہاری اس جاہل قوم کی گفتگو

Presented by Ziaraat.Com

کا نتیجہ ہیں کہ جس نے اپنی غلط فکر کے ذریعہ معاویہ سے جنگ کے ارادے کو ترک کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

اور پھر آپؑ نے اس بات کو بھی واضح و روشن فرمایا کہ جنگ کے ارادے کو ترک کرنا اور جاہلوں کی باتوں پر عمل درآمد ہونا لوگوں کی کم عقلی کی وجہ سے تھا کہ انہوں نے اس کو ترک کرنے پر بے حد اصرار کیا وگرنہ عاقلانہ فیصلے اور معصوم امامؑ کی راہ و روش میں کسی طرح کی کوئی کمی نہیں ہے۔

فرماتے ہیں: خدا کی قسم جس وقت میں نے تمہیں جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا تھا جو کہ تم پر ناگوار تھا، اگر اس حکم کو واپس نہ لیتا اور جنگ جاری رکھتا کہ جو تمہارے لئے ناپسند تھا مگر خدا نے اسی میں خیر و بھلائی رکھی تھی، اصرار کرتا کہ اگر تم جنگ میں استقامت کا مظاہرہ کرتے تمہاری رہنمائی کرتا اور راہ حق کی طرف تمہاری ہدایت کرتا، اور اگر تم اس میں کمی و بیشی کرتے تو تمہیں حدود الٰہی کے ذریعہ نصیحت کرتا اور مستحکم بناتا، اور اگر جنگ سے گریز کرتے تو تمہیں فرار نہ کرنے دیتا ہر صورت میں یہ عمل مستحکم تھا کہ جو اہل ایمان کے لئے فتح و ظفر کا سبب بنتا اور دشمنوں کے لئے سرنگونی کا موجب قرار پاتا، لیکن کس گروہ کی مدد سے میں یہ سب انجام دیتا؟ اور اس جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب و لشکر کے علاوہ کس سے التجا کرتا؟

چاہتا ہوں کہ تمہارے ذریعہ غم کا مداوا اور علاج کروں جبکہ تم ہی میرا درد ہو بالکل اسی طرح کہ کوئی شخص چاہتا ہے کہ اپنے جسم سے ایک کانٹے کے

Presented by Ziaraat.Com

ذریعہ دوسرے کانٹے کو نکالے اور وہ جانتا ہے کہ یہ دونوں کانٹے ایک ہی جنس سے ہیں اور اس کانٹے کا اثر دوسرے کانٹے کی طرح ہے۔ پس میں کس طرح اپنے درد کا مداوا کروں جبکہ تم خود ہی میرے درد ہو اور تم میں سے بعض گروہ دوسرے گروہ کی طرح ہے کہ میں اس گروہ کو ہدایت کروں یا تمہاری۔

پروردگارا! ماہر طبیب اس مرض کے معالجہ سے عاجز ہو چکے اور فکر کے گہرے کنویں میں ریسمان تفکر و عقلمندی سے پانی نکالنے والے ماہرین و مفکرین ناکام ہو چکے ہیں۔

بنی عبس کی ایک خاتون کا امیر المؤمنین علیہ السلام پر اعتراض

کتاب الغارات میں اپنے سلسلہ سند کے ساتھ ابو عون الثقفی بن عُبید اللہ سے روایت ہے:

قَالَ: جَاءَت امْرأةٌ مِنْ بَنی عَبَسٍ وَ عَلیٌّ عَلَیْه السَّلَامُ عَلَی الْمنْبَرِ،فَقَالَتْ:یَا أَمیرَ الْمُوْمنیْنَ! ثَلَاث بَلْبَلنَ الْقُلُوْبَ. قَالَ وَمَا هُنَّ؟ قَالَتْ: رِضَاکَ بِالْقَضِیَّةِ، وَأَخْذُکَ بِالدَّنِیَّة،وَجزَعُکَ عِنْدَ الْبَلِیَّةِ! قَالَ عَلَیْه السَّلَامُ:وَیْحَکِ! اِنَّمَا اَنْتِ امْرَأَةٌ، انطَلِقِي فَاجْلِسی عَلَی ذَیْلِکِ! قَالَتْ: لَا! وَاللهِ مَا مِن جُلُوْسٍ اِلَّا فِی ظِلَالِ السُّیُوْفِ.[1]

۱۔ الغارات، ج ۱، ص ۳۸ و ۳۹، اور اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: اس حدیث کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی ۸ ویں جلد، باب "ماجَرَی مِن الفِتَنِ" میں صفحہ ۶۷۹ سطر ۱۴ پر اور ابن ابی الحدید نے "شرح نہج البلاغہ" میں بغیر کسی کتاب کی طرف نسبت دیئے ہوئے عبارت کے بغیر ذکر کیا ہے کہ: حافظ ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ: ابو عاصم ثقفی نے کہا کہ: ایک عورت آئی۔۔۔تا آخر۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۱، ص ۱۷۹، سطر ۳۱ پر رجوع فرمائیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ابو عون کہتا ہے کہ: امیر المومنین علیہ السلام منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ طائفہ بنی عبس کی ایک عورت حضرتؑ کے قریب آئی اور کہا: اے امیر المومنینؑ تین چیزوں نے دلوں کو پریشان اور غمگین کر دیا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ عورت نے کہا: آپؑ کا راضی ہونا اور حکمیت کے امر کے سامنے سر تسلیم کرنا اور آپؑ کا ایک پست چیز کو اختیار کرنا اور آپؑ کا ان مصیبت و حوادث کے موقع پر گریہ و فریاد کرنا۔

حضرتؑ نے فرمایا: وای ہو تجھ پر! تجھے ان مسائل سے کیا واسطہ؟ تو ایک عورت ہے اپنے گھر جا اور امور خانہ انجام دے!

عورت نے کہا: خدا کی قسم تلوار کے سایہ میں ہر کام انجام دیا جاسکتا ہے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا لوگوں کو جہاد پر آمادہ کرنے کے متعلق خطبہ

کتاب "الغارات" میں اپنے سلسلہ سند سے متصل کرتے ہوئے زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے نہروان اور خوارج سے فراغت کے بعد اپنے پہلے خطبہ میں اس طرح ارشاد فرمایا:

یَا اَیُّهَا النَّاسُ! اِسْتَعِدُّوا اِلَی عَدُوٍّ فِی جِهادِهِمُ الْقُرْبَةُ مِنَ اللهِ وَ طَلَبُ الْوَسِیْلَةِ اِلَیْهِ.

Presented by Ziaraat.Com

اے لوگو! خود کو اس دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار کرلو کہ جس سے جہاد کرنا خدا سے قربت کا سبب ہے اور اس جنگ کا نتیجہ خدا سے ملاقات اور اس کے وصول کا ذریعہ ہے۔

تمہارا دشمن ایسا گروہ ہے کہ جس کے ہاتھ حق سے خالی ہیں، اضطراب و بے چینی کی زندگی گزار رہے ہیں اور بالکل چشم بصیرت نہیں رکھتے اور حق کو نہیں دیکھتے۔ ان کا سرچشمہ ظلم و عداوت ہے، ظلم و ستم ان کے وجود میں بھر چکا ہے کہ جسے نکال نہیں سکتے؛ خدا کی کتاب سے دور ہو چکے ہیں اور اس کی تعلیمات و ہدایات سے بہرہ مند نہیں ہیں، راہ مستقیم سے ہٹ چکے ہیں اور گمراہی و ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں، طغیان و سرکشی کی وادی میں قدم جمائے ہوئے ہیں اور جہالت و نادانی کے اندھیرے میں گرفتار ہیں اور ضلالت و گمراہی کے سمندر میں ہمیشہ غوطہ زن ہیں پس جتنی تمہارے اندر قدرت و استطاعت ہے ان سے دفاع کے لئے خود کو آمادہ کرو اور خداوند متعال پر توکل کرو کہ وہی امور کی حفاظت اور نصرت کے لئے کافی ہے۔

حضرتؑ کے اس خطبہ کے بعد بھی لوگوں نے جہاد کی طرف قدم نہیں بڑھایا اور دشمن سے مقابلہ کے لئے کوچ نہیں کیا اور گھروں سے باہر نہیں نکلے۔

حضرتؑ نے چند روز اسی طرح ان کا انتظار فرمایا اور جب ناامید ہو گئے تو ان کے بزرگوں کو بلایا اور ان کے نظریات حاصل کرنے کی جستجو کی اور جہاد نہ کرنے کی علت اور اس سستی کے سبب سے آگاہ ہوئے۔

Presented by Ziaraat.Com

ان میں سے بعض بیماری کا بہانہ کرتے ہوئے جان بچانے لگے اور بعض نے واضح طور پر جنگ میں جانے سے انکار کر دیا اور بہت کم افراد تھے کہ جو جہاد پر راضی تھے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا لوگوں سے شکوہ

حضرتؑ نے پھر دوبارہ خطبہ ارشاد فرمایا: **عِبَادَ اللهِ! مَالَكُمْ اذَا أَمَرْتُكُمْ اَنْ تَنْفِرُوْا اَثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ؟**

أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيَوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ثَوَاباً؟ وَبِالذُّلِّ وَالْهَوَانِ مِنَ الْعِزِّ خَلَفاً؟ اَوْ كُلَّمَا نَادَيْتُكُمْ اِلَى الْجِهَادِ دَارَتْ أَعْيُنُكُمْ كَأَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِى سَكْرَةٍ!

يَرْتَجُّ عَلَيْكُمْ فتكُمُوْنَ؛ فَكَانَ قُلُوْبَكُمْ مَأْلُوسَةٌ فَأَنْتُمْ لَا تَعْقِلُوْنَ؛ وَكَانَّ اَبْصَارَكُمْ كُمْهٌ فَأَنتُمْ لاَ تَعْقِلُوْنَ؛وَكَانَّ اَبصَارَكُمْ كُمْهٌ فَأَنتُمْ لاَ تُبْصِرُوْنَ.

لله اَنْتُمْ الَّا أُسْوِدُ الشَّرَى فِى الدَّعَةِ، وَثَعَالِبُ رَوَّاغَةٌ حِيْنَ تُدْعَوْنَ۔ مَا اَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُصَالُ بِهِ، وَلَا زَوافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ اِلَيْهَا. يَعَمْرُ الله لَبِئْسَ حُسَاشُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ؛اِنَّكُمْ تُكَادُوْنَ وَلَا تَكِيْدُوْنَ،وَ تَنْتَقِصُ أَطْرَفُكُمْ وَلَا تَتَحاشَوْنَ، وَلَا يُنَامُ عَنْكُمْ وَ أَنْتُمْ فِى غَفْلَةٍ سَاهُوْنَ.

اِنَّ أَخَا الْحَرْبِ الْيَقْظَانُ؛أَوْدَى مَنْ عَفَلَ،وَ يَأْتِى الذُّلُّ مِنْ وَادِعٍ غُلِبَ الْمُتَخَاذِلُونَ، وَالْمَغْلُوْبُ مَقْهُوْرٌ وَمَسْلُوْبٌ.[۱]

اے بندگان خدا! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب میں تمہیں گھروں سے نکلنے کا حکم دیتا ہوں تو زمین سے چپک جاتے ہو؟ کیا تم ابدی و سرمدی حیات کے بدلے زندگانی دنیا پر راضی ہو گئے ہو؟ اور کیا تم پستی و ذلت کو عزت کا جانشین

۱۔ الغارات، ج ۱، ص ۳۳ سے ۳۷ تک۔

گمان کرتے ہو؟ جب بھی میں تمہیں راہ خدا میں جہاد کی دعوت دیتا ہوں تو تمہاری آنکھوں کی پتلیاں اِدھر اُدھر گھومنے لگتی ہیں اور اس قدر خوف و وحشت تاری ہو جاتا ہے گویا سکرات موت تمہارے دامن گیر ہو گئے ہوں۔

سوچنے سمجھنے کے دروازے تم پر بند ہو چکے ہیں اور تمہاری زبان گونگی ہو چکی ہے گویا تمہارے ذہنوں پر جنون و دیوانگی طاری ہو گئی ہے اور تدبر سے کام نہیں لیتے اور تمہاری آنکھیں نابینا ہو گئی ہیں ہرگز کسی شئی کو نہیں دیکھ پاتے ہو!

خوشحال رہو کہ تم خدا کی امانت ہو![1] راحت و آرام سے گھر میں بیٹھ کر ایسا دعویٰ کرتے ہو جیسے فرات کے چھوٹے جنگل میں قدرت مند و شجاع شیر ہو اور میدان جہاد میں اس چال باز لومڑی کے مانند ہو جاتے ہو جو ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں چھپتی پھرتی ہے۔

نہ تم محکم ستون کے مانند ہو کہ جس سے مصیبت و شدت میں پناہ لی جائے اور نہ مایۂ عزت و شرف کہ جس سے متمسک ہوا جا سکے۔

خدا کی قسم تم جنگ کے لئے، بہت بڑی بھڑکانے والی آگ ہو، چال بازی کے شکار ہو جاتے ہو مگر دشمن کو جال میں پھنسانے کی فکر نہیں کرتے، تمہارے بڑے بڑے افراد کم ہوتے جا رہے ہیں اور قتل ہوتے جا رہے ہیں

۱۔ "لِلّٰہِ اَنْتُمْ" آفرین ہو تم پر ہے۔ مگر یہ کلمہ ان کی اہانت و استہزاء کے لئے استعمال کیا ہے مانند (لِلّٰہِ درّکم) یعنی: بس سہی ہے کہ تم خدا کا مال ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

مگر تمہیں کوئی فکر نہیں ہے تمہارا دشمن خواب غفلت سے بیدار ہے اور تم پر غفلت طاری ہے۔

مرد میدان وہ ہے کہ جو بیدار ہو اور جو غافل ہو وہ نابود وہلاک ہو جائے گا اور جو کوئی اپنے دشمن سے مصالحت کرے ذلت و رسوائی کا شکار ہوگا۔

جو لوگ ایک دوسرے کو تنہا چھوڑ دیں اور آپس میں مدد نہ کریں تو وہ مغلوب ہو جاتے ہیں (یعنی دشمن ان پر غلبہ پیدا کرلیتا ہے اور مسلط ہو جاتا ہے اور ایسی صورت میں اس کی جان و مال اور ناموس پر تجاوز ہونے لگتا ہے)... تا آخر حدیث۔

اس خطبہ کو سید رضیؒ نے نہج البلاغہ میں مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے من جملہ: "مَا أَنْتُمْ اِلَّا أُسْودُ الشَّرَى فِى الدَّعَةِ" کو "مَا اَنْتُمْ اِلَّا كَاِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا، فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انتشَرَتْ مِنْ أٰخَرَ "میں تبدیل کیا ہے۔

یعنی تم لوگ اونٹ کے اس گروہ کے مانند ہو کہ جس کا مالک راستہ بھٹک گیا ہے اور وہ جنگل و بیابان میں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہوں پس جب کبھی ایک طرف سے قریب ہوتے ہیں تو دوسری طرف سے بچھڑ جاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المؤمنین علیہ السلام کا جہاد پر ترغیب کے لیے خطبہ

اور اس میں ان جملات کا اور زیادہ اضافہ ہے:

وَ اَیْمُ اَللَّهِ إِنِّی لَأَظُنُّ بِکُمْ أَنْ لَوْ حَمِسَ اَلْوَغَی وَ اِسْتَحَرَّ اَلْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ أَبِی طَالِبٍ انْفِرَاجَ اَلرَّأْسِ.

وَ اَللَّهِ إِنَّ امْرَأً یُمَکِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَفْسِه یَعْرُقُ لَحْمَهُ وَ یَهْشِمُ عَظْمَهُ وَ یَفْرِی جِلْدَهُ لَعَظِیمٌ عَجْزُهُ ضَعِیفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَیْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهِ.

أَنْتَ فَکُنْ ذَاکَ إِنْ شِئْتَ فَأَمَّا أَنَا فَوَاللَّهِ دُونَ أَنْ أُعْطِیَ ذَلِکَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِیَّةِ تَطِیرُ مِنْهُ فَرَاشُ اَلْهَامِ وَ تَطِیحُ اَلسَّوَاعِدُ وَ اَلْأَقْدَامُ وَ یَفْعَلُ اَللَّهُ بَعْدَ ذَلِکَ مَا یَشَاءُ.[۱]

خدا کی قسم میں تمہارے بارے میں جانتا ہوں کہ اگر آتش جنگ بھڑکا دی جائے اور میدان کارزار گرم ہو جائے اور موت جنگ کرنے والے سپاہیوں کو گلے لگانے لگے۔

اس وقت تم فرزند ابوطالب سے ایسے جدا ہو جاؤ گے کہ جیسے جسم سے سر جدا ہو جاتا ہے۔ (جب جسم سے سر جدا ہوتا ہے تو جڑنے کا اطلاق سلب ہو جاتا ہے یا جو سر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے تو وہ دوبارہ نہیں ملتا)

خدا کی قسم جو شخص دشمن کو اپنے اوپر غالب کرے تاکہ وہ اس کا گوشت ہڈیاں سمیت کھا جائے اور اس کی ہڈیوں کو توڑ کر چورا بنا دے اور اس کی کھال کو بدن سے جدا کر دے، وہ نہایت عاجز و ناتوان ہے اور وہ بزدل ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۳۴، طبع عبدہ مصر، ج۱، ص ۸۳ تا ۸۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اے اشعث! اگر تو یہی چاہتا ہے تو ایسے ہی رہ![1] مگر خدا کی قسم اس سے پہلے کہ میں اس طرح بزدلی کا مظاہرہ کروں ننگی تلوار سے دشمن کے سر پر اس طرح وار کروں گا کہ اس کے سر کی ہڈیاں ٹکڑے ہو کر ہوا میں اڑیں گی اور ہاتھ پیر جدا ہو جائیں اور خداوند متعال کے ارادہ کے بعد یہ سب ہوگا اور اس کے بعد فرمایا:

اے لوگوں میں تمہارے اوپر حق رکھتا ہوں اور تم بھی میرے اوپر حق رکھتے ہو۔ تمہارا میرے اوپر حق یہ ہے کہ میں تمہیں وعظ و نصیحت کروں اور تمہاری ہدایت و رہنمائی کروں اور تمہارے حق کو بیت المال سے ادا کروں

۱۔ "امالی" میں ص ۷۸ پر نقل ہوا ہے کہ: جب حضرتؑ نے خطبہ کو یہاں تک پہونچایا کہ تم سب علی بن ابی طالب کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے، تو اشعث بن قیس اپنے مقام سے کھڑا ہوا اور کہا: اے امیر المومنینؑ آپ عثمان کی طرح عمل کیوں نہیں کرتے؟ حضرتؑ نے فرمایا: يَا عُرْفَ النَّارِ وَيْلَكَ!انَّ فعْلَ ابْنِ عَفَّانَ لَمِخْزَاةٌ عَلَى مَنْ لَا دِيْنَ لَهُ وَلَا حُجَّةَ مَعَهُ، فَكَيْفَ وَ اَنَا عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّيَ وَالْحَقُّ فِي يَدِي؟! اے آگ بھڑکانے والے تجھ پر وای ہو عثمان ابن عفان کی روش اس کے لیے راہ فرار ہے کہ جس کا کوئی دین نہ ہو وار اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہو جب کہ میں اپنے پروردگار کی جانب سے راہ حق پر ہوں اور حق میرے ساتھ ہے اور پھر فرمایا: اے اشعث تو اسی طرح رہ اور میں اسی طرح ہوں۔

اور "الغارات" ج۲ میں صفحہ ۴۹۵ پر نقل ہوا ہے کہ: (تو جیسے چاہتا ہے ویسے رہ اور میں اسی طرح رہوں گا) یہ اشعث بن قیس کا جواب تھا اور اس کے حاشیہ میں تحریر ہے کہ: ابن ابی الحدید نہج البلاغہ ج۱، ص ۱۷۸ سطر ۲۱ پر لکھا ہے:

ممکن ہے یہ امیر المومنینؑ کا یہ قول، تم جیسے چاہتے ہو ویسے رہو اور میں اپنے مقام پر ہی رہوں گا، ممکن ہے دشمن سے خطاب ہو بہر حال جس سے بھی ہو لیکن روایت میں اشعث ہی سے خطاب کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ روایت میں صحیح ہو کہ خطاب اشعث سے ہو اور مراد عام لوگ ہوں اور ان سب کو شامل ہو کہ جو اپنے اوپر دشمن کو غالب کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اور تمہیں معارف دین سے آگاہ کروں تاکہ تم جہالت کے اندھیروں میں نہ رہ جاؤ۔ لیکن میرا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ جو تم نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اسے وفاداری سے ادا کرو اور میرے سامنے اور پیچھے میری نصیحت پر عمل کرو اور میں جب بھی تمہیں بلاؤں میری اطاعت کرو اور جو حکم دوں اس پر عمل کرو۔[1]

اور نیز نہج البلاغہ میں وارد ہوا ہے کہ آپؑ نے اپنے اصحاب کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

كَمْ أُ دَارِيْكُمْ كَمَا تُدَارَى البِكَارُ العَمِدَةُ، وَالثِّيَابُ الْمتَدَاعِيَهُ! كُلَّما حِيصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ آخَرَ.

كُلَّما أَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ أَهْلِ الشَّامِ أَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ، وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِى جُحْرِهَا، وَالضَّبُعِ فِى وِجَارِهَا.

الذَّلِيلُ وَاللهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ! وَمَنْ رُمِىَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِىَ بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ إِنَّكُمْ وَاللهِ لَكَثِيرٌ فِى الْبَاحَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ.

وَإِنِّى لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ، وَيُقِيمُ أَوَدَكُمْ وَلَكِنِّى وَاللهِ لاَ أَرَى إِصْلاَحَكُمْ بِإِفْسَادِ نَفْسِى. أَضْرَعَ اللهُ خُدُودَكُمْ وَأَتْعَسَ جُدُودَكُمْ لاَ تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ، وَلاَ تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَإِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ.[2]

۱۔ طبری میں اس خطبہ کو ۳۷ھ کے واقعات کے ضمن میں ج ۵ میں صفحہ ۹۰ پر محمد ابو الفضل ابراہیم کی تحقیق میں نقل کیا ہے اور شیخ مفید نے اپنی " مجالس "۱۸ویں مجلس کے ضمن میں طبع نجف، ص ۸۷ پر اکثر اس خطبے کے فقرات کو نقل کیا ہے اور ابن ابی الحدید نے "شرح نہج البلاغہ "ج ۲ میں صفحہ ۱۸۹ پر اس خطبہ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۶۷، طبع عبدہ مصر، ج ۱، ص ۱۱۷ و ۱۱۸۔

Presented by Ziaraat.Com

میں تم سے کتنا مدارا کروں؟ اس جوان اونٹ کی مانند مدارا کروں جس کی کوہان زیادہ بوجھ کھینچنے کے سبب اندر سے خراب ہوچکی ہے اور ظاہراً سالم دکھائی دیتی ہے (کنایہ ہے کہ جب اونٹ پر زیادہ بوجھ ہوجاتا ہے تو وہ بوجھ اٹھانے سے بھاگتے ہیں تو مالک ان سے مدارا کرتا ہے) اور میں تم سے کب تک اور کتنا مدارا کروں! کیا اس پرانے جامہ کی طرح کہ جسے ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھر پارہ پارہ ہوجاتا ہے۔

کیا ہر بار جب بھی لشکر شام تمہیں نکل کر للکارے تو تم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں جاکر دروازے کو بند کرلے گا اس کیڑے کی مانند کہ جو اپنے سوراخ میں رہ کر کھاتا ہے اور اس پرندے کی مانند جو اپنے ہی گھونسلے میں چھپ جاتا ہے۔

خدا کی قسم ذلیل ورسوا وہ شخص ہے کہ جس کی تم مدد کررہے ہو اور جو تمہاری مدد سے دشمن کی طرف تیر پھینکتا ہے اس کا تیر ٹوٹا ہوا اور بغیر کمان کے ہے۔

خدا کی قسم تم راحت پسند ہو، گھر سے نکل کر تفریح کرتے ہو باغ و باغیچہ اور معاشرے میں جمع ہوکر بہت زیادہ ظاہر ہوتے ہو مگر عزت وشرف اور جہاد کے پرچم تلے نہیں آتے۔

اور یقیناً میں اس چیز کا علم رکھتا ہوں کہ جو تمہاری اصلاح کرے اور تمہیں گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت وصراط مستقیم پر گامزن کردے مگر میں ایسا نہیں کرسکتا کہ تمہاری اصلاح کرکے خود کو فاسد وضایع کرلوں۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال تمہیں رسوا کرے اور تمہارے جو مقدر میں ہے اسے ہلاک و نابود کرے تم جتنی باطل کی معرفت رکھتے ہو حق کی نہیں رکھتے اور جس حد تک حق کو باطل اور متزلزل کرنے کی کوشش میں ہو اتنی باطل کو مٹانے کی فکر میں نہیں ہو۔

اور نہج البلاغہ میں وارد ہوا ہے:

امّا بعد، راہ خدا میں جہاد؛ جنت کے دروازوں میں سے ایک در ہے کہ جو خداوند عالم نے اپنے خاص اولیاء کے لئے کھولا ہے۔ جہاد لباس تقویٰ اور خدا کی محکم و مضبوط سپر ہے۔

جو شخص جہاد سے فراری اختیار کرے اور اسے ترک کرے تو خداوند متعال اس کے جسم پر ذلت و رسوائی کا لباس پہنا دیتا ہے اور اسے ذلت خواری و حقارت میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس پر معارف و حقایق کشف کرنے کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور حکومت حق اس سے اپنے چہرے کو موڑ لیتی ہے اور سختیاں اس کے سامنے ظاہر ہونے لگتی ہیں اور وہ عدالت سے محروم رہ جاتا ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے تمہیں بار بار اس قوم سے جہاد کی دعوت دی ہے اور کہا ہے کہ: قبل اس کے کہ وہ تم پر جنگ مسلط کریں تم خود ان سے جنگ کے لئے آمادہ ہو جاؤ۔ خدا کی قسم کسی قوم اور گروہ کے ساتھ انہیں کے قریہ میں جنگ ہونا انہیں خاک میں ملا دیتا ہے: (اِغْزُوْهُمْ قَبْلَ اَنْ يَغْزُوْكُمْ، فَوَ اللهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ فِيْ عُقْرِ دَارِهِمْ اِلَّا ذَلُّوْا) اور تم میں سے ہر ایک نے اپنی

ذمہ داری کو دوسرے کے دوش پر ڈال دیا ہے اور ایک دوسرے کو تنہا چھوڑ دیا ہے اور ذلیل و رسوا کر دیا ہے اور باہمی مدد سے گریز کر رہے ہو اور ذلت و رسوائی کے زیر سایہ چلے گئے ہو اس حد تک کہ دشمن کی طرف سے قتل و غارت برابر تم پر جاری ہے اور تمہاری زمینوں کو چھینا جا رہا ہے۔

یہاں تک کہ اخو غامِد اپنے لشکر کے ساتھ شہر انبار میں داخل ہو چکا ہے اور حسّان بن حسان بکری کو قتل کر کے تمہارے لشکر کو سرحد سے بھگا دیا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان میں سے ایک شخص مسلمان خاتون کے گھر میں داخل ہوا اور پھر ایک کافر ذمی خاتون کے گھر میں وارد ہوا اس کی پازیب، گردن بند، گوشوارے اور دست بند اتار کر لے گیا اور اس خاتون کے پاس دفاع کرنے کا کوئی راستہ موجود نہ تھا مگر یہ کہ برابر گریہ وزاری کر کے خدا کی قسم دے رہی تھی۔

اور اس کے بعد وہ تمام لشکر اس طرح انبار سے پلٹا کہ نہ ان کے لشکر کا کوئی سپاہی کم ہوا اور نہ کسی کے زخم آیا نہ قتل ہوا۔ پس کوئی مسلمان اس حادثہ کو سن کر افسوس میں مر جائے تو وہ سرزنش کا حقدار نہیں ہے بلکہ میرے پاس رہ کر مرنا بہتر و سزاوار ہے۔

فَیَا عَجَباً! خدا کی قسم یہ دیکھ کر جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے انسان کو غصہ آ جاتا ہے کہ یہ قوم ستمکار باطل پر رہ کر اتحاد رکھتی ہے اور تم حق پر رہ کر بھی ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

پس خدا تمہارے ساتھ برا کرے، غم واندوہ تمہیں ہر طرف سے گھیر رہا ہے ہر طرف سے تم پر تیروں کی بارش ہو رہی ہے تمہیں بر باد کیا جارہا ہے اور تم بیٹھے ہو اور انہیں بھگا نہیں رہے ہو وہ تم سے جنگ کررہے ہیں اور تم بے فکری سے پڑے ہو وہ خدا کی مخالفت کر رہے ہیں اور تم راضی ہو۔

اگر میں تمہیں جہاد کا حکم دیتا ہوں اور گرمی کے موسم میں ان پر حملہ آور ہونے کی دعوت دیتا ہوں تو تم کہتے ہو: یہ وقت شدت گرمی کا ہے کچھ ہمیں مہلت دیں تاکہ گرمی کچھ کم ہو جائے۔

اور سردی کے دنوں میں تمہیں چلنے کی دعوت دیتا ہوں تو کہتے ہو کہ: یہ تو بے حد سردی کا موسم ہے کچھ مہلت دیں تاکہ سردی ختم ہو جائے۔

یہ تمام بہانے سردی اور گرمی سے فرار ہونے لیے کے ہیں پس تم گرمی و سردی سے اس طرح فرار کر رہے ہو تو شمشیر سے یقنا اس سے زیادہ فرار اختیار کروگے۔

يَا أَشْبَاهُ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ؛حُلُوْمُ الأَطْفَالِ، وَعُقُوْلُ رَبَّاتِ الحِجَالِ! لَوْدَوْتُ انِّى لَمْ أَرَكُمْ وَلَمْ أَعْرِفْكُمْ؛مَعْرِفَةٌ وَاللهِ جَرَّتْ نَدَماً وَ أَعْقَبْتَ سَدَماً.

اے وہ کہ جو مردوں کے مشابہ ہو لیکن مرد نہیں ہو تمہاری فکریں بچوں کی طرح ہیں اور تمہاری عقلیں نوعروس کی طرح پھولوں کے حجرے میں بند ہیں اے کاش میں نے تمہیں نہ دیکھا ہوتا اور نہ پہچانا ہوتا۔

خدا کی قسم تمہاری معرفت پشیمانی کا سبب ہے اور غم واندوہ لاتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

خدا تمہیں ہلاک کرے! تم نے میرے دل کو پیپ اور خون سے بھر دیا ہے اور سینہ کو غیظ و غضب کا خزینہ بنا دیا ہے اور یکے بعد دیگرے غصہ کے پیالے پلائے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے میرے مشورے کو ٹھکرا دیا یہاں تک کہ قریش کہہ اٹھے: ابو طالب کا بیٹا شجاع ہے مگر جنگ کا ہنر نہیں رکھتا۔

ان کے اجداد کی جزا خدا انہیں دے! کیا قریش میں کسی ایک کی بھی مہارت جنگ مجھ سے زیادہ ہے؟ اور اس میدان میں کسی کا قدم مجھ سے آگے رہا ہے؟ میں نے دینِ خدا کے دفاع کی خاطر میدان جنگ میں قدم رکھا اور انقلاب برپا کر دیا جبکہ میری عمر بیس برس سے زیادہ نہیں تھی اور اس وقت میری عمر ساٹھ برس سے زیادہ ہو چکی ہے مگر کسی کی فکر و مشورہ ایسا نہیں ہے کہ جس کی اطاعت نہ کی جائے۔[۱]

امیر المؤمنین علیہ السلام کا اپنے اصحاب سے شکوہ کرنا

اور نیز حضرتؑ کا اپنے اصحاب سے شکواہ بھی نہج البلاغہ میں ذکر ہے:

أَيُّهَا النَّاسُ الْمُجْتَمِعَةُ أَبْدَانُهُمْ الْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ! كَلَامُكُمْ يُوهِي الصُّمَّ الصِّلَابَ وَ فِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيكُمُ الْأَعْدَاءَ. تَقُولُونَ فِي الْمَجَالِسِ كَيْتَ وَ كَيْتَ، فَإِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ حِيدِي حَيَادِ.

مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ، وَ لَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ، أَعَالِيلُ بِأَضَالِيلَ،دِفَاعَ ذِي الدَّيْنِ الْمَطُولِ، لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيلُ، وَ لَا يُدْرَكُ الْحَقُّ إِلَّا بِالْجِدِّ.

أَيَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُونَ؟ وَ مَعَ أَيِّ إِمَامٍ بَعْدِي تُقَاتِلُونَ؟

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷، طبع عبدہ مصر: ج۱، ص ۶۷ تا ۷۰۔

Presented by Ziaraat.Com

الْمَغْرُورُ وَ اللهِ مَنْ غَرَرْتُمُوهُ، وَ مَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللهِ بِالسَّهْمِ الْأَخْيَبِ، وَ مَنْ رَمَى بِكُمْ فَقَدْ رَمَى بِأَفْوَقَ نَاصِلٍ.

أَصْبَحْتُ وَ اللهِ لَا أُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ، وَ لَا أَطْمَعُ فِي نَصْرِكُمْ، وَ لَا أُوعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ. مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَاؤُكُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ الْقَوْمُ رِجَالٌ أَمْثَالُكُمْ!

أَقْوَالًا بِغَيْرِ عَمَلٍ، وَ غَفْلَةً مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ، وَ طَمَعاً فِي غَيْرِ حَقٍّ؟[1]

اے وہ لوگوں کہ جن کے بدن ایک ساتھ ہیں مگر افکار مختلف ہیں۔

گفتگو میں اتنے محکم ہو کہ تمہاری باتیں سخت پتھر کو بھی توڑ کر چورا بنا دیتی ہیں مگر تمہارا کردار اتنا کمزور وضعیف ہے کہ تمہارا دشمن بھی لالچ میں آجاتا ہے محافل و مجالس میں تو شجاعت کے نعرے لگاتے ہو اور جب جنگ کا موقع ہوتا ہے تو الفرار تمہارا ورد زبان ہوتا ہے۔

جو تمہیں میدان جنگ کی دعوت دے اس کی عزت محفوظ نہیں ہے کیونکہ تم اسے ذلیل ورسوا کردوگے اور اس شخص کا دل ہمیشہ اضطراب و نگران ہے کہ جو تمہیں سختیوں سے نجات دے کیونکہ تم گمراہ ہونے کا بہانہ رکھتے ہو (تمہارا ہر بہانہ گمراہ و باطل ہے) تم اس جنگ کو کہ جو تمہارے لئے لازم و ضروری ہے کہ جلد انجام دو اس مقروض کی طرح تاخیر کر رہے ہو کہ جو بغیر عذر کے قرض ادا کرنے میں دیر کرتا ہے۔ ذلیل شخص اپنا دفاع نہیں کرسکتا ہے اور حق کو استحکام و کوشش ہی کے ذریعہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۹، طبع عبدہ مصر: ج۱، ص ۷۳ تا ۷۵۔

جب تم اپنے گھر کا دفاع نہیں کر رہے ہو تو پھر کس کے گھر کا دفاع کروگے؟ اور میرے بعد کس امام کی ولایت میں جنگ کروگے؟

خدا کی قسم فریب خوردہ وہی شخص ہے کہ جس کو تم نے دھوکا دیا ہو اور جو شخص تمہاری مدد سے نجات پا جائے وہ بدنصیب ہے اور اس کے حق میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا اور جو تمہاری مدد و نصرت کے ذریعہ میدان میں تیر چلاتا ہے وہ اسی طرح ہے کہ ٹوٹا ہوا تیر بغیر کمان سے چلا رہا ہو۔

میری وضعیت یہی ہے کہ میں اس اقدام کو یہیں روکتا ہوں جبکہ تمہاری ان باتوں کو سچ نہیں کہتا اور مجھے تمہاری مدد کی کوئی خواہش نہیں ہے اور تمہاری مدد سے دشمن کو خوف نہیں دلا سکتا۔

تمہاری فہم و فراست کس طرح ہے؟ تمہاری دوا کیا ہے؟ تمہارا علاج کیا ہے؟

آخر یہ دشمن بھی تو تمہاری طرح انسان ہیں! کیا بغیر کردار کے زبان چلانے کا کوئی فائدہ ہے؟ تم بولنے میں آگے ہو کردار کچھ نہیں رکھتے ذرّہ برابر پاکیزگی و تقویٰ نہیں رکھتے ہو، خواب غفلت کے شکار ہو حق کے علاوہ خواہشات رکھتے ہو۔

دوسرے خطبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ أَصْبَحَتِ الْأُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ رُعَاتِهَا وَ أَصْبَحْتُ أَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِي.

ساری قوم وملتیں اپنے حاکموں کے ظلم وستم سے خوفزدہ ہیں اور میں اپنی رعایاکے ظلم سے۔ یہاں تک کہ فرماتے ہیں:

أَيُّهَا اَلْقَوْمُ اَلشَّاهِدَةُ أَبْدَانُهُمْ، اَلْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُولُهُمْ، اَلْمُخْتَلِفَةُ أَهْوَاؤُهُمْ، اَلْمُبْتَلَى بِهِمْ أُمَرَاؤُهُمْ! صَاحِبُكُمْ يُطِيعُ اَللَّهَ وَ أَنْتُمْ تَعْصُونَهُ؛ وَ صَاحِبُ أَهْلِ اَلشَّامِ يَعْصِي اَللَّهَ وَ هُمْ يُطِيعُونَهُ.

لَوَدِدْتُ وَ اَللَّهِ أَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِي بِكُمْ صَرْفَ اَلدِّينَارِ بِالدِّرْهَمِ، فَأَخَذَ مِنِّي عَشَرَةَ مِنْكُمْ وَ أَعْطَانِي رَجُلاً مِنْهُمْ.[1]

اے وہ لوگوں کہ جن کے بدن تو حاضر ہیں مگر عقل غائب ہے! جن کی افکار مختلف ہیں اور جن کے سردار انہیں میں گرفتار ہوگئے ہیں۔ تمہارا ساتھی خدا کی اطاعت و پیروی کرتا ہے اور تم اس کی مخالفت کرتے ہو اہل شام خدا کی معصیت انجام دیتے ہیں اور ان کالشکر ان کی اطاعت کرتا ہے۔

خدا کی قسم میں کتنا چاہتا ہوں کہ معاویہ تمہارا مجھ سے دینار کا درہم میں سودہ کرے تم میں سے دس افراد کو لے جائے اور اپنا ایک مجھے دے دے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کے خطبات؛ ادب، اخلاق، عزت و شرف کے سبق ہیں

امیر المومنین علیہ السلام اپنے ان خطبوں اور عمیق گفتگو کے ذریعہ ان کی روح و جان اور حسّ باطنی سے کلام کرکے اسے زندہ کررہے تھے اور ان لطائف و اشارات وکنایات اور مختلف اعتبار سے حقیقت کو سمجھا رہے تھے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۹۵، طبع عبدہ مصر: ج۱، ص ۱۸۷و۱۸۸۔

Presented by Ziaraat.Com

جب جنگ صفین کے شروع میں معاویہ نے آپؑ کے لشکر پر پانی بند کر دیا تو آپ نے خطبہ کے ضمن میں فرمایا:

فَالْمَوْتُ فِی حَیَاتِکُمْ مَقْھُوْرِیْنَ، وَالْحَیٰوۃُ فِی مَوْتِکُمْ قَاھِرِیْنَ۔[1]

حقیقت میں دنیا؛ ادب واخلاق اور عزت وشرف کی درسگاہ ہے اور اگر اس کی شرح وتفسیر میں کتاب تحریر کی جائے تو بہتر ہے۔

فرماتے ہیں: اگر تم دشمن سے مغلوب ہو کر زندہ رہو تو در اصل مردہ ہو اور اگر دشمن پر غلبہ پانے کی راہ میں مر جاؤ تو زندہ ہو۔

اس قدر سستی وکاہلی نے حضرتؑ کو خستہ وبے حال کر دیا ہے کہ موت کا انتظار کر رہے ہیں اور جب ابن ملجم مرادی کی تلوار (یا خوخ)[2] سر مبارک پر لگی تو آواز دی فُزْتُ وَ رَبِّ الْکَعْبَۃ محراب کی خاک سر میں ڈالتے ہوئے کہتے تھے: مِنْھَا خَلَقْنٰکُمْ وَ فِیْھَا نُعِیْدُکُمْ وَ مِنْھَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی۔[3]

صلواتُ اللہ عَلَیْک وَصَلواتُ مَلٰئِکَتِہ الْمُقَرَّبِیْنَ وَاَنْبِیَائِہِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ یَا امیرَ المومنینَ۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۵۱، طبع عبدہ مصر: ج۱، ص۱۰۰۔

۲۔ "یا خوخ" سر کے آگے والے اس حصہ کو کہتے ہیں کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ نازک ونرم ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن ملجم کی تلوار آپؑ کی پیشانی پر نہیں بلکہ اسی نرم و نازک حصہ کو کاٹتی ہوئی دماغ تک اثر کر گئی تھی۔

۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۵۵۔

Presented by Ziaraat.Com

اکیسویں مجلس

قیامت کی نشانیاں و علامات

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِالله منَ الشَّيطانِ الرَّجيم
بِـسْـمِ الله الـرَّحْمـنِ الـرَّحـيمِ
اَلْحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدنَا مُحَمَّدْ وَّآلِه الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ الله عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاَنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِالله الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔[1]
قَالَ اللهُ الْحَكِيْم فِى كِتَابِهِ الْكَرِيْم:
"بِسْمِ الله الرَّحْمنِ الرَّحِيْمِ فَهَلْ يَنظُرُوْنَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا۔"[2]

کیا یہ کافر و مشرک قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ اچانک ان کے پاس آ جائے؟ جبکہ اس کی علامتیں ظاہر ہو گئی ہیں۔

گذشتہ مجلس میں عالم قیامت کا ذکر کرتے ہوئے منجملہ وہ روایات بیان کیں کہ جن میں تواتر کے ساتھ ذکر ہوا ہے کہ جب قیامت برپا ہو گی تو لوگوں کی حالت بدل جائے گی اور انسانیت ختم ہو جائے گی۔

---

۱ - یہ مطالب اکیسویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲- سورہ محمد، آیت ۱۸۔

Presented by Ziaraat.Com

زمین پر فسق و فجور اور فسادات زیادہ بڑھ جائیں گے۔ رحم و انصاف اور مروت مٹ جائے گی، لوگوں کی ناموس کا احترام نہیں کیا جائے گا، غرباء اور فقراء کی مدد نہیں کی جائے گی۔ بزرگوں کا احترام نہیں کیا جائے گا اور لوگوں کے درمیان عدل و قانون سے فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ گذشتہ مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجۃ الوداع[1] کے موقع پر خانہ کعبہ کی دیوار پر دست مبارک رکھ کر جو حدیث ارشاد فرمائی تھی اور اس وقت سب سے نزدیک لوگوں میں آپؐ کے حضرت سلمان فارسیؒ تھے، تفسیر علی بن ابراہیم سے عبد اللہ بن عباس کی سند کے ساتھ نقل کی ہے حقیقتاً عظیم مضمون رکھتی تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث منصور دیوانقی کے ہمراہ

اب یہاں ایک دوسری روایت کہ جسے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے روضہ کافی میں اپنی سند کے ساتھ حمران بن اعین سے نقل کیا ہے، بیان کرتے ہیں۔

حمران بن اعین؛ زرارہ اور عبد الملک و بکر بن اعین کے بھائی ہیں اور یہ تمام راویان حدیث ہیں۔ حمران کہتے ہیں: ایک روز ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھے شیعوں کی مصیبت اور ان کی پریشان حالی

۱۔ 'فَعْلَة' یہ وزن ایک مرتبہ پر دلالت کرتا ہے مگر (فِعْلَة) کیفیت و ھیئت کو بیان کرتا ہے جیسے جلستُ جِلسَةَ العبد، یعنی غلاموں کی طرح بیٹھا۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے (حجۃ الوداع) زیر کے ساتھ صحیح ہے نہ کہ زبر کے یعنی ایک خاص صورت و کیفیت میں حج انجام دیا کہ جو واقعی صورت تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور حکومت بنی عباس کے شان و شوکت اور شیعوں پر مظالم ڈھانے کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔

حضرت نے فرمایا: میں ایک دن ابو جعفر منصور دوانیقی کے ساتھ جارہا تھا اور منصور گھوڑے پر بیٹھا ہوا کہ جس کے آگے پیچھے گھوڑے سواروں کا گروہ احاطہ کئے ہوئے، جارہا تھا اور منصور بڑی شان و شوکت کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا اور میں بھی ایک خچر پر بیٹھا منصور کے کنارے چل رہا تھا۔ منصور نے میری طرف رخ کیا اور کہا: اے ابا عبد اللہ! جو خدا نے مجھے قدرت وجلالت عنایت کی ہے اور میرے لئے عزت و شوکت کے دروازے کھولے ہیں تمہیں بھی اس پر خوشحال ہونا چاہیئے۔ لیکن لوگوں کو اس بات سے آگاہ نہ کریں کہ تم اور تمہارے اہل بیتؑ، حکومت وولایت میں مجھ سے بہتر ہیں۔ کیونکہ یہ آپ کا کہنا خود تمہارے لئے باعث ضرر ہوگا اور وہ میرے مقابل کھڑے ہوں گے اور نتیجہ میں مجھے ان کے خلاف قدم اٹھانا پڑے گا۔

حضرت نے فرمایا: میں نے منصور سے کہا: جس نے بھی تجھے یہ خبر دی ہے اور میری طرف سے تجھ سے نقل کیا ہے درحقیقت جھوٹ ہے۔

منصور نے کہا: کیا آپؑ اس بات پر قسم کھا سکتے ہیں؟

میں نے کہا: لوگ باتوں کو سنتے ہیں اور انہیں بدل کر نقل کرتے ہیں یعنی یہ چاہتے ہیں کہ تمہاری اچھی نیت کو میری نسبت بدل دیں اور تفکرات کو بدگمانی میں تبدیل کردیں ان کی باتوں پہ کان مت دھرو اور ان کی باتوں کو

Presented by Ziaraat.Com

دل میں جگہ مت دو کیونکہ جتنی تمہیں ہماری ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ ہمیں تمہاری ضرورت ہے؟!

منصور نے کہا: کیا تمہیں یاد ہے کہ میں نے منصب خلافت پر پہونچنے سے پہلے ایک دن آپؑ سے سوال کیا تھا کہ دولت و حکومت ہمیں نصیب ہوگی؟ اور آپؑ نے جواب میں فرمایا تھا: ہاں ایک لمبی مدت کے لئے تجھے حکومت و قدرت نصیب ہوگی اور خدا تجھے مہلت دے گا۔ اور تو حکومت و ریاست میں وسعت پیدا کرے گا اور دنیا تیری طرف اس حد تک رخ کرے گی کہ تو حرام مہینے میں ہمارے خون کہ جو حرام ہے، سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرے گا۔

منصور نے جب یہ کہا تو میں سمجھ گیا کہ جس حدیث کو میں نے اس سے نقل کیا تھا اسے یاد ہے۔ میں نے منصور کے جواب میں کہا: میں نے اس حدیث میں اس ظلم میں تجھے مخصوص نہیں کیا تھا اور شاید خداوند متعال تیری کفالت کرے اور یہ کام تیرے ہاتھوں انجام نہ پائے!

اور اس کے علاوہ وہ فقط ایک حدیث تھی کہ جس کو میں نے بیان کیا تھا ممکن ہے تیرے علاوہ کوئی اور تیرے ہی خاندان سے اس عمل کو انجام دے۔

منصور یہ سن کر خاموش ہوگیا۔

جب میں منصور کی قیامگاہ سے اپنے گھر واپس ہوا میرے بعض چاہنے والے کہ جنہوں نے مجھے اس کے پاس دیکھا تھا، میرے گھر آئے اور کہا: ہماری

Presented by Ziaraat.Com

جان آپ پر فدا ہو۔ ہم نے آپؑ کو آج منصور کے پاس عجیب حالت میں دیکھا، آپؑ ایک خچر پر سوار تھے اور وہ ایک گھوڑے پر اور آپ اس کے پہلو میں چل رہے تھے اور وہ کبھی کبھی اپنے گھوڑے سے آپ کی طرف رخ کرتا اور حاکمانہ انداز میں گفتگو کرتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپؑ اس سے مغلوب ہو رہے ہوں۔ ذہن میں خیال آیا کہ حضرت تمام لوگوں پر اللہ کی حجت ہیں اور صاحب امر و منصب ولایت پر فائز ہیں لوگوں کے پیشواں ورہبر ہیں لوگوں کو چاہیئے کہ ان کی اطاعت کریں؛ اور یہ اس ظالم کی خدمت میں ہیں کہ جو لوگوں پر ظلم و ستم کرتا ہے اور اولاد نبیؐ کو قتل کرتا ہے اور بے گناہوں کا خون زمین پر بہاتا ہے، اس منظر کو دیکھ کر کہ آپؑ ایک خچر پر سوار اور وہ گھوڑے پر، ہمارا دل وسوسہ کرنے لگا اور ہم اپنے دین و ایمان کی نسبت اپنے نفسوں سے ڈرنے لگے۔

حضرتؑ نے فرمایا: میں نے ان لوگوں سے کہا: اگر تم ان فرشتوں کی صفوں کو دیکھ لیتے کہ جو میرے چاروں طرف طواف کر رہے تھے! تو منصور کو ہر لحاظ سے حقیر جانتے! اور اس مقام اور جس شان و شوکت سے وہ گھوڑے پر سوار تھا حقیر نظر آتا!

انہوں نے کہا: اب ہمارے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا اور اس کے بعد کہا: اس ظالم و ستمگر کی حکومت کب تک رہے گی اور لوگ کب آرام و سکون کی سانس لیں گے؟

میں نے کہا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہر چیز کی ایک مدت معین ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

کہا: جی ہاں۔

میں نے کہا: کیا جانتے ہو کہ اگر ہمارا امر (یعنی ظہور و قیام کا حکم) آجائے تو یہ پلک جھپکنے سے پہلے انجام پاسکتا ہے؟ اگر تم یہ جان لو کہ وہ خدا کے نزدیک کتنے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے تمہارے بغض و عداوت میں ان کی نسبت روز بروز اضافہ ہوتا جائے گا اور اگر تم یا روی زمین کے سارے افراد ملکر بھی کوشش کریں کہ وہ جس گناہ کا شکار ہیں اس سے بدتر سخت تر گناہ میں مبتلا کریں، تو نہیں کر سکتے!

فَلَا يَسْتَفِزَّنَّكَ الشيطَانُ؛[1] وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ.[2]

تجھے شیطان دھوکا نہ دے دے، کیونکہ بے شک عزت خدا اور رسول اور مومنین سے مخصوص ہے لیکن منافقین نہیں جانتے۔

کیا تم نہیں جانتے کہ جو ہمارے امر کے ظہور کا انتظار کرے اور خوف و اذیت پر صبر کا مظاہرہ کرے وہ روز قیامت ہمارے گروہ میں ہوگا؟

پھر یہاں سے حضرت آخری زمانے کے علامات اور امام عصر عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور و رجعت اور قیامت سے پہلے واقع ہونے والے حوادث کو بیان کرنا شروع فرماتے ہیں۔ تمام لوگوں کے کردار و رفتار اور ان کی مظلومیت اور وہ جن گناہوں میں مبتلا ہوں گے ایک ایک کو بیان کرتے ہیں

۱۔ سورۂ اسراء، آیت ۶۴- وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ، سے اقتباس۔

۲۔ سورۂ منافقون، آیت ۸- وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ سے اقتباس۔

Presented by Ziaraat.Com

کہ جو اگر بیان کئے جائیں تو اسی معمولی کتاب کے چار صفحوں سے زیادہ ہو جائیں گے۔

اور پھر حضرت انہیں تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خدا ہمیشہ ہمارے ساتھ ہے خدا نے چاہا تو ہمارے فرج کا وقت نزدیک ہوگا۔

وَاَعْلَمْ اَنَّ اللهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ،[1]
إِنَّ رَحْمَةَ اللهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ -[2][3]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث میں آخری زمانے کی علامتیں

صدوق علیہ الرحمہ نے کتاب خصال میں ابو الطفیل سے انہوں نے حذیفہ ابن اسد سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم قیامت اور اس کے شرائط و علامات کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے رسول خدا ﷺ کہ جو ہمارے قریب حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ہماری گفتگو سے آگاہ ہوئے اور فرمایا:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّي تَكُونَ عَشْرُ ءايَاتٍ: الدَّجَّالُ، وَ الدُّخَانُ، وَ طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَ دَابَّةُ الأَرْضِ، وَ يَأْجُوجُ وَ مَأْجُوجُ وَ ثَلَاثُ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَ خَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ،

۱۔مذکورہ تین آیات سے اقتباس۔(۱) سورۂ توبہ، آیت ۱۲۰، إِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ. (۲) سورۂ ہود، آیت ۱۱۵، وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ. (۳) سورۂ یوسف، آیت ۹۰، إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ.

۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۵۶ سے اقتباس۔

۳۔ روضہ کافی، طبع مطبعۂ حیدری، ص ۳۶ سے ۴۲ تک۔

Presented by Ziaraat.Com

وَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوقُ النَّاسَ إِلَي الْمَحْشَرِ، تَنْزِلُ مَعَهُمْ إِذَا نَزَلُوا وَ تَقِيلُ مَعَهُمْ إِذَا قَالُوا.[۱]

اس وقت تک قیامت بر پا نہیں ہو گی۔ جب تک دس نشانیاں رونما نہ ہو جائیں: دجال کا آنا، آسمان پر دھویں کا ظاہر ہونا، سورج کا مغرب سے نکلنا، چوپائے کا زمین سے برآمد ہونا، یاجوج وماجوج کا خروج کرنا، زمین کا تین حصوں میں پھٹ کر دھنس جانا ایک حصہ مشرق کی جانب سے اور ایک مغرب کی اور ایک جزیرۃ العرب سے، اور ایسی آگ کا لگنا کہ جو لوگوں کو محشر کی یاد دلائے۔ یہاں تک کہ وہ آگ جہاں بھی لوگ جائیں گے ادھر ہی جاتی رہے گی اور جہاں بھی لوگ آرام کی غرض سے رکیں گے وہ بھی رک جائے گی۔

یہ حدیث خصال میں طبع سنگی میں مذکور ہے لیکن علامہ مجلسی نے بحار میں باب اشراط السَّاعۃ میں اپنی سلسلۂ سند سے متصل کرتے ہوئے ابو الطفیل سے انہوں نے حذیفہ بن اسید سے نقل کی ہے لیکن آخری جملہ کی جگہ یہ جملہ ذکر فرمایا ہے: وَ تُقْبِلُ مَعَهُمْ اِذَا اَقْبَلُوْا۔ یعنی جہاں بھی لوگ جائیں وہیں آگ بھی جائے گی۔[۲]

جی ہاں! اس حدیث میں قیامت کے ظاہر ہونے کی نو علامات ذکر ہوئی ہیں البتہ دسویں علامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا ہے اور اس کی

۱۔ خصال، باب العشرۃ، حدیث ۱۳اور طبع حیدر: ص۴۳۱و۴۳۲۔

۲۔ بحار الانوار، طبع حروفی، ج۶، ص ۳۰۳۔

Presented by Ziaraat.Com

دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کو صحیح مسلم میں ابو الطفیل نے حذیفہ بن اسید غفاری سے نقل کیا ہے اور نو نشانیوں کے علاوہ کہ جن کا ہم نے یہاں تذکرہ کیا ہے، دسویں علامت یعنی نزول حضرت عیسیٰ بن مریم کا بھی ذکر کیا ہے۔[۱]

قیامت کی علامات میں سے دس حادثوں کا رونما ہونا

اور دوسری دلیل کہ خصال میں صدوق نے اپنی سند سے متصل کرتے ہوئے حذیفہ بن اسید سے روایت کی ہے یَقُولُ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَ ءَاله يَقُولُ: عَشْرُ ءَايَات بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةَ: خَمْسٌ بِالْمَشْرِقِ وَ خَمْسٌ بِالْمَغْرِبِ. فَذَكَرَ الدَّآبَّةَ، وً الدَّجَّالَ، وَ طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَ عِيسَي بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلاَ مُ، وَ يَأْجُوجَ وَ مَأْجُوجَ، وَ أَنَّهُ يَغْلِبُهُمْ وَ يُغْرِقُهُمْ فِي الْبَحْرِ؛ وَ لَمْ يَذْكُرْ تَمَامَ ا لاْ يَاتِ.[۲]

حذیفہ کہتے ہیں: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ فرماتے ہیں: دس نشانیاں قیامت سے پہلے رونما ہوں گی: پانچ نشانیاں مشرق کی جانب سے اور پانچ مغرب کی، اور پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دابّہ، دجّال، مغرب کی جانب سے سورج کا طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور یاجوج وماجوج اور ان کا مغلوب ہوکر دریا میں غرق ہونا، وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا اور باقی علامات کا ذکر نہیں فرمایا۔ جس روایت کو ہم نے سلسلۂ سند کے ساتھ مختلف

۱۔ صحیح مسلم طبع محمد فؤاد عبد الباقی، بیروت، ج ۴، کتاب الفتن واشراط السّاعة، ص ۲۲۲۵ و ۲۲۲۶۔

۲۔ خصال، باب العشرة، حدیث ۴۶ اور طبع حیدر: ص ۴۴۶ و ۴۴۷ اور نیز اسی باب کی حدیث نمبر ۵۲ میں اسی روایت کو مختصر اختلاف لفظ اور سلسلہ سند کو متصل کرتے ہوئے ابی الطفیل نے حذیفہ سے ذکر کیا ہے اور اس میں حضرت عیسیٰؑ کے خروج کو بھی بیان کیا ہے مگر اس میں دخان کا ذکر نہیں کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

الفاظ میں ذکر کیا ہے اس طرح کی مختلف سندوں اور مضامین کے ساتھ اور دوسری روایات بھی ذکر ہوئی ہیں کہ جن کا اجمالاً قرآن مجید کی اس آیت سے بھی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے:

قیامت کی علامات سے متعلق قرآن کریم کی آیات سے استفادہ

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ.[1]

کیوں یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور اس بات کے منتظر ہیں کہ آسمان سے ان کی طرف فرشتے نازل ہوں یا تمہارا پروردگار ان کی طرف آئے، یا خدا کی بعض نشانیاں ان کی طرف آئیں اور وہ ان کا مشاہدہ کریں؟

یعنی: اے میرے نبیؐ جس دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں لوگوں پر ظاہر ہوں گی تو لوگ ان نشانیوں کے مشاہدے کی وجہ سے ایمان لانے پر مجبور ہوں گے لیکن ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اضطراری اور مجبوری میں ایمان کا کوئی اثر وفائدہ نہیں ہوتا ہے۔ اے میرے نبیؐ ان لوگوں سے کہہ دو تم اس دن کا انتظار کرو اور ہم بھی اس دن کے مشاہدے کا انتظار کررہے ہیں کہ جس دن تمہارے درد کا کوئی مداوا نہیں ہے۔

اس آیت شریفہ میں جو نشانیاں اس وقت تک ظاہر ہوچکی ہیں مانند آندھی و طوفان کا آنا آسمان سے بارش وغیرہ کا برسنا زلزلے آنا مراد نہیں ہیں

۱۔ سورۂ انعام، آیت ۱۵۸۔

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہیں اور ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ ایسی خارق العادہ اور عجیب نشانیاں ہوں گی کہ جنہیں ابھی تک نہیں دیکھا ہے۔ لہٰذا وہ ایسی آیات ونشانیاں ہیں کہ جو قدرت خدا کا خارق عادت اور عرف عام کے برعکس جلوہ دکھائیں گی اور ان علامات و نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد کافر ومشرک سرپیچی نہیں کر سکتے ہیں۔

آیت ذیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مغرب سے سورج کے طلوع ہونے یا بعض خارق العادت علامات پر منطبق کیا جاسکتا ہے:

قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا۔[۱]

جب ذوالقرنین نے اپنی قوم کی حفاظت کے لئے اور انہیں نجات دینے کے لئے یاجوج و ماجوج کے مقابل دیوار بنادی تو قوم سے کہا: یہ دیوار اللہ کی جانب سے ایک رحمت ہے جو اس نے مجھے عطا کی ہے اور یہ اس وقت تک اسی طرح مستحکم رہے گی جب تک میرے پروردگار کا قیامت برپا ہونے کے بارے میں وعدہ پورا نہ ہو جائے اور یقیناً میرے پروردگار کا وعدہ برحق ہے۔

اور ہم لوگوں کو اس وقت کے لئے اس طرح چھوڑ رہے ہیں کہ گویا حیرت و اضطراب سے دریائی موجوں کی طرح ایک دوسری پر گر رہے ہوں۔

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۹۸۔

Presented by Ziaraat.Com

اور اس وقت صور پھوکا جائے گا اور ہم تمام لوگوں کو محشر میں جمع کریں گے اور اس کے بعد فرماتا ہے:

وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا۔[1]

اور ہم اس وقت جہنم کے دہانے کو کافروں کی طرف کامل طور پر کھول دیں گے اور کافر وہ گروہ ہے کہ جن کی نگاہ بصیرت میری یاد سے پردے میں چلی گئی ہے اور یہ پردہ ان کے اور ان کی معرفت کے درمیان اس طرح حائل ہو چکا ہے کہ وہ ہرگز میری آیات کو سننے کی قدرت وطاقت نہیں رکھتے ہیں اور حقایق و وعظ و نصیحت کو سننے کی تاب نہیں رکھتے ہیں۔

اس آیت شریفہ کے معنی اور علامات قیامت کو بہتر انداز میں بیان کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم تین موضوع پر بحث کریں: اول **ذوالقرنین**، دوم قبیلہ **یاجوج وماجوج**، سوم **دیوار کا حائل کرنا**۔

ذوالقرنین کی داستان اور یاجوج وماجوج کی دیوار

قرآن مجید میں ذوالقرنین کا تذکرہ فقط سورۂ کہف میں ایک مقام پر ملتا ہے اور ان کے بارے میں چند چیزوں کو یاد کیا گیا ہے۔

۱۔ ہم نے ذوالقرنین کو روی زمین پر قدرت و طاقت عطا کی اور سارے اسباب ان کے لئے فراہم کئے۔

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۱۰۱۔

Presented by Ziaraat.Com

۲۔ان اسباب کے ذریعہ ذوالقرنین مغرب کی طرف روانہ ہوئے ، ایسا لگتا تھا کہ آفتاب گیلی مٹی میں غروب ہو رہا ہے اور انہوں نے وہاں ایک گروہ کو پایا اور ہم نے ان سے کہا: تم اس وقت ان پر عذاب کرنے کا اختیار رکھتے ہو اور انہیں ان کے کیفر کردار تک پہونچا سکتے ہو یا ان پر نیکی اور احسان کر سکتے ہو۔ ذوالقرنین نے ان سے کہا: جو بھی ظلم و ستم کرے گا ہم اسے اس دنیا ہی میں بہت جلد کیفر کردار تک پہونچا دیں گے اور پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف چلا جائے گا اور خداوند متعال اسے ایسے عذاب میں مبتلا کرے گا کہ جو اس نے ابھی دیکھا بھی نہ ہو۔ اور جو بھی عمل صالح انجام دے گا اس کی جزا نیک ہوگی اور میں بھی اس سے نرم کلامی سے پیش آؤں گا۔

۳۔اور پھر وہ انہیں اسباب کے ذریعہ مشرق کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان لوگوں تک پہونچے کہ جو جنگل بیابان میں زندگی بسر کر رہے تھے اور سورج کی تپش سے جل رہے تھے کوئی محافظت کرنے والی چیز ان کے پاس موجود نہ تھی اور جسم پر بھی لباس نہیں رکھتے تھے عریان زندگی بسر کر رہے تھے۔

۴۔اور پھر اسی طرح اسباب کے ذریعہ حرکت کی یہاں تک کہ دو دیواروں کے درمیان پہونچے وہاں ایک ایسا گروہ زندگی بسر کر رہا تھا کہ جو انسانی ثقافت و تمدن سے خالی تھا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔

اس گروہ نے ذوالقرنین سے کہا: یاجوج و ماجوج زمین پر فساد برپا کر رہے ہیں کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم ایک دیوار بنانے کے لئے تمہیں

Presented by Ziaraat.Com

سارے اسباب و مخارج دیں اور تم ان کے اور ہمارے درمیان ایک محکم و مضبوط دیوار بنادیں؟

ذوالقرنین نے کہا: خداوند متعال نے جو مجھے قدرت وطاقت عنایت کی ہے بہتر ہے اسی کام میں خرچ کروں فقط تم میں سے کچھ افراد میری مدد کرو تاکہ اس کام کو منزل تکمیل تک پہونچا دوں تم لوہے کے بڑے بڑے ستون لے آؤاور ان دو پہاڑوں کے درمیان رکھ دو تاکہ پہاڑوں کے درمیان کی جگہ پر ہو جائے اور جب وہ یہ کام انجام دے چکے تو کہا اس لوہے کو گرم کرکے پھگلا دو تاکہ تمام سوراخ بھر جائیں اور ایک مضبوط دیوار بن جائے اور دونوں پہاڑ مکمل بند ہو جائیں۔

اس کے بعد یاجوج و ماجوج نہ انہیں آزار واذیت دے سکیں اور نہ اس دیوار میں سوراخ کرسکیں۔

اس دیوار کو بنانے کے بعد ذوالقرنین نے کہا: یہ میرے پروردگار کی رحمت تھی کہ جس کی برکت سے میں نے یہ مضبوط دیوار بنائی ہے لیکن یہ میرے پروردگار کے وعدہ (قیامت) پورے ہونے تک ہے قیامت کے وقت منہدم و ختم ہو جائے گی اور اس کا اثر بھی باقی نہیں رہے گا۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں ذوالقرنین کے بارے میں قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ذوالقرنین کون ہیں اور ان کے بارے میں مختلف احتمالات

لیکن سوال یہ ہے کہ ذوالقرنین کون ہیں؟ کیا دیگر آسمانی کتب یا تاریخ میں ذوالقرنین کا تذکرہ ملتا ہے؟

مورخین اور مفسرین نے اس موضوع پر کافی طولانی بحث کی ہے اور جو روایات ذوالقرنین کے سلسلے سے نقل ہوئی ہیں ان میں کافی جدو جہد کی ہے اور ہر ایک نے آیت کی اپنے اعتبار سے تفسیر کی ہے اور بعض نے مختلف بادشاہوں کا لقب ذوالقرنین شمار کیا ہے اور اس بحث کو اسی بادشاہ پر تطبیق دیا ہے۔

ذوالقرنین کو معین و مشخص کرنے اور اس لقب سے مشہور ہونے کے بارے میں مجمع البحرین میں مادہ (ق ر ن) اور بحار الانوار کی پانچویں مجلد میں ذوالقرنین کے حالات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

ذوالقرنین کے بارے میں علامہ طباطبائی کا بیان

علامہ طباطبائی مد ظلہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

واقعہ ذوالقرنین کے سلسلے سے اہل سنت کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے اور شیعوں کے ذریعہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے روایات اور صحابہ و تابعین کے اقوال میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کہ تعجب کا سبب ہے کیونکہ اس کے علاوہ کہ وہ روایات یا اقوال آپس میں تعارض رکھتے ہیں اور عجیب و غریب

Presented by Ziaraat.Com

ہیں، عقل بھی ان کو محال شمار کرتی ہے اور ذوق سلیم بھی ان کو باطل جانتا ہے اور عالم وجود وطبیعت بھی ان کا انکار کرتا ہے۔

اور اگر کوئی دانشور ان میں سے بعض روایات کو بعض پر قیاس کر کے غور وفکر کرے تو باآسانی ان کے جعلی ہونے کا پتہ لگا سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ ان میں مبالغہ آرائی راویوں کی جعل سازی کی وجہ سے ہے۔ اور اس بارے میں سب سے ضعیف روایات علماء یہود میں سے تازہ ہونے والے مسلمان وھب ابن مُنَبِّہ و کعب الاحبار سے نقل ہوئی ہیں یا پھر وہ روایات کہ جن میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی ان علماء یہود کی دخالت اثر انداز رہی ہے۔[1]

ہم اس مقام پر فقط اسی کو نقل کر رہے ہیں کہ جسے تفسیر المیزان میں علامہ نے ذکر فرمایا ہے: قرآن مجید میں ذوالقرنین کا نام اور ان کی حیات و ولادت اور کسی بھی مشخصات کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید کی روش یہی ہے کہ ماضی میں گزرے ہوئے واقعات کو کلی طور پر بیان کرتا ہے لہٰذا ذوالقرنین کے متعلق بھی قرآن کریم میں تین سفر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اور اس داستان کی خصوصیات سے جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس میں پہلی بات یہ کہ یہ حادثہ نزول قرآن سے پہلے کا ہے اور دوسری بات یہ کہ وہ

۱۔ تفسیر المیزان طبع سنہ ۱۳۸۶ھ ق، ج ۱۳، ص ۳۹۷۔

اپنی زندگی میں بھی اسی لقب ذوالقرنین سے مشہور تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ [۱]۔
قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ [۲]۔
قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ [۳]

لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

ہم نے کہا: اے ذوالقرنین۔

انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین۔

اور تیسری بات یہ کہ وہ روز قیامت اور خدا پر ایمان رکھتے تھے اور دین حق پر تھے۔

اور چوتھی بات یہ کہ ذوالقرنین ایسے انسان تھے کہ جن کے لئے دنیا وآخرت کی خیر وبرکت ان کی خدمت کرنے کے لئے آمادہ تھی۔ خیر دنیا یعنی وہی عظیم حکومت کہ جو مشرق سے مغرب تک تھی اور کوئی چیز درمیان میں مانع نہیں تھی اور خداوند متعال نے ترقی کے اسباب انہیں عنایت کئے تھے۔ اور خیر آخرت یعنی عدالت اور حق قائم کرنا اور عفو ودرگذشت اور کرامت نفس اور شر سے دفاع کی قوت تھی۔ پس یہ دونوں اعتبار جسمانیت وروحانیت کے اعتبار سے تسلط وسیطرہ رکھتے تھے۔

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۸۳۔

۲۔ سورۂ کہف، آیت ۸۶۔

۳۔ سورۂ کہف، آیت ۹۶۔

Presented by Ziaraat.Com

اور پانچویں بات یہ کہ مغرب کے بعض ظالم و ستمگر لوگوں کو عذاب کیا اور انہیں ان کے کیفر کردار تک پہونچایا اور مشرق کی طرف سفر کیا اور اس سفر میں ایک مضبوط آہنی دیوار تعمیر کی اور اس کے بعد اس قوم کی طرف حرکت کی کہ جو انسانی ثقافت و تمدن سے خالی تھی اور ان کے لئے بھی ایک آہنی دیوار بنائی۔

اور اس آہنی دیوار کی کیفیات و خصوصیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقام مشرق و مغرب نہیں ہے بلکہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک شگاف ہے جسے ذوالقرنین نے اس دیوار کے ذریعہ بند کیا اور اس میں لوہے اور تانبے کا استعمال کیا۔ لہٰذا اس جگہ کا مثلاً دو جزیروں کے درمیان اتنا تنگ راستہ ہونا چاہیئے کہ جو دونوں طرف سے مل جائے۔

گذشتہ حالات اور قدیم تاریخ میں ذوالقرنین نامی بادشاہ کا نہ کوئی تذکرہ موجود ہے اور نہ ہی یہ ملتاہے کہ اس نام کے عربی زبان کے علاوہ ذوالقرنین کا ہم معنی کسی دوسری زبان میں کوئی بادشاہ گزرا ہو اور نہ ہی یاجوج وماجوج اور دیوار کی تعمیر کی اس کی طرف کوئی نسبت دی گئی ہے۔

ہاں فقط حِمیَر کے بعض بادشاہوں کی طرف یمنی شعراء نے اپنے اشعار میں فخر ومباہات کرتے ہوئے نسبت دی ہےاور ذوالقرنین کو اپنے اسلاف و گذشتہ بزرگوں میں شمار کیا ہے، ان کے مشرق و مغرب کی جانب سفر، یاجوج وماجوج اور ان سے دفاع کے لیے دیوار کا تذکرہ کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب "کیہان شناخت" اور تفسیر "روح المعانی" میں ذوالقرنین کے بارے میں مطالب

کتاب "کیہان شناخت" تالیف؛طبیب منجم حسن بن قطان مروزی، متوفی ۵۴۸ ہجری، سے نقل ہوا ہے کہ جس شخص نے وہ دیوار تعمیر کی تھی وہ بلینس نامی آشور کا بادشاہ تھا اور اسے اسکندر بھی کہا جاتا ہے۔

کیونکہ عیسوی تاریخ سے سات سو سال پہلے جو قومیں مغربی ممالک میں "سیٹ" کے نام سے اور یونانیوں کے درمیان "میگاگ" کے نام سے یاد کی جاتی تھیں وہ لوگ قفقاز کے پہاڑوں کے درمیان سے ارمنستان اور ایران کے مغربی حصہ پر حملہ آور ہوتے اور بعض اوقات آشور کے شہروں اور اس کی راجدھانی نینوا تک آکر قتل و غارت کرکے لوگوں کو اسیر بنا کر مال و اسباب لوٹ کر لے جاتے تھے تب آشور کے بادشاہ نے ان کے دفاع کی خاطر دیوار تعمیر کرائی تھی۔

لیکن اس مطلب پر اعتراض اور نکتہ چینی اس واقعہ کی خصوصیات کو اس داستان پر تطبیق دینا ہے۔

اور تفسیر روح المعانی میں نقل ہوا ہے کہ ذوالقرنین جمشید کے فرزند اثفیان کا بیٹا فریدون اور اس سلسلہ بادشاہی کی پانچویں کڑی تھا اور عادل وخداوند متعال کا مطیع وفرمابردار بادشاہ تھا اور کتاب "صور قالیم" ابی زید بلغی میں ذکر ہوا ہے کہ اس پر وحی الٰہی بھی ہوتی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اس مطلب پر اعتراض یہ ہے کہ اس بات کو کسی تاریخ نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنین اسکندر مقدونی تھا اور اسی نے دیوار تعمیر کی تھی اور اسکندر کی دیوار اور اس کی مثال "سد اسکندری" لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی ہے۔ اس موضوع سے متعلق "قربُ الاسناد" میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اسی طرح "الدّر المنثور" میں دو روایتیں عُقبۃ بن عامر و وھب بن منبّہ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہیں۔

اور زمان قدیم کے مفسرین نے، اصحاب و تابعین مانند معاذ بن جبل سے مجمع البیان کے نقل کے مطابق اور قتادہ سے "الدّر المنثور" کے مطابق اسی قول کو قبول کیا ہے۔

اور اسی پر بو علی سینا نے کتاب شفاء میں اسکندر کے استاد ارسطو کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے ہی ذوالقرنین لکھا ہے اور امام فخر رازی نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں اسی معنی پر اصرار کیا ہے۔

لیکن یہ مطلب قرآن مجید کی آیات سے سازگاری نہیں رکھتا ہے کیونکہ اولاً قرآن کہتا ہے کہ ذوالقرنین خدا اور روز قیامت پر ایمان رکھتا تھا اور اس کا دین توحیدی تھا جبکہ ہم جانتے ہیں کہ اسکندر مشرک تھا اور بتوں کی پرستش کرتا تھا اور تاریخ میں ذکر ہوا ہے کہ جانوروں کو ستارۂ مشتری کے لئے ذبح کرتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ثانیاً قرآن مجید میں ذوالقرنین کو بندۂ صالح اور صاحب عدل و انصاف کہا گیا ہے اور تاریخ نے اسکندر کے لئے اس کے برخلاف بیان کیا ہے۔

اور تیسری بات یہ کہ کسی بھی تاریخ میں یہ نہیں ملتا ہے کہ اسکندر مقدونی نے یاجوج وماجوج کے دفاع میں دیوار تعمیر کی ہو۔

ذوالقرنین یمن کے حمیر کا بادشاہ یا اسکندر رومی نہیں تھا

مورخین کی کافی تعداد نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین تبابعہ اذواء یمن کے حمیر کے علاقے کا ایک بادشاہ تھا اس بات کو اصمعی نے تاریخ "عرب قبل از اسلام" میں اور ابن ہشام نے "سیرۃ" اور "تیجان الملوک" میں اور ابو ریحان بیرونی نے "الاثار الباقیۃ" میں اور نشوان بن سعید حمیُری نے "شمس العلوم" میں تحریر کیا ہے۔

اور مقریزی نے "خطط" میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حمیر کے بہت سے بادشاہوں کا لقب ذوالقرنین رہا ہے اور پہلا ذوالقرنین کہ جس نے یاجوج وماجوج کے دفاع میں دیوار تعمیر کی تھی وہ اسکندر رومی سے کئی صدی پہلے رہا ہے۔

لیکن اس مطلب پر دو سوال پیش آتے ہیں: پہلے یہ کہ وہ دیوار کہ جسے تُبّع حمیری نے تعمیر کیا تھا کہاں ہے؟ دوسرے یہ کہ یاجوج وماجوج کون لوگ ہیں کہ جن کے لئے حمیر کے بادشاہ نے دیوار تعمیر کی تھی؟

Presented by Ziaraat.Com

کیا یہ دیوار یمن یا اس کے اطراف میں مأرب ڈیم کی طرح تعمیر کی گئی ہے؟ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ مأرب ڈیم پانی کی جمع آوری کے لئے بنایا گیا ہے نہ کہ دشمن کے دفاع کے لئے۔

اور دوسرے یہ کہ مأرب ڈیم کی تعمیر میں لوہے اور تانبے کو پگھلایا نہیں گیا ہے اور تیسری بات یہ کہ حمیر کے اطراف مانند قبط وآشور اور کلدان وغیرہ ثقافت وتمدن کا مرکز تھے نہ کہ وحشی قبیلے کہ جن سے دفاع کی خاطر دیوار تعمیر کی جاتی۔

ذوالقرنین کے بارے میں علامہ شہرستانی کا نظریہ

علامہ سید ھبۃ الدین شہرستانی اس مطلب کی تائید میں کہتے ہیں کہ:
قرآن مجید میں جس ذوالقرنین کا تذکرہ ہے وہ اسکندر مقدونی سے چند صدی پہلے گزرا ہے اور وہ تبابعۂ اذواء یمن کا ایک صالح بادشاہ تھا اور اس دور کے قبیلوں کی عادت یہ تھی کہ خود کو لقب "ذی" سے یاد کرتے تھے جیسے: ذی ھمدان، ذی غمدان، ذی النار، ذی الاذعار اور ذی یذن۔

اور یہ شخص مسلمان یکتا پرست، عادل اور اچھا کردار رکھتا تھا اور اس نے مغرب کی طرف سفر کیا اور بحر ابیض پہنچا اور پھر مشرق کی طرف سفر کیا اسی طرح شمال کی طرف گیا اور مدار سرطان پہونچا اور شاید جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کے شہر والوں نے دیوار تعمیر کرنے کی گزارش کی اور اس نے تعمیر کر دی۔ پس اگر یہ دیوار چین کی وہی بڑی دیوار ہے کہ جو چین اور مغلوں کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان بنائی گئی ہے تو یہ کہنا چاہیئے کہ ذوالقرنین نے اس کی بعض جگہ سے تعمیر کی ہے جو وہ قدیمی ہونے کی وجہ سے خراب اور گر گئی تھی اور اس کی تعمیر کی ضرورت تھی کیونکہ اصل چین کی دیوار کو بہت پہلے چین کے بادشاہوں نے تعمیر کر دیا تھا اور اگر کوئی دوسری دیوار ہے تو پھر کوئی اشکال نہیں ہے۔

سید ھبۃ الدین اپنے بیان کی تائید میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ:

اگر ذوالقرنین عربوں میں سے ایک نیک اور صالح بادشاہ ہو اور رسول خدا ﷺ سے عرب کے بدّو اس بارے میں سوال کریں اور قرآن مجید میں حکایت کی گئی ہو، تو یہ قابل قبول ہے اور یہ مناسب بھی ہے کہ بدو لوگ خود عرب ہی کے بارے میں سوال کرتے تھے روم و عجم اور اس طرح کی مخلوق کا تاریخ عرب سے بہت زیادہ فاصلہ ہے اور عرب کے بدّو ایسے عبرت آمیر واقعات سننے کے لئے بھی تیار نہیں تھے لہٰذا قرآن مجید میں ایسے واقعات کو جو عرب بدوں سے سروکار نہیں رکھتے ہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔[۱]

لیکن اس نظریہ کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کیا جاسکتا ہے اور ذوالقرنین کی دیوار کو چین کی دیوار پر منطبق نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ ذوالقرنین؛ اسکندر سے کئی صدی پہلے گزرا ہے اور دیوار چین کو اسکندر کے ۵۰ سال بعد تعمیر کیا گیا ہے اور دیوار چین تو دور کی بات ہے چین کے شمال غربی علاقہ میں ایک دوسری دیوار بھی پائی جاتی ہے مگر وہ دونوں پتھر سے تعمیر شدہ ہیں اور ان میں لوہے اور تانبے کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا ہے۔

۱۔ شہر ستانی کے مطلب کا خلاصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

تفسیر جواہر میں کہا گیا ہے کہ یمن کے تاریخی آثار و نشانیوں سے پتہ چلتا ہے کہ یمن میں تین بادشاہوں نے حکومت کی ہے:

ا۔ بادشاہ معین کہ جس کا دار الحکومت قرناء رہا ہے۔ اس کی حکومت کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چودہ صدی یا سات یا آٹھ صدی پہلے رہا ہے۔

۲۔ بادشاہ سبا یہ قحطانیّین میں سے ہے اور اس کی حکومت کی ابتداء حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۸۵۰ سال یا ۱۱۵ سال پہلے رہی ہے۔

۳۔ بادشاہ حِمیریّین۔ ان کے دو حصے ہیں:

پہلا سبا و ریدان کے بادشاہ کہ جو حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے ۱۱۵ سے ۲۷۵ سال تک بر سر اقتدار رہے ہیں۔

دوسرے سَبا و ریدان و حضرموت اور دیگر بادشاہ ان کی حکومت ۲۷۵ء سے ۵۲۵ء تک رہی ہے۔

اس وضاحت کے بعد کہتے ہیں کہ: جو بات بیان کی کہ "ذی" کے ساتھ لقب رکھنا مانند ذی القرنین یمن کے بادشاہوں کے بارے میں ملتا ہے اور ان کے علاوہ روم وغیرہ کے بادشاہوں کے لئے دیکھا نہیں گیا ہے۔ پس ذوالقرنین بادشاہ یمن ہے۔ اور تاریخ میں یمن کے بعض بادشاہوں کو ذوالقرنین سے یاد کیا گیا ہے لیکن جو قرآن میں ذوالقرنین ذکر ہوا ہے کیا وہی ذوالقرنین ہے یا کوئی دوسرا ہے؟

جی ہاں قرآن میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے وہ یہ نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ جس ذوالقرنین کا تاریخ نے تذکرہ کیا ہے وہ زمان رسول خدا ﷺ اور نزول قرآن سے نزدیک ہے اور اس طرح کی دیوار اور ذوالقرنین کے سفر کا تاریخ میں تذکرہ نہیں ہوا ہے مگر یہ تذکرہ ان مقامات پر ملتا ہے کہ جہاں طولانی خبروں اور خیالی قصوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ابن خلدون نے ان تمام روایات کو جھوٹا ثابت کیا ہے اور ایسی داستانوں کو مبالغہ آرائی اور خرافاتی نشانیاں قرار دیا ہے اور جغرافیائی دلائل کے ذریعہ ان کی تکذیب کی ہے۔[۱]

ذوالقرنین کے بارے میں سر سید احمد خان کا نظریہ

اور عصر حاضر میں سر سید احمد خان نے کہا ہے کہ ذوالقرنین وہی کورش ایرانی بادشاہ ہے کہ جو ھخامنشی بادشاہوں میں سے تھا اور اس کی بادشاہت ۵۶۰ یا ۵۳۹ سال حضرت عیسی کی ولادت سے پہلے رہی ہے اور اس نے ایرانی شہنشاہیت کی بنیاد ڈالی تھی اور فارس و ماد کی حکومتوں کو متحد کر کے بابل پر قبضہ کرلیا تھا اور یہودیوں کو مہلت دی کہ وہ بابل سے یروشلم کی طرف پلٹ جائیں اور یہودا کے مجسمے کو بنانے میں مدد کی۔ مصر و یونان کو اپنا تابع بنا کر مغرب پر مسلط ہوا اور پھر مشرق کی طرف رخ کیا یہاں تک کہ مشرقی آخری حصہ تک رسائی پیدا کرلی۔

۱۔ کتاب جواہر کے بیان کا خلاصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

سر سید احمد خان کے نظریہ پر ابو الکلام آزاد کے کلام سے شواہد

اور اس دعویٰ کو ہندوستان کے بڑے سائنس دان ابو الکلام آزاد نے بھی قبول کیا ہے اور اس کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔[1]

کہتے ہیں کہ ذوالقرنین کے بارے میں جو صفات قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں وہ تمام کے تمام اس ملک عظیم پر منطبق ہوتے ہیں ذوالقرنین کا خدا پر ایمان رکھنا عادل ہونا رعایا کے درمیان محبت و رأفت اور احسان کے ساتھ زندگی بسر کرنا ظالم و ستمگروں کے ساتھ سختی سے پیش آنا ثابت ہے۔ خداوند متعال نے اسے سارے امور کی باگ ڈور عنایت کی اور وہ کمال دین و عقل اور فضائل اخلاق کا مجسمہ تھا اور لوگوں کے درمیان قوت و طاقت، شان و شوکت، مال و دولت اور اسباب کے ذریعہ امور انجام دینے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ اس نے ایک مرتبہ مغرب کی طرف سفر کیا یہاں تک کہ لیڈیا پہونچا اور پھر مشرق کا رخ کیا یہاں تک کہ مطلع الشمس پہونچا وہاں جنگل اور صحرائی لوگ بیابان میں زندگی بسر کر رہے تھے اس نے وہاں سے واپسی پر دیوار تعمیر کرنے کی ہمت کی اور یہ دیوار جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ شہر تفلیس کے نزدیک قفقار کے پہاڑوں کے درمیان داریال نامی جگہ پر تعمیر ہے۔

ا۔ رسالہ (ثقافۃ الہند) شمارۂ اول، دوم اور سوم۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ذوالقرنین کے خدااور روز قیامت پر ایمان کے بارے میں زمان قدیم کی کتابوں میں مانند کتاب عذرا(اصحاح ۱)، کتاب دانیال(اصحاح ۶) اور کتاب اشعیاء(اصحاح ۴۴و۴۵) میں نقل ہوا ہے۔اور وحی سے غض نظر کرتے ہوئے یہ بات قابل غور ہے کہ یہودی قوم پرستی کی وجہ سے مجوسی یاجو افراد ثنویت کے قائل ہیں ان کو قبول نہیں کرتے اور اگر کورش وہ شخص تھا تواسے مسیح خداومہدی مؤید اور راعی پروردگار نہیں کہتے۔

ان دلائل کے علاوہ داریوش کے زمانے کی تحریر اور اس دور کے رسم الخط کاملنا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کورش اور داریوش کے درمیان آٹھ برس کا فاصلہ ہے، بتاتا ہے کہ کورش مشرک نہیں تھااور یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ مورخین نے عصر حاضر میں کورش کے عقیدے کو بدل کر مومن کہنا شروع کر دیا ہے۔

ہاں لیکن اس کے اخلاق فضائل کے لئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ واقعات اور اس کی زندگی کی طرف رجوع کیا جائے کہ اس نے کس طرح ان باغیوں مانند ماد ولیڈیا اور بابل ومصر اور بکٹریا کے صحرائیوں سے جنگ کی کہ جنہوں نے اس کے خلاف خروج کیا تھا۔

اور جب بھی کسی لشکر یا گروہ پر فتح حاصل کرلیتا تھا تو ان میں سے مجرموں اور سرداروں کو معاف کر دیتا تھا اور ضعیفوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا تھا اور خیانت کاروں سے سیاست سے ملتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

قدیمی کتب میں اس کی بڑی عظمت بیان کی گئی ہے اور یہودی اس کا بے حد احترام کرتے ہیں کیونکہ انہیں بابل کی اسیری اور قید جو کہ بخت نصر (نبوکدنضر)[۱] کے ہاتھوں انجام پائی تھی اور ان کے عبادت خانے مسمار کردیئے تھے، آزاد کردیا اور انہیں ان کے شہر واپس جانے کی اجازت دی اور دوبارہ مجسمہ بنانے کے لئے بہت زیادہ مال و دولت بھی دیا اور مجسمے کی جو نایاب چیزیں ختم ہوگئیں تھیں بابل کے شاہی خزانے سے عطا کیں۔

اور یہ بھی ایک دلیل ہے کہ ذوالقرنین وہی کورش ہے اور روایات کے مطابق ذوالقرنین کے بارے میں قرآن مجید میں جو سوال آیا ہے وہ در اصل یہودیوں کو یاددہانی کرانا ہے اور قرن عربی اور عبری میں ایک ہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ شرح قاموس میں مادۂ (بخت) کے ذیل میں لکھا ہے کہ: بُخْتُ نَصَّر، ظالم وجابر بادشاہ کے نام سے مشہور ہے اور سفینۃ البحار، طبع سنگی، ج۱، ص۶۰ پر نقل ہوا ہے: رُوِیَ اَنَّہُ سُمّی بذالک، اس کو بخت اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے بچپنے میں بُخُت نامی کتے کا دودھ پیا تھا اور اس کے مالک کا نام نصر تھا۔ اور یہ بخت نصر ایک مجوسی شخص تھا کہ جس کی ختنہ بھی نہیں ہوئی تھی اور ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ بیت المقدس پر حملہ کرکے مسمار کردیا تھا۔۔۔۔ الخ۔ اور مجمع البحرین میں نقل ہے کہ: بخت نصر، اصل میں "بوخت" فرزند کے معنی میں ہے اس کے نام کی دوسری علت یہ بیان ہوئی ہے کہ اس کے باپ کا پتہ نہ چل سکا اور جب یہ پیدا ہوا تو اسے ایک بت کے نزدیک پایا کہ جس کا نام نصر تھا لہٰذا اسے فرزند بت کہنے لگے۔ قاموس میں یہی علت درج ہے۔۔۔

Presented by Ziaraat.Com

اور یونان کے قدیم مورخین مانند **ھرُدوت** وغیرہ نے ایران اور بادشاہ ایران کے دشمن ہوتے ہوئے بھی اس کی تعریف و تمجید اور اس کے خصوصیات بیان کئے ہیں۔

لیکن کورش کو ذوالقرنین کہنا گرچہ تاریخ میں نہیں ملتا ہے مگر اس کا عصر حاضر میں ایران کے جنوبی علاقے مشہد مرغاب سے مجسمہ کا نکلنا تمام شک و تردید کے دریچوں کو بند کر دیتا ہے کہ کورش وہی ذوالقرنین ہے۔

ڈی لافوای کے بقول یہ مجسمہ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور قدیم حجّاری کی قیمتی و نایاب چیزوں میں شمار ہوتا ہے جو کہ یونان کے بہترین مجسموں کا مقابلہ کر رہا ہے اور ایشیاء کے منفرد ہنر کا نمونہ ہے۔ یہ مجسمہ اردشیر کے زمانے میں نصب ہوا ہے اور کئی بار جرمن کے بڑے دانشور و محققین فقط اس کا نظارہ کرنے ایران آئے ہیں اور یہ انیسوی صدی کو مرغاب میں پایا گیا ہے۔

یہ مجسمہ انسان کے قد و قامت کے برابر ہے اور کورش کی اس طرح عکاسی کر رہا ہے کہ اس کے دو طرف عقاب کے مانند دو پر لگے ہوئے ہیں اور دو شاخیں (سینگ) سر پر نکلی ہوئی ہیں اور شاخیں سر کے درمیانی حصہ میں لگی ہیں اور اسی لباس میں ہے جو بابل کے بادشاہ پہنا کرتے تھے۔

یہ مجسمہ بغیر کسی شک و شبہ کے ثابت کر رہا ہے کہ دو شاخ (ذوالقرنین) کے رکھنے کا تصور کورش کی فکر میں پایا جاتا تھا کہ جس کی مجسمہ میں عکاسی کی گئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سر کے درمیان دو شاخیں نکلی ہوئی ہیں جن کی جڑ ایک ہی ہے مگر ان میں سے ایک شاخ آگے کی جانب اور دوسری پشت کی طرف نکلی ہوئی ہے۔[۱]

اور یہ چیز بعض قدماء کے مطابق صحیح ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ذوالقرنین کے اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ اس کے سر پر ایک ایسا تاج تھا کہ جس کی دو شاخیں تھیں۔

جی ہاں! کورش کے مجسمہ میں دو شاخوں کا ہونا اور اس کا ذوالقرنین کے لقب سے مشہور ہونا اس مطلب کو بیان کرتا ہے کہ فارس اور ماد کی دونوں حکومتیں جداگانہ اور الگ الگ بادشاہ و حاکم کے ساتھ مستقل چل رہی تھیں لیکن کورش نے دونوں پر غلبہ پانے کے بعد ایک حکومت بنادی اور حضرت دانیال کی خواب میں بھی یہی معنی نظر آتا ہے:

ذوالقرنین کے بارے میں حضرت دانیال کا خواب

کتاب دانیال (اصحاح ہشتم صفحہ ۱ سے صفحہ ۹ تک) میں ذکر ہوا ہے کہ: بیلشاصر بادشاہ کی حکومت و سلطنت کے تیسرے سال میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں ایلام کے شہر میں قصر شوشان میں ہوں اور پھر دیکھا کہ میں اولای نامی نہر کے کنارے ہوں۔ جب میں نے اپنی آنکھوں کو اوپر بلند کیا تو اچانک کیا دیکھا کہ پہاڑی بکرا نہر کے کنارے کھڑا ہے اور اس کے دو شاخیں (سینگھ)

۱۔ محقق سید صدر الدین بلاغی نے "فرہنگ قصص قرآن" میں ۳۵۹ سے ۳۷۴ تک، طبع ششم انتشارات امیر کبیر، میں ابو الکلام آزادم کے نظریہ کے بارے میں کافی بحث کی ہے اور ۳۶۴ پر مجسمہ بھی بنایا ہے کہ جس کو دیکھنا بہتر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ سینگھ لمبے تھے مگر ایک دوسرے سے کچھ بڑا تھا اور بڑا سینگھ لمبے ہونے کی وجہ سے پشت تک پہونچ چکا تھا۔ میں نے دیکھا کہ پہاڑی بکرا اپنے سینگھوں کو مغرب اور مشرق کی طرف مار رہا ہے اور اس کے مقابل کوئی حیوان بھی آنے کو تیار نہیں ہے اور جو آتا ہے وہ بچ کر نہیں جاتا اور وہ اپنے ارادے کے مطابق جو چاہتا ہے کرتا جاتا ہے اور بڑا ہوتا جاتا ہے۔

میں اس کو دیکھ کر فکر کے سمندر میں غوطہ زن تھا کہ اچانک دیکھا کہ مغرب کی جانب سے ایک بکرا آیا اور ساری زمین پر قابض ہوگیا اور اس بکرے کے پیشانی پر ایک مضبوط سینگھ تھا۔ یہ اس پہاڑی بکرے کی طرف تیزی سے دوڑتا ہوا آیا اور اس کے نزدیک آکر غیظ و غضب کے عالم میں پوری طاقت سے اس کے سر پر وار کیا اور اس کی دونوں شاخوں کو توڑ ڈالا اور وہ پہاڑی بکرا اس کا مقابلہ کرنے سے بالکل قاصر ہوگیا لہٰذا اس نے اس پہاڑی بکرے کو زمین پر گرا کر مار ڈالا اور اس میں اتنی بھی طاقت و قدرت نہ تھی کہ وہ اس سے بچ کر فرار کر جاتا اور وہ بکرا اسے ختم کرکے بڑا ہوگیا۔

حضرت دانیال اس خواب کو دیکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ جبرئیل نے نازل ہوکر اس خواب کی انہیں تعبیر سے آگاہ کیا کہ جو پہاڑی بکرا کورش پر منطبق ہوتا تھا اور اس کی دو شاخیں (سینگھ) فارس اور ماد تھے اور وہ ایک سینگھ رکھنے والا بکرا اسکندر مقدونی تھا۔

حضرت دانیال کی تعبیر خواب میں ذکر ہوا ہے کہ جو انہیں پہاڑی بکرا خواب میں نظر آیا تھا اس کے دو سینگھ عادی بکروں کے مانند نہیں تھے بلکہ

Presented by Ziaraat.Com

ان دونوں میں سے ایک پشت کی طرف جارہا تھااور اسی چیز کو کورش کے مجسمہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

اور کورش کے مجسمہ میں جو دو پر نظر آتے ہیں وہ اس خواب کی منظر کشی کی گئی ہے کہ جس میں اسے عقاب شرق کہا گیا ہے اور اسی وجہ سے کورش مرغ کے نام سے مشہور ہوا اور اس کے مجسمہ کے بازووں کے نیچے جو نہر کی تصویر بنائی گئی ہے اسے مرغاب کہا جاتا ہے۔ حضرت دانیال کی بشارت سے یہودیوں نے نتیجہ نکالا کہ وہ بابل کی اسیری سے اس وقت آزاد ہوں گے کہ جب دو سنگھ والا بادشاہ فارس وماد کی حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد بادشاہ بابل پر غلبہ حاصل کرے گااور انہیں اسیری سے نجات دے گا۔

حضرت دانیال کے خواب کے چند سال بعد کورش کہ یہودی جسے مرغ اور یونانی سارس کے نام سے یاد کرتے ہیں، ابھر کر سامنے آیا اور فارس وماد پر قبضہ کرکے ایک بڑی حکومت تشکیل دی۔ اور حضرت دانیال کی خواب کے مطابق کہ پہاڑی بکرے کے مشرق و مغرب کی طرف سینگ چلائے، کورش نے بھی فارس اور ماد کو اپنے قبضہ میں کرلیا اور جنوب جو کہ بابل ہے اس پر بھی غلبہ حاصل کرکے یہودیوں کو آزادی عطا کی۔ اور جب بابل میں یہودیوں نے کورش سے ملاقات کی اور اس سے حضرت دانیال کے خواب کو بیان کیا تو کورش سن کر بہت خوش ہوا اور یہودیوں کے ساتھ درگذشت کی اور انہیں یروشلم واپس بھیج دیا اور ان کی عبادتگاہ بھی تعمیر کرائی یہ دلائل اس بات کو بیان کرتے ہیں کہ کورش بھی خود کو ذوالقرنین ہی سمجھتا تھا اور خواب

Presented by Ziaraat.Com

کے مطابق تاج بھی اسی طرح کا سر پر رکھتا تھا جیسا کہ خود مجسمہ سے واضح نظر آتا ہے۔

لیکن مغرب کی طرف سفر کا سبب لیڈیا کی لیڈری اور طغیانگری تھا۔ لیڈیا جبکہ کورش سے عہد و پیمان رکھتا تھا پھر بھی بغیر کسی سبب کے دشمنی پر اتر آیا اور کورش پر حملہ کر دیا اور یورپ کے بادشاہوں کو بھی اس کے خلاف بھڑکا دیا۔ کورش نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اسے فرار ہونے پر مجبور کر دیا اور اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ اس کے دارالحکومت پر قبضہ کر لیا اور فتح حاصل کر کے لیڈیا کو اسیر بنالیا اور قیدی بنانے کے بعد اسے معاف کر دیا اور اس کے سارے ساتھیوں کو بھی معاف کر دیا اور ان کے ساتھ اچھائی سے پیش آیا اور احسان کیا جبکہ ان کے ساتھ جس طرح چاہتا برتاؤ کر سکتا تھا اور یہ واقعہ اس آیت پر منطبق ہوتا ہے:

حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا قُلْنَا يَاذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا۔[1]

ہم نے اس وقت ذوالقرنین سے کہا: اس گروہ نے جو تمہارے اوپر ظلم و ستم کیا ہے اور اس وقت تمہاری قید میں ہے تمہیں اختیار ہے کہ یا انہیں ان کی سزا دو یا بخش دو اور ان کے بارے میں احسان و نیکی کی راہ اختیار کرو!

ذوالقرنین نے کہا: اس کے بعد جس نے بھی ظلم و ستم کیا اسے اس کے کیفر کردار تک پہونچا دوں گا اور جو بھی ایمان لے آئے اور عمل صالح انجام

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۸۶۔

Presented by Ziaraat.Com

دے ان کے گذشتہ جرم سے در گذر کرکے ان کے ساتھ اچھی رفتار سے پیش آوٴں گا۔

مغرب کے سفر کے بعد مشرق کے بڑے صحرا کی جانب روانہ ہوا تا کہ بکڑیا کے اطراف میں جو قبائیلی علاقہ کے خانہ بدوش بدّو ہمیشہ حملہ کرکے فساد کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے اسے خاموش کرے:

حتی اذا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تطلُعُ عَلَى قومٍ لَمْ نَجْعَل لَهُم مِن دُونِهَا سِترا۔

یاجوج وماجوج کے بارے میں گفتگو

قرآن مجید میں یاجوج وماجوج کے قبیلہ کا دو مقام پر تذکرہ ملتا ہے:

اول: واقعہ ذوالقرنین کے ضمن میں سورۂ کہف میں کہ جس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

دوم: سورۂ انبیاء آیت ۹۶اور ۹۷ میں:

حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ * وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ.

زمانۂ قدیم کی کتب میں بھی بعض مقامات پر ان دو قبیلوں کا نام ذکر ہوا ہے۔

توریت میں "یاجوج وماجوج" کے بجائے "جوج وماجوج" ذکر ہے۔

دسویں اصحاح میں سفر تکوین سے اور کتاب حزقیال، اصحاح ۳۸ و۳۹ اور رویای یوحنّا اصحاح ۲۰ میں کچھ ایسے مطالب پائے جاتے ہیں کہ جو بیانگر

Presented by Ziaraat.Com

ہیں کہ ماجوج یا" جوج وماجوج" ایک امت یا امتیں تھیں کہ جو ایشیا کے شمالی علاقہ میں زندگی بسر کرتی تھیں اور ان کا مشغلہ جنگ وجدال تھا۔

اس بنا پر کلمہ یاجوج وماجوج عبری زبان کا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن در اصل یہ دونوں عبری نہیں ہیں بلکہ کسی دوسری زبان سے عبری میں داخل ہوگئے ہیں کیونکہ ان دونوں کلموں کا یونان میں گاگ وماگاگ تلفظ ہوتا ہے اور توریت کے ترجمہ اور تمام یورپی زبانوں میں بھی نیز اسی طرح ذکر ہوا ہے۔

اور یہ تاریخ کے مسلمات میں سے ہے کہ ایشیا کا مشرقی شمالی علاقہ جو کہ صحرائی اور چین کا اونچا علاقہ ہے، بڑے بڑے قبیلوں اور وحشی جانوروں کا جائے وطن رہا ہے اور وہاں مسلسل ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا ہے اور وہ اپنے پڑوسیوں مانند چینیوں پر حملہ کرتے رہے ہیں اور بعض اوقات چین کے علاوہ حملہ کرتے ہوئے ایشیا کے ملکوں تک پہونچ جاتے تھے اور وہاں سے ظلم و ستم کرتے ہوئے یورپ کے شمالی علاقہ تک رسائی حاصل کر لیتے تھے اور ان میں سے بعض انہیں اجڑی ہوئی بستیوں کو اپنا وطن قرار دیتے تھے جیسا کہ یورپ کے شمالی علاقے میں رہنے والے اکثر یہی کیا کرتے تھے اور آہستہ آہستہ پھیلتے گئے اور کھیتی باڑی اور صناعت وغیرہ میں مشغول ہوگئے اور بعض لٹنے کے بعد واپس آکر ان پر حملہ کرکے اپنا گیا ہوا مال واسباب واپس لے لیتے تھے۔

بعض نے کہا ہے: یاجوج وماجوج وہ گروہ ہے کہ جو ایشیا کے شمالی علاقہ میں رہتے تھے اور انکے شہر کی حد تبت و چین سے شمال کے سمندر تک تھی اور غالباً ترکستان کے شہروں تک پہونچ جاتی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ قول" فاکھۃ الخلفاء" تہذیب الاخلاق، ابن مسکویہ اور" رسائل اخوان الصفا" سے نقل ہوا ہے۔

لیکن الفاظ کے اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ چینی زبان میں منگوک یا منچوگ رہا ہے اور اس کے بعد عبرانی اور عبرانی سے عربی میں یاجوج وماجوج نقل ہوا ہے اور یونانی میں گوگ وماگوگ ذکر ہوا ہے۔

اور ماگوگ ومنگوگ کی آپس میں مشابہت سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ لفظ منگوگ سے تبدیل ہوا ہے جس طرح سے منغول ومغول اسی سے بدل کر آیا ہے۔

یاجوج وماجوج وہی مغل قوم ہے

پس یاجوج وماجوج وہی مغل قوم ہے کہ جو زمان قدیم سے ایشیا کے مشرقی شمالی علاقہ میں رہتے تھے اور یہ کبھی کبھی چین پر حملہ آور ہوتے اور کبھی داریال کے راستے ارمنستان اور شمال ایران پر حملہ کرتے تھے اور ان کے نزدیک سیت کے نام سے مشہور ہیں اور انہیں میں سے وہ گروہ بھی ہے کہ جس نے روم پر حملہ کیا اور انہیں کی وجہ سے روم کی حکومت ختم ہو گئی۔ یونانی انہیں "سِی تھین" کہتے ہیں اور یہی نام داریوش کے کتیبہ میں فارس کے استخر میں ذکر ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا کہ عصر قدیم کی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ فساد کرنے والا گروہ شمال کے دور ترین علاقہ میں رہتا تھا۔[۱، ۲]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیوار کہاں ہے؟

تفسیر "الدر المنثور" میں اس آیت (حتی اذا بلغ بین السدّین) کی تفسیر میں ابن عباس سے نقل ہوا ہے کہ اس "سدین" سے ارمنستان اور آذر بائیجان کے دو پہاڑ مراد ہیں۔[۳]

اس کی تحقیق کے لئے دو چیزوں کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے: ایک یہ کہ دیوار ایسی جگہ بنائی گئی ہو کہ جہاں پہاڑ آپس میں اونچی دیواروں کی طرح ملے ہوں یعنی یہ دیوار پہاڑوں کے درمیان تعمیر ہوئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس دیوار کو لوہے کے ٹکڑوں اور تانبے سے بنایا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید میں اس دیوار کی یہی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔

ذوالقرنین کی دیوار سے مراد چین یا دربند کی دیوار نہیں ہے

لہٰذا اس بنا پر بعض لوگوں نے جو اس دیوار کی نسبت چین کی دیوار کی طرف دی ہے صحیح نہیں ہے چین کی دیوار مغلستان اور چین کے درمیان بنائی

۱۔ تفسیر المیزان، ج ۱۳، ص ۳۸۷ سے ۴۲۶ تک، علامہ طباطبائی فرماتے ہیں کہ: یہ ابوالکلام آزاد کے کلام کا خلاصہ تھا جسے ہم نے نقل کیا ہے گرچہ بعض باتیں اشکال و اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن کیونکہ اس قول کا انطباق دیگر اقوال سے بہتر اور زیادہ قابل قبول ہے۔

۲۔ بعض گذشتہ مطالب "فرہنگ قصص قرآن" سے نقل ہوئے ہیں۔

۳۔ المیزان، ج ۱۳، ص ۴۰۶۔

Presented by Ziaraat.Com

گئی ہے اور اس کو بنانے والا چین کا شین ھوانگ ٹی نامی بادشاہ تھا کہ جس نے مغل قوم کے دفاع اور ان کے حملے سے بچاؤ کے لئے بنائی تھی۔ اس دیوار کی لمبائی تین ہزار کلو میٹر، چوڑائی نو میٹر اور اونچائی پندرہ میٹر ہے اور اسے پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔

بادشاہ چین شین ھوانگ ٹی نے اسے ۲۶۴ سنہ سال عیسوی سے پہلے بنانا شروع کیا تھا اور دس یا بیس برس میں مکمل ہوئی تھی۔

لہذا اس اعتبار سے ذوالقرنین کی دیوار کبھی دیوار چین نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ چین کی تاریخ میں نہیں ملتا ہے کہ اس بادشاہ نے کبھی مغرب کی طرف سفر کیا ہو اور دوسرے یہ کہ چین کی یہ دیوار دو پہاڑوں کے درمیان نہیں ہے بلکہ تین ہزار میٹر کی لمبی دیوار ہے جو پہاڑوں اور بیابانوں کے درمیان واقع ہے اور تیسری بات یہ کہ اس کی تعمیر میں لوہے اور تانبے کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا بلکہ پتھروں سے تعمیر کی گئی ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ "دیوار دربند" ہے اور عربی میں اسے باب الابواب کہا جاتا ہے۔ بیضاوی نے اسی قول کو اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے: انوشیروان نے اس کی مرمت کی ہے لیکن اصل میں اسے ذوالقرنین نے تعمیر کیا ہے۔

باب الابواب، ایک بلند و لمبی دیوار ہے کہ جو خزر سمندر کے ساحل پر تعمیر ہوئی ہے اور خلیج داریال کے نزدیک واقع ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید نے ذوالقرنین کی دیوار کے بارے میں جو اوصاف بیان کئے ہیں ایک بھی اس میں نہیں پایا جاتا ہے۔

اور بعض عصر حاضر کے مورخین نے بھی اشتباہ کرتے ہوئے دیوار دربند کو دیوار ذوالقرنین ہی تصور کرلیا جبکہ اسلام کے مورخین کے نزدیک ثابت ہے کہ دیوار دربند ساسانیان کے زمانے میں انواشیروان کے حکم سے بنائی گئی ہے اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ یوسف یہودی اسرائیل کا مشہور دنیا کی سیر کرنے والے نے جو کہ انواشیروان سے صدیوں پہلے زندگی بسر کرتا تھا، اسے دیکھا ہو۔ کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اس نے اپنے سفر نامے میں دیوار ذوالقرنین کو دیکھ کر اس کی خصوصیات کو ضرور بیان کیا ہوگا۔

ذوالقرنین کی دیوار کی تعمیر کا مقام

لہٰذا دیوار ذوالقرنین وہی دیوار ہے کہ جو قفقاز کے پہاڑوں کا دوراہا ہے اور یہ پہاڑ بحر خزر سے بحر اسود تک جاملتے ہیں اور انہیں دو راہ داریال کہا جاتا ہے۔

داریال؛ داریول سے بنا ہے کہ جس کو ترکی زبان میں دو راستے ملنے کو کہتے ہیں اور اس دیوار کو عوامی زبان میں دمیر قاپو کہ جس کا معنی لوہا ہے، کہا جاتا ہے۔

یہ دو راہہ تفلیس اور ولادی کیوکز کے درمیان واقع ہے اور یہ دیوار دو بلند پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی ہے کہ جو دونوں پہاڑ بلند دیواروں کے مانند ہیں اور فقط اس دوراہے کے درمیان پہاڑوں کا فاصلہ ہے اور جو آپس میں

Presented by Ziaraat.Com

ایک نقطہ پر شمالی اور جنوبی علاقہ کے ملنے کا مقام ہے وہ یہی ہے۔ کیونکہ یہ پہاڑ قدرتی طور پر جنوب ایشیا کو شمال سے جدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اور اس زمانے میں مشرق شمال ایشیا سے ظالم و جابر افراد اس دوراہے قفقاز سے داخل ہوتے ہوئے ارمنستان کے جنوبی علاقے میں وارد ہوتے اور ایران میں داخل ہو جاتے تھے یہاں تک کہ آشور اور کلدہ تک جا کر قتل و غارت کرتے اور بے گناہ لوگوں کو اسیر بناتے تھے اور کسی طرح کے ظلم و ستم سے کوئی دریغ نہیں کرتے تھے۔

ایک بار تاریخ عیسوی سے سات سو سال پہلے انہوں نے حملہ کرکے آشور کے دارالحکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ واقعہ تقریباً کورش کے زمانے سے پہلے کا ہے۔

یونان کے مورخین مانند ھردوت نے کورش کے ایران کے شمالی علاقہ کی جانب سفر کی علت کو فساد کی بھڑکتی ہوئی آگ بجھانا لکھا ہے۔ اور ظاہراً کورش نے اسی سفر کے دوران اہل شمال کی دعوت پر دوراہ داریال پر دیوار تعمیر کی۔ اور وہی ایک ایسی دیوار ہے کہ جس میں تانبا اور لوہا استعمال ہوا ہے اور قرآن مجید کی آیت بھی اس پر منطبق ہوتی ہے:

فَأَعِيْنُوْنِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْماً، أٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْد.

اور جو دلائل اس بات کو مضبوط طریقے سے ثابت کرتے ہیں ان میں سے ایک وہ نہر ہے کہ جو اس دیوار کے نزدیک واقع ہے اور اسے ساپروس کہا جاتا ہے اور یہ مغربی لوگوں کے درمیان کورش سے مشہور ہے اور دوسرے یہ

Presented by Ziaraat.Com

کہ ارمنستان کے تاریخی آثار میں اسے **هاگ گورائی** لکھا گیا ہے اور اس لفظ کا معنی بھی دوراہ کورش یا دیوار کورش ہے اور یہ بات واضح ہے کہ ارمنستان کی تاریخ اس موضوع پر بہترین دلیل ہے۔

اور جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ یوسف یہودی نے اس کا مشاہدہ کیا ہے اور اس کے بعد مشہور مورخ پروکو پیس نے ۹ صدی قبل از میلاد عیسی مسیح دیدار کرکے اس کے بارے میں شرح لکھی ہے۔[۱]

اس مقام تک ہماری بحث ذوالقرنین، یاجوج و ماجوج اور دیوار بنانے کے بارے میں مکمل ہو گئی ہیں۔

دیوار ذوالقرنین کا ٹوٹ جانا

اب ہم لفظ (دکّ) کے معنی کو بیان کرتے ہیں کہ جو قرآن مجید میں دیوار ذوالقرنین کے ٹوٹ جانے "دکّ" کو قیامت کی نشانیوں میں سے بیان کیا ہے:

فَاِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّی جَعَلَهُ دَكَّآءَ.

اور دیگر قیامت کی نشانیوں میں سے ہر طرف سے یاجوج و ماجوج کا نکلنا اور شہروں میں جا کر نشیب میں چلے جانا بیان کیا گیا ہے اور دیوار کا ٹوٹنا اور ان کا زمین میں چلے جانا قرآن کی غیبی خبروں میں سے ہے۔

۱۔ المیزان، ج ۱۳، ص ۴۲۵، و فرهنگ قصص قرآن، ص ۴۷۳، دونوں کو ابوالکلام آزاد کے قول سے نقل کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ * وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ۔[1]

یہاں تک کہ جب یاجوج وماجوج آزاد کردیئے جائیں گے اور زمین کی ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے نکل پڑیں گے اور اللہ کا سچا وعدہ قریب آجائے گا تو سب دیکھیں گے کہ کفار کی آنکھیں پتھرا گئی ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم پر وائے ہو کہ ہم اس طرف سے بالکل غفلت میں پڑے ہوئے تھے بلکہ ہم اپنے نفس پر ظلم کرنے والے تھے۔

جَعَلَهُ دَكَّآءَ کی تفسیر میں علّامہ طباطبائی کا کلام

علامہ طباطبائی مد ظلہ فرماتے ہیں:

مفسرین اور مورخین نے واقعہ ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کے اطراف وجوانب پر دقت سے روشنی ڈالی ہے اور ان میں سے اکثر اس کے قائل ہیں کہ یاجوج وماجوج ایک بہت بڑا گروہ ہے کہ جو ایشیا کے شمالی علاقہ میں زندگی بسر کررہا ہے اور ان میں سے بعض اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید نے ان کے خروج کو آخری زمانے میں خبر دی ہے اور یہ وہی تاتار کا ساتویں صدی ہجری کی ابتداء میں ایشیا کے مغربی علاقہ پر حملہ آور ہونا ہے کہ جس حملہ میں انہوں نے کسی بھی طرح کے قتل وغارت سے دریغ نہیں کیا اور اس قدر ظلم وستم کیا کہ اس زمانے سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۹۶۔۹۷۔

Presented by Ziaraat.Com

پہلے حملے میں چین پر قبضہ کیا اور وہاں سے ترکستان پر حملہ کیا اور وہاں سے ایران، عراق، شام اور قفقاز سے ہوتے ہوئے ایشیاء صغیر کی طرف چلے گئے اور جس قریہ یا شہر جیسے سمرقند، بخارہ، خوارزم، مرو، نیشاپور اور ری وغیرہ نے ان کا مقابلہ کیا اسے بالکل نابود کر دیا۔ بہت سے ایسے شہر تھے کہ جن میں دن میں ہزاروں انسان نظر آتے اور وہاں زندگی گزارتے تھے مگر ایک دن میں ایسی قتل و غارت مچائی کہ رات میں وہاں کوئی چراغ جلانے والا موجود نہ تھا اور نہ ہی کسی گھر کی کوئی دیوار نظر آتی تھی۔

اس کے بعد اپنے شہروں کی طرف پلٹے اور پھر روس پر حملہ کیا اور اہل بولونیا ومجارستان اور اس کے اطراف کو ہلاک و نابود کر دیا۔ اور روم پر حملہ کرکے انہیں ٹیکس دینے پر مجبور کیا یہ ایسے حوادث ہیں کہ جن کی تفصیل مطلب کے طولانی ہونے کا سبب ہے۔

مگر مورخین اور مفسرین نے اس سلسلہ میں زیادہ بحث نہیں کی ہے کہ وہ کس طرح دیوار سے خارج ہوئے اور خود دیوار کی کیفیت کے مسئلہ کو بھی حل نہیں کیا ہے جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوا ہے:

فَمَا اسْطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًاقَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ۔[۱]

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۹۷-۹۸ اور ۹۹ کا شروع کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

یاجوج وماجوج اس دیوار کے بننے کے بعد اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ اس میں نقب لگا سکیں گے۔ ذوالقرنین نے کہا: یہ پروردگار کی ایک رحمت ہے اس کے بعد جب وعدۂ الٰہی آجائے گا تو اس کو ریزہ ریزہ کردے گا کہ وعدۂ رب بہرحال حق ہے اور ہم نے انہیں اسی طرح چھوڑ دیا ہے کہ ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی کرتے رہیں۔

جس طرح تفاسیر میں ذکر ہوا ہے کہ ان آیات سے واضح ہے کہ یہ فسادی قوم دیوار کے پیچھے محاصرہ ہو گئی ہے اور جب تک یہ دیوار باقی ہے زمین کے ہر قطعہ اور جگہ تک نہیں پہونچ سکتی ہے مگر پروردگار کا وعدہ آجائے گا تو خداوند متعال اس دیوار کو منہدم کردے گا یا اس میں شگاف کردے گا کہ جس کی وجہ سے یہ قوم اس محاصرے سے نکل کر لوگوں کے درمیان آکر بہت زیادہ فساد کرے گی۔

ان تمام بیان شدہ مطالب کی روشنی میں مورخین اور بحث کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو بیان کریں کہ وہ مغل قوم شمال چین سے جس دیوار کو پار کرکے ایران، عراق، شام، قفقاز اور برصغیر پہونچی، وہ دیوار کہاں ہے اور اس دیوار کو کس طرح توڑا کہ اس سے عبور کرکے شہروں کو زیروزبر کرڈالا؟

اگر یاجوج وماجوج سے مراد قوم مغل اور تاتار ہے تو بات اپنی ہی جگہ باقی ہے اور اگر یہ قوم تاتار نہیں تھی تو وہ آہنی دیوار کہاں ہے کہ جس کے پیچھے

Presented by Ziaraat.Com

یہ فسادی قوم ہزاروں سال سے محاصرہ ہے اور وہاں سے نکل کر بشیرت کو تباہ و برباد نہ کر سکی۔

اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ عصر حاضر میں زمین کا ہر قطعہ زمینی، ہوائی دریائی سرحدوں کے ذریعہ آپس میں مل چکا ہے اور کوئی طبیعی مانع مانند پہاڑ اور دریا یا صناعی رکاوٹ مانند اونچی دیواروں کے قلعے، پل وغیرہ ایک قوم کو دوسری قوم سے جدا نہ کر سکیں پس یاجوج و ماجوج کس طرح اس پل کے ذریعہ اس دنیا سے جدا ہیں اور محاصرہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں؟

اس آیت کے بارے میں جہاں تک میرا خیال ہے "واللہ اعلم" وہ یہ ہے کہ خداوند متعال کے اس کلام میں لفظ "دکاء" آیا ہے کہ جس کی اصل دکّ ہے اور یہ ذلت کے معنی میں ہے جیسا کہ لسان العرب میں ذکر ہوا ہے کہ: وجبلٌ دکٌ، یعنی ذلیل۔

اور خداوند متعال کے اس قول سے مراد کہ ہم نے دیوار کو دکّاء قرار دیا، یہ ہے کہ انہیں ذلیل اور ضعیف قرار دے دیا کہ جن کی طرف کسی کی توجہ نہیں ہوگی اور ان پر روابط کے راستے بند کر دیئے ہیں اور ان سے خوشحالی سلب کر لی ہے۔

پس در حقیقت خدا نے اپنے وعدے کو دیوار کے ریزہ ریزہ ہونے اور بشری ترقی اور قوموں وامتوں کے آپسی تعلقات کہ ان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، قرار دیا ہے اور دیوار ان کے درمیان فاصلہ ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں مانع ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اسی مذکورہ معنی کی یہ دوسری آیت "حَتَّى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ" یعنی جب جاجوج وماجوج کا دروازہ کھول دیا جائے بھی تائید کر رہی ہے کہ اس میں یاجوج وماجوج کے حملہ کا ذکر ہے مگر درمیان میں دیوار کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

(دکّ) ریزہ ریزہ، کے دوسرے معنی زمین میں دفن کرنے کے بھی ہیں "صحاح اللغۃ" میں ذکر ہوا ہے کہ: دَكَكْتُ الرّكى، یعنی میں نے کنویں کو مٹی سے پاٹ (بھر) دیا۔

اس کا دوسرا معنی، پہاڑ کا پانی سے مل کر نرم مٹی بن جانا بھی ہے جیسا کہ "صحاح" میں کہا گیا ہے کہ: تَدَكْدَكَتِ الْجِبَالُ أَىْ صَارَتْ رَوَابى مِطِيْنٍ، وَاحِدَ تُها دكّاءَ۔ یعنی پہاڑ نرم مٹی بن گئے، اس کا مفرد "دکّاء" ہے۔

اور معنی کے اعتبار سے ممکن ہے دیوار ذوالقرنین پرانی عمارت ہو اور صدیاں گزرنے اور شدید آندھی وطوفان کی وجہ سے زمین میں دھنس گئی ہو یا دریاؤں کے وسیع ہونے کی وجہ سے پانی میں ڈوب گئی ہو۔

اس علت سے ممکن ہے دیوار ذوالقرنین ثابت ہو جائے مگر پہلی علت دوسرے سبب سے بہتر ہے۔[۱]

علامہ طباطبائی کا یہ بیان ابوالکلام آزاد اور سر سید احمد خان کی اس تحقیق کی روشنی میں تھا کہ جو انہوں نے تاریخی اور قرآنی آثار قدیمہ کے دلائل کے

۱۔ المیزان، ج ۱۳، ص ۴۲۶ سے ۴۲۷ تک۔

Presented by Ziaraat.Com

ذریعہ دیوار کے بارے میں بیان کیا تھا کہ اس دیوار کو تعمیر کرنے والا کورش بادشاہ تھا۔ لیکن انہوں نے دیوار ذوالقرنین کو نشانیٔ قیامت کے اعتبار سے حل نہیں کیا تھا مگر خدا کے فضل و کرم سے ہمارے بیان سے بالکل واضح ہوگیا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام اس امت کے ذوالقرنین ہیں

بہت سی روایات جوکہ اہل سنت و شیعہ سے وارد ہوئی ہیں ان میں حضرت علی علیہ السلام کو ذوالقرنین بتایا گیا ہے۔ ان روایات کو متواتر تو نہیں کہا جاسکتا ہے مگر مستفیض ضرور ہیں۔

شیخ صدوق "اکمال الدین" میں اپنی سند سے متصل کرتے ہوئے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابو بصیر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ: قَالَ إِنَّ ذَا الْقَرْنَيْنِ لَمْ يَكُنْ نَبِياً وَ لَكِنَّ كَانَ عَبْداً صَالِحاً،أَحَبَّ اللهَ فَأَحَبَّهُ اللهُ،وَ نَاصَحَ لله فَنَاصَحَهُ اللهُ أَمَرَ قَوْمَهُ بِتَقْوَى اللهِ فَضَرَبُوهُ عَلَى قَرْنِه فَغَابَ عَنْهُم زَمَاناً،ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهِمْ فَضَرَبُوهُ عَلَى قَرْنِهِ الْآخَرِ وَ فِيكُمْ مَنْ هُوَ عَلَى سُنَّتِه۔[1]

حضرت نے فرمایا: ذوالقرنین نبی یا پیغمبر نہیں تھے بلکہ خدا کے صالح بندے تھے وہ خدا سے محبت کرتے تھے خدا بھی ان سے محبت کرتا تھا۔

وہ قربت خدا کی خاطر لوگوں کو پند و نصیحت کرتے تھے اور خدا نے بھی انہیں پاکیزہ اور بااخلاص بنایا تھا۔

۱۔ اکمال الدین، طبع سنگی، باب ۴۰، ص ۲۲۰۔

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے اپنی قوم کو تقویٰ الٰہی کی طرف دعوت دی مگر قوم نے ان کے سر پر تلوار سے وار کیا وہ کافی مدت قوم سے غائب رہے اور پھر قوم کی طرف پلٹ آئے اور قوم نے پھر ان کے سر پر کاری ضرب لگائی اور تمہارے درمیان بھی اسی سیرت والا ایک موجود ہے۔

اور نیز اپنی سند سے متصل کرتے ہوئے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی ہے: قَامَ ابْنُ الْكَوَّاء إِلَى أَميرِ الْمُؤْمنينَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عليه السلامُ وَ هُوَ عَلَى الْمنْبَرِ فَقَالَ:يَا أَميرَ الْمُؤْمنينَ! أَخْبِرْنِي عَنْ ذي الْقَرْنَيْنِ أ نَبِيّاً كَانَ أَوْ ملَكاً؟ وَ أَخْبِرْنِي عَنْ قَرْنَيْه،أ ذَهَباً كَانَ أَوْ فضَّةً؟فَقَالَ لَهُ عليه السلامُ: لَمْ يَكُنْ نَبِيّاً وَ لَا ملَكاً،وَ لَا قَرْنَاهُ منْ ذَهَبٍ وَ لَا فضَّة؛ وَ لَكنَّهُ كَانَ عَبْداً أَحَبَّ اللهَ فَأَحَبَّهُ اللهُ وَ نَصَحَ لله فَنَصَحَهُ اللهُ وَ إِنَّمَا سُمِّيَ ذَا الْقَرْنَيْنِ لأَنَّهُ دَعَا قَوْمَهُ فَضَرَبُوهُ عَلَى قَرْنه فَغَابَ عَنْهُمْ حيناً ثُمَّ عَادَ إِلَيْهِمْ فَضَرَبَ عَلَى قَرْنه الْآخَرِ وَ فيكُمْ مثْلُه.[۱] [۲]

۱۔ اکمال الدین، طبع سنگی، باب ۴۰، ص ۲۲۰۔

۲۔ علامہ امینی، "الغدیر" ج۶، ص ۳۱۳ پر عمر کی اس بات کی رد میں کہ جو وہ ذوالقرنین کو ملائکہ سمجھتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ: طبری کے نقل کے مطابق عمر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ذوالقرنین رومی غلام تھا کہ جسے سلطنت دی گئی تھی اور روایت صحیح میں وارد ہوا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: انَّهُ كَانَ رَجُلاً أَحَبَّ اللهَ فَأَحَبَّهُ اللهُ وَ نَاصَحَ لِلّٰهِ فَنَاصَحَهُ؛لَمْ يَكُنْ نَبِيّاً وَ لَا مَلَكاً." فتح الباری" ج۶، ص ۲۹۵، کنز العمال، ج۱، ص ۲۵۴ اور جو قرآن مجید کی آیات میں ذوالقرنین کے بارے میں بیان ہوا ہے وہ خلیفہ کی نظروں سے نہیں گزرا ہے اور خلیفہ کو اس کا بھی علم نہیں تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو ذوالقرنین کہا اور مجمع عام میں فرمایا ہے: يا ايها الناس! اوصيكم بِحُبِّ ذى قَرْنيهَا: اخى وَابنِ عَمِّى علّى بن ابى طالبٍ؛ فَانَّهُ لَا يُحِبُّهُ الَّا مَوْمنٌ وَلَا يُبْغِضُهُ الَّا مُنَافِقٌ. مَنْ اَحَبَّهُ فَقَدْ اَحَبَّنِى؛ وَمَنْ اَبْغَضَهُ فَقَدْ اَبْغَضَنِى "الرياض النضرة" ج۲، ص ۲۱۴۔ "تذکرۃ السبط" ص ۱۷، شرح ابن ابی الحدید، ج۲، ص ۴۵۱۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امیر المومنین علیہ السلام منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ابن کوّا اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا: اے امیر المومنین علیہ السلام مجھے ذوالقرنین کے بارے میں خبر دیں کیا وہ پیغمبرؐ تھے یا فرشتہ؟ اور ان کے دو شاخوں کے بارے میں آگاہ کریں کہ کیا وہ سونے کی تھیں یا چاندی کی؟

حضرت نے فرمایا: ذوالقرنین نہ پیغمبر تھے نہ فرشتہ، اور نہ ان کی شاخیں سونے کی تھیں نہ چاندی کی۔ وہ خدا کو دوست رکھتے تھے اور خدا بھی انہیں دوست رکھتا تھا اور انہوں نے خود کو خدا کے لئے خالص کر دیا تھا اور خدا نے بھی ان کو خالص قرار دیا تھا۔

انہیں اس لئے ذوالقرنین کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو خداوند متعال کی طرف دعوت دی مگر قوم نے ان کے سر کو شگاف کر دیا۔ وہ کچھ مدت کے لئے اس قوم کے درمیان سے غائب ہوگئے اور پھر اس کے بعد پلٹ آئے پھر قوم نے ان کے سر کو دوسری طرف سے پارہ کر دیا اور تمہارے درمیان بھی اس کے مانند فرد موجود ہے۔

حضرت کی مراد پہلی بار سر شگاف کرنے سے آپؐ کے سر مبارک پر عمرو بن عبدود کی تلوار کا لگنا ہے اور دوسری بار کی خبر دے رہے ہیں کہ ابن ملجم مرادی اسی سر پر تلوار مارے گا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس حدیث کو علل الشرائع میں دیگر سند کے ساتھ اور تفسیر برہان میں شیخ صدوق سے علل الشرائع کی سند کے ساتھ اور تفسیر علی بن ابراہیم میں بغیر ذکر سند کے نقل کیا گیا ہے۔[1]

اور کتاب "الغارات" ج۱، ص۱۸۲ میں طویل حدیث کے ضمن میں ابن کوّا کے سوال کو حضرت علی علیہ السلام سے بیان کیا گیا ہے۔

اور اس حدیث کو علامہ مجلسی نے بحار کے (باب ما تَفضّلَ علیَ علیہ السلام بہ علی الناس) میں ص۱۲۰ پر کتاب الغارات سے نقل کیا ہے اور نیز شہید اول کے شاگرد حسن بن سلیمان حلّی نے کتاب مختصر البصائر ص۲۰۴ پر الغارات سے نقل کیا ہے اور علامہ مجلسی نے بحار کی ج۱۳ سے باب رجعت میں ۲۲۷ صفحہ پر مختصر البصائر سے نقل کیا ہے۔[2]

اور کتاب الغارات کے حاشیہ نمبر۱۳ پر تحریر ہے کہ: اس حدیث کو ابن عساکر نے کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ اپنی تاریخ ج۷، ص۳۳۰ پر نقل کیا ہے اور علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی ج۵، ص۱۶۰ میں علی بن ابراہیم سے اپنی سند کے ساتھ کہ ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔

اور محمد بن علی بن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب (فصل امیر المومنین شاہد و شہید (مشہود) وذوالقرنین ہیں) جزء ۳ طبع بمبئی، ص۶۳) میں

۱۔ تفسیر برھان، ج۱، طبع سنگی، ص۶۴۱، و علل الشرائع، ص۳۹ و۴۰، تفسیر قمی طبع سنگی، ص۴۰۲۔

۲۔ الغارات، ج۱، تعلیقۂ اول از صفحہ ۱۸۲۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب غریب الحدیث سے نقل کیا ہے کہ ابو عبید نے کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

اِنَّ لَکَ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ؛وَاِنَّکَ لَذُوْ قَرْنَیْھَا۔

اے علیؑ تمہارے لئے جنت میں گھر ہے اور تم وہاں کے ذوالقرنین ہو۔

اور پھر سوید بن غفلۃ اور ابو الطفیل نے اسی روایت کو کہ جو ہم نے ابن کوّا سے نقل کی ہے امیر المومنین علیہ السلام سے کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ نقل کی ہے۔

اور اس روایت کو محمد بن مسعود عیاشی نے اپنی تفسیر میں آیہ یسئلونک عَنْ ذِی القرنین، کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور احمد بن ابی طالب طبرسی نے کتاب احتجاج میں نقل کی ہے۔

ابو عُبید قاسم بن سلّام ھَروی (متوفی ۲۲۴ھ) کی کتاب غریب الحدیث ج ۳، ص ۸۷ و ۹۷ میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ: بعض اہل علم کہتے ہیں کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ: وَاِنَّکَ لَذُوْ قَرْنَیْھَا، بے شک تم ذوالقرنین ہو، اس سے مراد جنت کی دو سمتیں ہیں اور اس تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ حدیث کے شروع میں جنت کا ذکر ہوا ہے اور ضمیر ذُو قرنیھا، کو جنت کی طرف پلٹایا گیا ہے۔ مگر میرے اعتبار سے یہ صحیح نہیں ہے (واللہ اعلم) بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارادہ یہ تھا: اِنَّکَ ذُوْ قَرْنَیْ ھَذِہِ الْاُمَّۃ، یعنی اے علیؑ تم اس امت کے ذوالقرنین ہو۔ پس امت کو نیت میں رکھا گیا ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور اسی کی طرف ضمیر پلٹائی گئی ہے اور قرآن مجید میں اس طرح کی بہت سے مقامات پر ضمیریں پلٹائی گئی ہیں۔

اور اس کے بعد قرآن مجید سے چند مثالیں[۱] پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

میں اس تفسیر کو پہلے والی تفسیر پر ترجیح دیتا ہوں کیونکہ میرے پاس ایسی حدیث موجود ہے کہ جو اس روایت کی وضاحت و تفسیر کرتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ جب ذوالقرنین کا ذکر کیا تو فرمایا: ذوالقرنین وہ شخص تھا کہ جس نے اپنی قوم کو خدا کی عبادت کی طرف دعوت دی مگر ان کی قوم نے ان کے سر پر دو بار دو ضربیں لگائیں وَ فِیکُمْ مِثْلُهُ، اور تمہارے درمیان اس کے مثل موجود ہے۔

۱۔اس آیت کریمہ کے مانند: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ (سورۂ فاطر کی ۴۵ویں آیت کا شروع کا حصہ) اور دوسری جگہ فرمایا: ما تَرَکَ عَلَیهَا (سورۂ نحل کی ۶۱ویں آیت کا کچھ حصہ) ان دونوں آیات میں ضمیر "ارض" کی طرف پلٹ رہی ہے جبکہ یہ لفظ ذکر نہیں ہوا ہے مانند اس آیت شریفہ کے: اِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (سورۂ ص کی ۳۲ویں آیت) یعنی توراتِ الشَّمْسُ جبکہ لفظ شمس ذکر نہیں ہوا ہے۔

اور اس کی مثالیں عام طور سے موجود ہیں مانند کوئی کہتا ہے: ما بها أُعْلَمُ مِنْ فُلانٍ یعنی اس قریہ یا شہر یا مدینہ میں، اور اسی کے مانند حاتم طائی کا یہ شعر ہے:

أماویّ ما يُغنى الثّرآءُ عن الفَتَى
إِذَا حَشْرَجتْ يَوماً وضاق بها الصدر

اس شعر میں فِعْل حشرجت، کی ضمیر نفس کی طرف پلٹ رہی ہے جبکہ نفس کا تذکرہ نہیں ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہم اس حدیث سے مراد خود حضرتؑ کا وجود مبارک سمجھتے ہیں۔ یعنی میں لوگوں کو اس حد تک حق کی طرف دعوت دوں گا کہ میرے سر پر دو ضربیں لگیں گی اور میں شہید ہو جاؤں گا۔اور زمخشری نے "فائق" میں مادۂ قَرنَ (ج۲،ص۳۲۷) کے ضمن میں بھی ضمیر کو امت کی طرف پلٹایا ہے۔

اور ابن اثیر نے "نہایہ" میں مادہ "قرن" کے ذیل میں ابو عبید سے اسی گذشتہ مطلب کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ: حضرتؑ کی دو ضربتیں سر پر لگنے سے مراد ایک خندق کے روز والی ضربت ہے اور دوسری ابن ملجم مرادی والی ہے۔

اور ابن منظور نے لسان العرب میں مادہ قَرنَ کے ذیل میں اسی کے مانند مفہوم بیان کیا ہے اور زبیدی نے تاج العروس میں مفصل بحث کے بعد نیز اسی حدیث کو ذکر کیا ہے اور تفسیر ابو عبید کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد ابوالکمال السید احمد عاصم سے قاموس محیط ترجمہ اقیانوس بسیط میں ایک خوبصورت رسول خدا ﷺ کا امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں قول: انَّ لک فِی الجَنَّۃِ بَیْتاً وَ انَّکَ لَذُوْ قَرْنَیْھَا، بیان کیا ہے۔[۱]

ان روایات کی روشنی میں کہ جن کو ہم نے فریقین سے نقل کیا اور تواتر کی حد تک ہیں کہ جن میں بیان ہوا کہ ذوالقرنین کا معنی یہ ہے کہ جس نے دو ضربیں کھائی ہیں اور مثال بھی اس امت میں امیر المومنینؑ سے فرمائی ہے لہٰذا آیات کو کورش پر منطبق کرنا صحیح نہیں ہے۔

۱۔خلاصہ تعلیقات ۱۳ از تعلیقات "الغارات" ج۲،ص۷۴۰ تا ۷۴۵۔

Presented by Ziaraat.Com

قیامت کی علامات میں سے، آسمان میں دھویں کا اٹھنا اور زمین سے دابۃ الارض کا نکلنا

قیامت کی علامات اور نشانیوں میں سے ایک نشانی آسمان پر دھویں کا ظاہر ہونا ہے اور یہ عذاب کی علامت بھی ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ * يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ * رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ * أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُبِينٌ۔[1]

پس تم اس دن کا انتظار کرو جب آسمان واضح قسم کا دھواں لے کر آجائے گا۔ جو تم لوگوں کو ڈھانپ لے گا کہ یہی دردناک عذاب ہے۔ تب سب کہیں گے کہ پروردگار اس عذاب کو ہم سے دور کردے ہم تجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ بھلا ان کی قسمت میں نصیحت وتذکر کہاں جب کہ ان کے پاس واضح پیغام والا رسول بھی آچکا ہے۔ انہوں نے اس کی باتوں کو قبول نہیں کیا اور اس کی طرف بڑھ کر کہا: یہ دیوانہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ یہ سب کچھ مجھے تعلیم دی گئی ہے۔

قیامت کی علامات میں سے ایک علامت دابۃ الارض (زمین پر چلنے والے) کا خروج کرنا ہے۔

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ۔[2]

۱۔ سورۂ دخان، آیت ۱۰۔۱۳۔

۲۔ سورۂ نمل، آیت ۸۲۔

Presented by Ziaraat.Com

اور جب ان پر وعدہ پورا ہو گا تو ہم زمین سے ایک چلنے والا نکال کر کھڑا کر دیں گے جو ان سے یہ بات کرے گا کہ بیشک لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

اس آیت میں "دابۃالارض" جو کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے ، سے کیا مراد ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو بہت سی اس سلسلہ میں روایات بیان ہوئی ہیں وہ کیا ہیں؟

زمین پر چلنے والا جو اسی زمین سے خروج کرے گا اور لوگوں سے گفتگو کرے گا اور کافروں اور دشمنوں کو ظاہر کرے گا اور مومن وکافر کو الگ الگ صفت میں کھڑا کر دے گا وہ کون ہے؟

قرآن مجید میں اس کا نام ذکر نہیں ہوا ہے اس میں بھی راز ورمز پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ قرآن میں حضرت علی علیہ السلام کا نام ذکر نہ ہونا بھی ایک راز و حکمت ہے جبکہ پورے قرآن میں اول سے آخر تک عظمت اور صفات امیر المومنین علیہ السلام بیان ہوئی ہیں لیکن ولایت؛ باطن نبوت ہے اور نبوت؛ ظاہر ولایت اور قرآن مجید کتاب نبوت یعنی ظاہر ولایت ہے، ولایت تاویل اور تفسیر قرآن ہے اور تفسیر وتاویل باطنی ہے لہٰذا اصول اور قاعدہ کے اعتبار سے حضرت علی علیہ السلام کا نام گرامی قرآن میں نہیں ہونا چاہیئے اسی وجہ سے بہت سی روایات میں ذکر ہوا ہے کہ تفسیر اور تاویل آیات قرآن امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں ہیں۔ لہٰذا اگر ہم قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر جو آئمہ علیہم السلام نے کی ہے ان کے معنا و مفاہیم آئمہ یا ان کے

Presented by Ziaraat.Com

دشمنوں کے بارے میں ہیں تو یہ تاویل قرآن ہے نہ ظاہری تفسیر اور ان دونوں میں کسی طرح کا ٹکراؤ یا ایک دوسرے کی مخالفت نہیں ہے۔

دابۃ الارض سے مراد حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام ہیں

من جملہ یہی آیہ مذکورہ ہے کہ جس کے بارے میں بہت زیادہ روایات بیان ہوئی ہیں جن میں زیادہ تر تفسیر برہان اور مجمع البیان میں محمد بن کعب قرظی سے نقل ہوئی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سے سوال ہوا کہ دابۃ الارض سے کیا مراد ہے؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

أمَا وَاللهِ مَا لَهَا ذَنَبٌ وَ انَّ لَهَا لِلحيةٌ.[1]

خدا کی قسم زمین پر چلنے والا وہ ہے کہ جو دم نہیں بلکہ داڑھی رکھتا ہے۔

علی بن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں اپنے والد سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا رہے تھے یہاں تک کہ امیر المومنین علیہ السلام کے پاس پہونچے کیا دیکھا کہ حضرت علی علیہ السلام ریت کا تکیہ بنائے ہوئے مسجد میں اس پر سر رکھ کر سو رہے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو یہ کہہ کر اٹھایا: **قُمْ يَا دَابَّةَ اللهِ !** اے زمین پر چلنے والے اٹھ جا۔

۱۔ مجمع البیان، طبع صیدا، مجلد چہارم، ص ۲۳۴۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت کا ایک صحابی جو کہ وہاں موجود تھا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہمیں بھی اجازت ہے کہ جس نام سے آپؐ نے علیؑ علیہ السلام کو آواز دی ہے ہم ایک دوسرے کو آواز دیں؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا وَاللهِ، نہ خدا کی قسم! یہ لفظ فقط علیؑ ہی سے مخصوص ہے اور وہ ایسا دابۃ ہے کہ جس کا خداوند متعال نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ.

پھر فرمایا: اے علیؑ خداوند متعال تمہیں آخری زمانے میں بہترین شکل و صورت میں خارج کرے گا اور تم ایسے آلہ و ابزار ہو کہ جس کے ذریعہ دشمن کی شناخت ہو گی اور انہیں جلاؤ گے۔

(وَ مَعَکَ مِیْسَمٌ تسمَ بِهِ اعْدَآءَکَ)

اس مقام پر ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا:

انَّ الْعَامَّةَ يَقُوْلُوْنَ هَذه الدَّابَّةُ انَّمَا تُكَلِّمُهُمْ. فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ الله عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَلَمَهُمُ اللهُ فِى نَارِ جَهَنَّمَ؛ انَّمَا هُوَ يُكَلِّمُهُمْ مِنَ الْكَلَامِ.

اہل سنت کہتے ہیں کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ وہ دابۃ الارض لوگوں کو زخمی کرتا ہے اور مجروح کرتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خداوند متعال ان کو جہنم میں مجروح کرے؛ وہ دابۃ لوگوں سے گفتگو کرے گا اور کلمہ یُکَلِّمُهُمْ مادۂ کلام سے ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور یہ آیت رجعت کے سلسلہ سے ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے فوراً بعد رجعت کے بارے میں آیت ذکر ہوئی ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتَّى إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمْ مَاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ.[1]

اور ایک دن ہم ہر امت میں سے وہ فوج اکٹھا کریں گے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور پھر الگ الگ تقسیم کر دیئے جائیں گے یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے تو ارشاد احدیت ہوگا کہ کیا تم لوگوں نے میری آیات کی تکذیب کی تھی حالانکہ تمہیں ان کا مکمل علم نہ تھا یا تم کیا کر رہے تھے؟

اس کے بعد حضرتؑ نے فرمایا: آیات الٰہی سے مراد کہ جس کی تکذیب کریں گے، حضرت امیر المومنینؑ اور ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں۔

حضرت نے فرمایا: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند متعال ہر امت سے ایک گروہ کو اٹھائے گا اور دوسروں کو چھوڑ دے گا یہ رجعت ہے لیکن قیامت کے بارے میں آیت ذیل میں وارد ہوئی ہے:

وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا.[2]

اور ہم سب کو اس طرح جمع کریں گے کہ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔

۱۔ سورۂ نمل، آیت ۸۳-۸۴۔

۲۔ سورۂ کہف، آیت ۴۷۔

Presented by Ziaraat.Com

علی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ: میرے والد نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے مفَضَّل سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے خداوند متعال کی اس آیۂ کریمہ: و یوم نحشرُ مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ فَوجاً۔ کی تفسیر میں فرمایا: مومنین میں سے ہر قتل ہونے والا رجعت کرے گا اور دوبارہ حیات کے بعد مرے گا اور دو گروہ رجعت کریں گے:

اول جو خالص ایمان کے درجہ پر پہونچے ہوں گے اور دوسرے خالص کافر ہوں گے یہ بھی رجعت کریں گے!

دابۃالارض کے بارے میں ایک شخص کا عمار یاسر سے سوال کرنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص نے عمّار یاسر سے کہا اے ابا الیقظان! قرآن میں ایک آیت ایسی ہے کہ جس نے میری فکر کو پریشان کر دیا ہے اور مجھے شک میں ڈال دیا ہے۔

عمار نے کہا: وہ آیت کون سی ہے؟ اس شخص نے کہا: وہ یہ آیت ہے:

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ.

وہ زمین پر چلنے والا کون ہے؟ اور اس کے صفات کیا ہیں؟

عمار نے کہا: خدا کی قسم میں نہ اس وقت تک کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا نہ آرام کروں گا جب تک کہ تجھے اس کو نہ دکھا دوں۔

Presented by Ziaraat.Com

عمار اس شخص کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ حضرت علی علیہ السلام خرمے نوش فرمارہے تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا: ای ابایقظان! آؤ بیٹھو اور خرمے تناول کرو! عمار بیٹھ گئے اور حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خرمے تناول کرنے لگے۔ وہ شخص عمار کے اس فعل کو دیکھ کر حیرت و تعجب میں پڑگیا جب عمار وہاں سے اٹھے تو اس شخص نے کہا: سبحان اللہ! کیا آپ نے قسم نہیں کھائی تھی کہ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا نہ بیٹھوں گا کہ جب تک "دابۃ الارض" کو نہ دکھادوں؟

عمار نے کہا: میں نے تمہیں اسے دکھا دیا ہے، اگر تم سوچو اور عقل سے کام لو![1]

اس روایت کو مجمع البیان اور تفسیر برہان میں علی بن ابراہیم سے نقل کیا گیا ہے۔[2]

اور تفسیر برہان میں اصبغ بن نباتہ کی سند سے متصل کرتے ہوئے کہتے ہیں: میں ایک دن حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ سرکہ اور زیتون کے تیل کے ساتھ روٹی تناول کرنے میں مشغول تھے میں نے آپؑ کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی اور سوال کیا: اس "دابۃ" سے کیا مراد ہے؟

۱۔ تفسیر علی بن ابراہیم، طبع سنگی، ص۴۷۹ و۴۸۰۔

۲۔ مجمع البیان، ج۴، ص ۲۳۴ و تفسیر برہان، ج ۲، ص۷۸۱۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرتؑ نے فرمایا: دابّہ وہ ہے جو اس وقت روٹی و سرکہ اور زیتون کھانے میں مشغول ہے۔[1]

اور نیز اپنی سند کے ساتھ رسول خداﷺ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

تَخْرُجُ دَابَّةُ الْأَرْضِ وَمَعَهَا عَصَى مُوسَى وَخَاتَمُ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوُدَ؛تَجْلُو وَجْهَ المُؤْمِنِ بِعَصَا موسَى وَتَسِمُ وَجْهَ الْكَافِرِ بِخَاتَمِ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السلام.[2]

دابۃ الارض، خروج کرے گا اس کے پاس عصای موسیٰؑ اور سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے عصاء موسیٰؑ کے ذریعہ مومن کے چہرے کو روشن ومنور کرے گا اور سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ذریعہ کافروں کے چہروں پر علامت گزاری کرے گا جس سے شناخت ہو جائے گی۔

دابۃ الارض وغیرہ سے مراد روایات میں ظہور ولایت ہے

یہ ولایت کے ظہور کا مقام ہے کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت مطلقہ عالم ملک وملکوت کو گھیرے ہوئے ہے مگر مخفی و پوشیدہ ہے جب قیامت کے آثار نمودار ہوں گے ولایت ظاہر ہو گی اور خفاء سے عالم شہود میں تجلی کرے گی۔

۱۔ تفسیر برہان، ج۲، ص۷۸۱ و۷۷۲۔

۲۔ تفسیر برہان، ج۲، ص۷۸۱ و۷۷۲۔

Presented by Ziaraat.Com

ولایت مطلقہ امیر المؤمنین علیہ السلام عام انسانوں پر ظاہر نہیں ہے

اس وقت بھی ولایت کا وجود ہے مگر عام لوگوں کے لئے ظاہر نہیں ہے، مخفی ہے لوگ اس کا احساس و ادراک نہیں کرتے۔ لیکن اللہ کے نیک اور خاص بندوں کے لئے کہ جنہوں نے جہاد اکبر کی منزلیں طے کر کے منزل اخلاص پر فائز ہوئے ہیں اور خدا کے مقرب بندے قرار پائے ہیں ان کے لئے ظاہر ہے۔ وہ عالم کے تمام حرکات و سکنات کو ولایت کے تحت جانتے ہیں۔ لیکن رجعت میں ولایت کا ظہور تمام لوگوں کے لئے ہو جائے گا۔

مقام امیر المؤمنین علیہ السلام کی عظمت و بلندی

بہت سی روایات میں ذکر ہوا ہے کہ: **علیّ قسیم الجَنَّةِ وَالنّار**، علی علیہ السلام جنت و جہنم کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ **وَ لَا یَجُوزُ اَحدٌ عَلَی الصراط الَّا وَ کَتَبَ عَلیٌّ لَهُ الجواز**۔ پل صراط سے اس وقت تک کوئی نہیں گزر سکتا جب تک کہ اس کے پاس علیؑ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پروانہ نہ ہو۔ علی علیہ السلام دابۃ الارض ہیں اور عصاء موسی کے ذریعہ مومنوں کے چہرے کو روشن و منور کریں گے اور انگشتر سلیمانؑ سے کافروں کے چہروں پر مہر لگائیں گے اور مومنوں کو کافروں سے اور منافقوں سے الگ کر دیں گے حق و باطل میں جدائی کریں گے اور جہنمی و جنتی کو الگ کر دیں گے۔ آپ کی ولایت کی فقط ایک مختصر جھلک دنیا والوں نے دیکھی آج تک دنیا والے حیرت کے سمندر میں غوطہ

Presented by Ziaraat.Com

زن ہیں یہودی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہیں اور کاروان وجود آپ کے صدقے میں عظمت و مقام و منزلت حاصل کرنے میں رواں دواں ہے۔

جبران خلیل جبران کہتا ہے: وَفِي عقيدَتى اَنّ علىّ بن ابى طالبِ اَوَّلُ عربىِ جَاوَرَ الرّوحَ الكُلِيّة وَ سَامَرها.

میرے عقیدے میں علی بن ابی طالب سب سے پہلا عرب ہے کہ جس نے روح کلی اور ولایت مطلقہ کی منزل کو حاصل کیا اور اس کی جلوت و خلوت اختیار کی ہے۔

اور کہتا ہے: عَلِيّ ماتَ وَ الصَّلوةُ بَيْنَ شَفَتَيْهِ۔ علی علیہ السلام کا اس حال میں انتقال ہوا کہ نماز آپ کے ہونٹوں پر تھی۔

اور کہتا ہے کہ: علی بن ابی طالب کا وجود آپؑ کے زمانے سے بالاتر تھا اور میں اس راز سے آگاہ نہیں ہوا کہ کبھی زمانہ ایسے فرد کو وجود عطا کرتا ہے کہ جس کا تعلق اس زمانے سے نہیں ہوتا۔[1]

خود حضرت امیر المومنین علیہ السلام ضربت لگنے کے بعد بستر علالت پر وصیت کے ضمن میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں، فرمایا:

غَداً تَرَوْنَ أَيَّامِيْ،وَيُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِيْ وَتَعْرِفُوْنِيْ بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِيْ وَقِيَامِ غَيْرِىْ مَقَامِيْ.[2]

تم میری حیات کو زمانہ گزرنے کے بعد دیکھو گے اور میرے تمام راز تم پر بعد میں ظاہر ہوں گے اور مجھے اس وقت پہچانوں گے جب میری جگہ خالی

۱۔ اس مطلب کو کتاب "علىّ صوتُ العدالة الانسانية" جبران خلیل جبران سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷، ج ۱، ص ۲۶۹ از طبع عبدہ مصر، مطبعۃ عیسی البابی الحلبی۔

Presented by Ziaraat.Com

ہو جائے گی اور دوسرا اس مقام پر بیٹھ جائے گا۔ اور نیز فرماتے ہیں: وَاللہ مَا فَجَئَنِیْ مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٍ کَرِهْتُهُ، وَلَا طَالِعٌ أَنْکَرْتُهُ؛ وَمَا کُنْتُ اِلَّا کَقَارِبٍ وَرَدَ، وَطَالِبٍ وَجَدَ، وَمَا عِنْدَ اللہِ خَیْرٌ لِلْأَبْرَارِ.[۱]

یہ کلمات آپ نے ضربت لگنے کے بعد اور رحلت سے پہلے اپنی زبان مبارک پر جاری فرمائے؛ خدا کی قسم مجھے اچانک یا ناگہانی میں موت نے نہیں پکارا ہے کہ میں اسے ناپسند جانوں اور اس سے کراہیت کروں اور کوئی چیز میرے اوپر نئی ظاہر نہیں ہوئی ہے کہ جسے غیر مانوس سمجھوں اور میں اس تشنہ کے مانند تھا کہ جو خشک صحرا میں پانی کی تلاش میں ادھر ادھر جاتا ہے اور پانی پالیتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور میں اس طلبگار کے مانند تھا کہ جو اپنے گمشدہ اور مقصد کی تلاش میں دوڑتا ہے اور اسے پالیتا ہے اور جو کچھ بھی خدا کے نزدیک ہے وہ ابرار کے لئے قابل پسند ہے۔

جی ہاں امام علیہ السلام ایک مقام پر فرماتے ہیں: وَلَأَلْفَیْتُمْ دُنیاکم هَذِهِ أَزْهَدَ عِنْدی من عَفْطَةِ عَنْزٍ.[۲]

خدا کی قسم یہ تمہاری دنیا میرے نزدیک بکری کی ناک سے بہنے والے پانی سے بھی بے قیمتی ہے۔ اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: وَ اِنَّ دنیاکم عندی لَأَهونُ مِنْ وَرقَةٍ فِی فَمِ جَرَادَةٍ تَقْضِمُهَا.[۳]

۱۔ نہج البلاغہ، کلام ۲۲، ج ۲، ص ۲۱۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۳، ج ۱، ص ۳۷ از عبد مصر۔

۳۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۲۲۲، ج ۱، ص ۴۵۳۔

Presented by Ziaraat.Com

اور تمہاری دنیا کی قدر و منزلت میرے نزدیک اس پتے سے بھی پست تر ہے کہ جو ٹڈھا اپنے منھ میں چباتا ہے۔

اور ایک جگہ فرماتے ہیں: وَاللهِ لَدنیاکم هَذِهِ أهونُ فِی عَینی مِن عَرَاقِ[۱] خِنْزِیرِ فی یَدِ مَجذوم.[۲]

خدا کی قسم میری نگاہوں میں تمہاری یہ دنیا اس خنزیر سے پست تر ہے کہ جس کے گوشت کے ٹکڑے اور چھیچھڑے کسی ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہوں کہ جو برص (کوڑھ) کے مرض میں مبتلا ہو۔

امام علی علیہ السلام ایک جگہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ: مَوْتُة عَلی الْفِرَاشِ اَشَدٌّ مِنْ ضَرْبَة ألفِ سیفٍ.[۳]

بستر پر موت آنا ہزار بار تلوار سے قتل ہونے سے سخت تر ہے۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے مکتب الٰہی میں ایسی تربیت پائی ہے کہ اس بات کو قسم کے ذریعہ تاکید کرکے بیان فرماتے ہیں: والذی نفسُ ابنِ ابی طالبٍ بِیَدِهِ لَألفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّیْفِ أهْوَنُ عَلَیَّ من مِیتَةٌ عَلَی الْفِرَاشِ ![۴] قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں علی بن ابی طالب

۱۔ بعض نسخوں میں نہج البلاغہ کے عُراق (پیش کے ساتھ) ذکر ہوا ہے کہ جس کا معنی وہ ہڈیاں ہیں کہ جس کا گوشت کھالیا گیا ہو۔

۲۔ نہج البلاغہ، حکمت ۲۳۶، ج۲، ص۱۸۸۔

۳۔ الغارات، ج۱، ص ۴۳۔

۴۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۱، ج۱، ص ۲۳۷۔

Presented by Ziaraat.Com

کی جان ہے میرے نزدیک ہزار بار تلوار کی ضربت سے ٹکڑے ہونا آسان ہے بستر پر مرنے سے۔

حضرت امیرالمؤمنین کی فرمائشات اور عظمت و بلندیوں کا حق ہے کہ آپ موت اور ملاقات خدا کے عاشق ہوں اور حق ہے کہ بشریت کو اپنی عظمت جو کہ عظمت خدا ہے کے سامنے سر تسلیم خم کرائیں۔

صلى الله عليک يا ابا الحسن وَ عَلى روحک الطّيبِ وَ بَدَنکَ الطّاهرِ و رحمة الله وبركاته.

دادیم به یک جلوه رویت دل و دین را
تسلیم تو کردیم همان را و همین را
من سیر نخواهم شدن از وصل تو آری
لب تشنه قناعت نکند ماء معین را
می دید اگر لعل ترا چشم سلیمان
می داد در اول نظر از دست نگین را
در دائره تاجوران راه ندارد
هر سر که به پائ تو نسائید جبین را

(ہم نے آپ کے ایک جلوہ دیدار میں اپنا دل اور دین دیدیا، اپنا یہ اور وہ سب کچھ آپ کے حضور تسلیم کردیا۔ میں آپ کے وصال سے کبھی سیر نہیں ہوسکتا، تشنہ لب کبھی بھی مختصر پانی سے سیر نہیں ہوتا۔ اگر حضرت سلیمان کی آنکھ آپ کے لعل و گوہر وجود کو دیکھتی، تو پہلی ہی نظر میں ان نگینہ کو اپنے ہاتھ سے دیدیتی۔ عاشقوں کے زمرے میں اس کی جگہ نہیں ہے، کہ جو اپنے سر اور پیشانی کو آپ کے قدموں میں نہ جھکائے۔)

Presented by Ziaraat.Com

مقام امیر المؤمنین علیہ السلام کی عظمت میں خلیل ابن احمد کا کلام

خلیل بن احمد عروضی سے نقل ہوا ہے کہ: انَّهُ سُئِلَ لِمَ يَهْجُرُ النّاسُ عَلِيّاً؛وَ قُرْبُهُ من رسول الله صَلّى الله عَلَيه وَ آله وَسَلَّم قُرْبُهُ، وَ مَوْضِعُهُ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ مَوْضِعُهُ، وَ عِيَاذُهُ فِي الاسلامِ عياذُه؟

خلیل بن احمد سے سوال کیا کہ لوگوں نے علیؑ سے کیوں دوری اختیار کی اور انہیں کیوں چھوڑا جبکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ نزدیک تھے اور ان کا مقام مسلمانوں کے درمیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کے مانند تھا اور اسلام میں ان کے دامن سے متمسک ہونا گویا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن سے تمسک کرنا تھا؟

فَقَال: بَهَرَ وَالله نورُهُ انوارهم، وَ غَلَبَهُمْ عَلَى صَفوِ كُلّ مَنْهَلٍ، والنّاسُ عَلَى اشكالِهِم أَمِيلُ.

خلیل نے جواب میں کہا: خدا کی قسم علی علیہ السلام کے نور نے ان کے تمام انوار پر غلبہ حاصل کرلیا اور آپ حقیقی آب حیات کے حصول میں سمندروں سے بلند تھے لیکن لوگ اپنے ہم مزاج افراد کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔

پھر کہا: کیا تم نے نہیں سنا ہے:

وكُلٌّ شكل الَى شَكْله ءَالفٌ
اما ترى الَفيَلُ يألفُ الفيلاَ

Presented by Ziaraat.Com

ہر شکل اپنی شکل کی طرف مائل ہوتی ہے اور اس سے محبت کرتی ہے۔
کیا نہیں دیکھتے کہ ہاتھی ہاتھی سے الفت کرتا ہے اور انس و محبت ظاہر کرتا ہے؟

اور اسی مضمون کو ریاسی نے عباس بن احنف سے نقل کیا ہے:

وَ قائِلٍ کیفَ تَهَاجَرْتُمَا
فَقُلْتُ قولاً فِیه أصنافُ
لَمْ یک مِن شکلی فَهاجَرْتُهُ
وَالناس أشکالٌ وَءَالافُ

اور بعض اوقات کہنے والا مجھ سے کہتا تھا: تم دونوں نے کس طرح ایک دوسرے سے دوری اختیار کی؟ میں نے اس کو جواب دیا کہ جس میں مختلف معنی پوشیدہ تھے: وہ میرے ہم مزاج نہیں تھا لہٰذا اسی وجہ سے میں نے اس سے دوری اختیار کی۔ کیونکہ لوگ مختلف مزاج رکھتے ہیں اور ہر گروہ اپنا مخصوص ہم نشین رکھتا ہے۔

وَ سُئِلَ ایضاً: مَاهُوَ الدَّلِیْل عَلَی اَنّ عَلِیّاً امامُ الکُلِّ فِی الْکُلِّ؟ فقالَ: احتیاجُ الْکُل الیہ وغنَاہُ عَنِ الْکُلِّ.

اور نیز خلیل سے سوال ہوا: اس پر کیا دلیل ہے کہ علی بن ابی طالب سب کے امام ہیں اور ہر امور میں امام ہیں؟

جواب دیا: سب کا علیؑ کی طرف محتاج ہونا اور علیؑ کا سب سے بے نیاز ہونا علیؑ کے امام ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے اور نیز خلیل سے فضائل علی ابن ابی طالب کے بارے میں سوال ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

فَقَالَ: مَا اَقولُ فی حَقٍّ مَنْ اَخْفَی الاحبّاءُ فَضَآئلَهُ منْ خوف الاعْدآء،وَ سَعَی أعْدَاوُهُ فی إخْفَائها منَ الحَسَدِ والبغضآء؛وَ ظَهَرَ منْ فَضَائله مَعَذلکَ کُلّه ما مَلَأَ المَشْرِقَ وَالْمَغْربَ.[1]

جواب میں فرمایا: میں اس شخص کے بارے میں کیا بیان کروں کہ جس کے فضائل کو دوستوں نے دشمنوں کے خوف سے چھپایا اور دشمنوں نے حسد و دشمنی کی وجہ سے چھپایا مگر اس کے باوجود اس کے فضائل سے عالم مشرق و مغرب پر ہیں۔

اور کتنے خوبصورت انداز میں صاحب بن عبّاد نے اس مطلب کو قلم بند کیا ہے:

ما لِعَلیّ العُلَیَ أشباهُ
لا وَالّذی لا إلَهَ الّا هُوَ
مَبْناهُ مَبنَی النَّبیَ تَعْرِفُهُ
وَابْناهُ عِنْدَ التّفاخُرابْناهُ
اِنَّ عَلِیاً عَلا عَلَی شرف
لَوْ رامَهُ الوَهَمُ زُلَّ مَرْقَاهُ[2]

۱۔ روضات الجنات، طبع سنگی، ص۲۷۵، وطبع حروفی، ج۳، ص۲۹۹و۳۰۰؛اس کے مولف نے کہا ہے: من جملہ جن افراد نے خلیل کے شیعہ ہونے کی تصدیق کی ہے وہ قاضی نور اللہ شوستری ہیں کہ جنہوں نے اپنی کتاب مجالس المومنین میں بیان کیا ہے اور مختلف طریقوں سے دلائل بیان کئے ہیں جن میں سے اس دلیل کو بیان کیا ہے: احتیاجُ الکلّ الیه وغناهُ عن الکلّ۔

۲۔ الکُنَی والالقاب، ج۱، ص۱۳۰ از طبع صیدا۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۔ علی ابن ابی طالب کہ جن کا وجود تمام بلندیوں اور درجات کا مرقع ہے، کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے اس ذات احدیت کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، علیؑ کا کوئی مثل و نظیر نہیں ہے۔

۲۔ان کی بنیاد رسول خداﷺ کی بنیاد ہے اور ان کے دونوں بیٹے میدان تفاخر میں رسول خداﷺ کے دو بیٹے ہیں۔

۳۔ علی علیہ السلام عظمت وشرف کے اس بلند مقام ومنزلت پر فائز ہیں کہ اگر وہم وگمان اس تک رسائی کرنا چاہیں اور ان کے درجات کو فکر و وہم میں مجسم کرنا چاہیں تو اس کی بلندیوں کی سیڑی لرز کر عجز و ناتوانی کے سمندر میں سقوط کر جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

بائیسویں مجلس

صور کا پھوکا جانا اور مردوں کا زندہ ہونا

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بِسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَی سَیِّدِنَا مُحَمَّدْ وَّآلہ الطَّاھِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللہ عَلَی اَعْدَائِھِمْ اَجْمَعِیْنَ مِنَ الْآنَ اِلَی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔[1]

قَالَ اللہُ الْحَکِیْم فِیْ کِتَابِہ الْکَرِیْم:

" وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ * وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ * مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ * وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ."[2]

صور کا پھوکا جانا اور قیامت کا ظہور

اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان میں جو بھی ہے سب لرز جائیں گے علاوہ ان کے کہ جن کو خدا چاہے اور سب اس کی بارگاہ میں سر جھکائے حاضر ہوں گے اور تم دیکھو گے تو سمجھو گے کہ جیسے پہاڑ اپنی جگہ پر

---

۱ - یہ مطالب بائیسویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ نمل، آیت ۸۷-۹۰۔

Presented by Ziaraat.Com

جامد ہے حالانکہ یہ بادلوں کی طرح چل رہے ہوں گے۔ یہ اس خدا کی صفت ہے جس نے ہر چیز کو محکم و مستحکم بنایا ہے اور وہ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے۔

جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ لوگ روز قیامت کے خوف سے محفوظ بھی رہیں گے۔ اور جو لوگ برائی کریں گے انہیں منہ کے بل جہنم میں دھکیل دیا جائے گا کہ کیا تمہیں تمہارے اعمال کے علاوہ بھی کوئی معاوضہ دیا جاسکتا ہے؟

یہ آیۂ مبارکہ "نفخ فزع" کے نام سے مشہور ہے یعنی صور پھوکے جانے کے ذریعہ زمین و آسمان کے درمیان جتنی بھی مخلوق ہے سب خوف و وحشت کے عالم میں اٹھ جائیں گے۔

سورۂ زمر میں ارشاد ہوتا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ * وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔[1]

اور جب صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات ہلاک ہو کر گر پڑیں گی۔

علاوہ ان کے جنہیں خدا بچانا چاہے۔ اس کے بعد پھر دوبارہ پھوکا جائے گا تو سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۶۸-۶۹۔

Presented by Ziaraat.Com

اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگانے لگے گی اور اعمال کی کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء و شہداء کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہ آیۂ مبارکہ "نفخ صَعق" کے نام سے مشہور ہے۔ صور صعق یعنی جس وقت یہ پھوکا جائے گا تو سب ہلاک ہو جائیں گے کیونکہ صعق کے معنی ہلاکت کے ہیں۔

اس آخری آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ کائنات میں دو قسم کے صور پھوکے جائیں گے:

ایک صور وہ کہ جس کے ذریعہ تمام زمین و آسمان کے درمیان کی مخلوق مر جائے گی۔

دوسرے وہ کہ جس کے ذریعہ زمین و آسمان کے درمیان کی تمام مخلوق مرنے کے بعد زندہ ہو جائے گی اس لئے کہ فرمایا: ثُمَّ نُفِخَ فیه أُخْرَی، پس اس کا مطلب ہے کہ ایک صور کے بعد دوسرا صور بھی پھوکا جائے گا اور صعق وفزع تقریباً ایک ہی معنی میں ہیں اور دونوں ایک خاص حالت کے بیان کے لئے ذکر ہوئے ہیں۔ فزع اس خوف و وحشت کو کہتے ہیں کہ جس کا نتیجہ تقریباً موت ہے اور صعق ہلاکت کے معنی میں ہے کہ جو خوف و وحشت انسان پر اچانک میں وارد ہوتی ہے۔

پس سورۂ نمل اور زمر کی دو آیتوں سے سمجھ میں آتا ہے کہ صور پھوکنے سے تمام زندہ مخلوق خوف و وحشت سے ہلاک ہو جائے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور سورۂ زمر کی دوسری آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ دوسرے صور سے فنا و ہلاکت کے بعد تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔

شیخ طبرسی مجمع البیان میں کہتے ہیں:

"بیان ہوا ہے کہ اسرافیل تین بار صور پھوکیں گے: پہلا نفخ فزع ہے، دوسرا نفخ صعق ہے کہ جس کے ذریعہ تمام زمین و آسمان ہلاک ہو جائیں گے اور تیسرا صور جب پھوکا جائے گا تو سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر خداوند متعال کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں گے۔"[1]

لیکن اگر خداوند متعال نے چاہا تو بیان کریں گے کہ دنیا میں لوگ صور کے ذریعہ جس وحشت و خوف کا شکار ہوں گے اسے "صیحہ" کہا جاتا ہے:

آسمانی چینخ اور اور ہر چیز کا جمود و خمود

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ.[2]

وہ صرف ایک چینخ کے علاوہ کچھ نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے سب کا شعلہ حیات سرد پڑ جائے گا۔

اور دوسری آیت میں ذکر ہوا ہے کہ:

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ * فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ.[3]

۱۔ مجمع البیان، تفسیر آیۂ نفخ فزع، سورۂ نمل، ج۴، ص۲۳۶۔

۲۔ سورۂ یٰس، آیت ۲۹؛ یہ آیت گروہ اہل انطاکیہ کی ہلاکت کے بارے میں ہے لیکن اس سے عام معنی بھی لیا جا سکتا ہے۔

۳۔ سورۂ یٰس، آیت ۴۹-۵۰۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ صرف ایک چینخ ہوگی کہ جس کے اثر سے اچانک تمام افراد ہمارے پاس حاضر ہو جائیں گے۔

پس اس وقت کوئی وصیت کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہوگا اور نہ ہی اپنے اہل کی طرف پلٹ سکے گا۔

یہاں تک کہ روایات میں بیان ہوا ہے کہ: جس وقت قیامت کی گھڑی آجائے گی تو اس کی کیفیت یہ ہوگی کہ جس طرح ایک کپڑے بیچنے والے نے اپنا کپڑا خریدار کے سامنے کھول رکھا ہوگا تو اسے سمیٹنے کی مہلت تک نہیں ہوگی اور قیامت ایک دفعہ برپا ہو جائے گی۔ جو شخص اپنے دہن میں لقمہ رکھنا چاہے گا رکھ نہ سکے گا مگر قیامت آجائے گی۔ جو شخص اپنے گھر کے حوض کے سراخ کو بند کر رہا ہوگا تاکہ اسے پر کرکے اس میں اپنے جانوروں کو پانی پلائے ابھی وہ انہیں سیراب نہ کر پائے گا کہ قیامت آجائے گی۔[1]

شاید جس کے کلام کو طبرسی نے نقل کیا ہے اس کی نفخ فنزع سے مراد وہ چینخ ہو کہ جس کے اثر سے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔

لیکن جو چینخ (صیحہ) قیامت کے وقت ہوگی وہ دو سے زیادہ مرتبہ نہیں ہوگی: ایک کے ذریعہ برزخی افراد کو قیامت میں پہونچا دے گی۔ اور ایک خود برزخیوں کے لئے ہوگی کہ جس کے اثر سے مرنے کے بعد زندہ ہو جائیں گے۔

۱۔ مجمع البیان، ج ۱۴، ص ۴۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

لہٰذا نفخ فزع اور نفخ صعق، بزرخی افراد کے لئے ہے نہ کہ اہل دنیا کے اور یہ فقط ایک صور ہے اور دوسرا صور مردوں کو زندہ کرنے کے بارے میں ہے۔

بہر حال جس صور سے لوگ مر جائیں گے اور پھر زندہ ہو جائیں گے وہ دو سے زیادہ نہیں ہیں: ایک صور موت دوسرا صور احیاء

ایک صور موت کے لئے دوسرا زندہ کرنے کے لئے۔

صور کا معنی اور اس کا پھوکا جانا

اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ "صور" کیا چیز ہے؟

صور کہا جاتا ہے، جانور کے سینگ میں سوراخ کرکے اس میں ایک طرف سے پھونک ماری جائے تو دوسری طرف سے بھاری آواز نکلتی ہے۔ فارسی میں جسے بوق کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں دس مقامات پر "نفخہ صور" اور تیرہ جگہ پر "صیحہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے لیکن جو صور موت کے لئے ہو گی وہ فقط انہیں دو آیتوں میں ہے: آیت فزع اور صعق جو کہ سورۂ نمل اور زمر میں مذکور ہیں اور دیگر مقامات پر صور زندہ کرنے کے لئے ذکر ہوا ہے۔

مرحوم شیخ طبرسی اور ان سے پہلے شیخ مفید رضوان اللہ علیہ نے احتمال دیا ہے کہ ان آیات میں صور صورت کی جمع ہے۔ **و نُفِخَ فِی الصّور** یعنی صورتوں میں پھوکا جائے گا کہ جس کے سبب صورتیں زندہ ہو جائیں گی۔ جس طرح رحم مادر میں بچہ کی پہلے صورت و شکل بنتی ہے اس کے بعد حیات ڈالی

Presented by Ziaraat.Com

جاتی ہے اور وہ زندہ ہو کر حرکت کرتا ہے۔ خداوند متعال قبروں میں صورتیں بناتا ہے اور پھر ان میں حیات پھوک کر زندہ کرتا ہے پس صور صورت کی جمع ہے۔

یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ: جو افراد اس دنیا سے گزر گئے ہیں اور ان کی صورتیں عالم برزخ میں ہیں انہیں صورتوں میں حیات پھوکی جائے گی اور انسان زندہ ہو جائیں گے۔

لہٰذا اس احتمال کی بنا پر صور اعلان موت اور حیات کے معنی میں نہیں ہے۔

لیکن یہ نظریہ صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ سب سے پہلی بات تو یہ کہ صریح و واضح آیات کے مخالف ہے کیونکہ پہلی نفخ صور میں صورتیں ہی نہیں ہیں جن میں پھوکا جائے۔

اور دوسرے یہ کہ یہ احتمال آیت میں ضمیر مفرد کے ہونے کے منافی ہے ثُمّ نُفِخَ فِيهِ اخرى؛ اس احتمال کے صحیح ہونے کی صورت میں یہ کہنا چاہئے تھا: ثُمّ نُفِخَ فِيهِا اخرى۔ یعنی ان صورتوں میں پھوکا جائے گا۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ اس احتمال کا مطلب یہ ہوگا کہ جو واضح روایات ائمہ معصومین علیہم السلام سے نقل ہوئی ہیں اور ان میں صور کا معنی بھیانک اور خوفناک آواز کے ہیں، اس جگہ بیان کریں۔

Presented by Ziaraat.Com

اسرافیل کے صور پھونکنے سے مراد کیا ہے

ہم جانتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنی صحیفہ کاملہ سجادیہ کی تیسری دعا میں فرماتے ہیں:

وَاسرافیلُ صاحبُ الصُّور الشاخصُ الّذی یَنْتَظِرُ مِنْکَ الاذن وَ حُلُوْلَ الأمْرِ،فَیُنَبِّهُ بِالنَّفْخَةِ صَرْعَی رَهَآئِنِ الْقُبُورِ.

اے پروردگار ! اسرائیل پر درود و سلام بھیج کہ جو صاحب صور ہے اور ہر لحہ تیرے حکم کا منتظر ہے تاکہ صور کے ذریعہ قبر میں سوئے ہوئے مردوں کو زندہ کرے۔

لہٰذا ان فقرات وکلمات میں بھی صور اس آواز کے معنی میں ہے جو اس آلہ سے نکلتی ہے کہ جو جنگ میں آمادۂ پیکار کے لئے استعمال ہوتا تھا۔

لیکن جس بات کو بیان کرنا ضروری ہے وہ یہ کہ یہ آلہ کیوں صور سے مشہور ہوا ہے؟ کیا وہ آلہ اسرافیل کے ہاتھوں میں ہے اور جس طرح ہم دنیا میں تصور کرتے ہیں کیا اسرافیل اسی طرح صور پھونکیں گے؟ کیا وہ صور مادی جسم سے بنایا گیا ہے اور وہ ملک مقرب، بادشاہوں کے سپاہیوں کی طرح ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں اور پوری طاقت کے ساتھ اس میں پھونکیں گے اور جیسے انسان کے منھ سے سانس نکلتی ہے اسی طرح اسرافیل کے وجود سے نکلے گی اور تمام فضای عالم میں پھیل جائے گی اور عالم کی تمام موجودات ہلاک ہو جائے گی اور دوسرے صور میں زندہ ہو جائے گی؟ یا ایسا نہیں ہے، کچھ اور مطلب و مفہوم ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

عوالم غیبی کا بیان از باب تشبیہ معقول بہ محسوس ہے

اس حقیقت کو واضح و روشن کرنے کے لئے ہم مجبور ہیں کہ مقدمہ بیان کریں:

عالم برزخ یا عالم محشر کی تمام موجودات اس مادی دنیا کی موجودات سے کسی طرح کی کوئی شباہت نہیں رکھتے ہیں اور اس عالم کی فرضی و وہمی چیزیں اور حجابات اس عالم سے کسی بھی طرح مشابہ نہیں ہیں جو شخص اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اس دنیا کی تمام مصلحت اندیشی اور چارہ جوئی اسی زمین پر چھوڑ دیتا ہے اور خاک کے سپرد کرکے بھول جاتا ہے اور اس عالم میں وارد ہوجاتا ہے کہ جو اس دنیا سے کسی طرح مشابہت نہیں رکھتا ہے اور اسی طرح برزخ کی مخلوق جب قیامت میں وارد ہونا چاہتی ہے تو عالم برزخ کی خصوصیات و صفات کو چھوڑ دیتی ہے اور تمام لوازمات سے خالی قیامت میں داخل ہوتی ہے۔

لیکن کیونکہ عالم برزخ اور قیامت سے ہم باخبر نہیں ہیں اور خداوند متعال آیات قرآن اور معصومین علیہم السلام کی روایات کے ذریعہ جب ان حقائق جو بیان کرنا چاہتے ہیں تو مجبوراً تشبیہ معقول بہ محسوس کا سہارا لیتے ہیں اور ان حقائق و دقائق عالیہ کو محسوسات کا جامہ پہنا کر پیش فرماتے ہیں۔

مثلاً خواب کے عالم میں انسان دیکھتا ہے کہ اسے معنوی رزق مل رہا ہے چونکہ عالم بیداری میں پاک و پاکیزہ رزق جو اس کے لئے مفید ہے اور بہت آسانی سے اسے تناول کرسکتا ہے اور تمام انسان چاہے مرد ہو یا عورت، بچہ ہو

Presented by Ziaraat.Com

یا بوڑھا اور صحت مند ہو یا مریض جس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں اسے دودھ کہتے ہیں، عالم خواب میں معنوی و روحانی رزق کو دودھ کی شکل میں دیکھتا ہے اور اسے ایسا لگتا ہے کہ وہ دودھ پی رہا ہے۔

جب تعبیر پوچھتا ہے کہ میں نے خواب میں خود کو دودھ پیتے دیکھا ہے تو تعبیر بیان کرنے والا اسے بتاتا ہے کہ تجھے معنوی و روحانی رزق و روزی ملنے والی ہے۔

یہ تعبیر بیان کرنے والے کا ذہن معنوی و روحانی غذا اور مادی لطیف غذا کے درمیان رابطہ و تعلق سے آشنا ہے کہ عالم نفس کے معنی و حقائق کس طرح خواب کی صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔

کیونکہ خواب دیکھنے والے کا ذہن عالم مادہ سے انس و محبت رکھنے کی وجہ سے مجرد حقیقتوں کے ادراک سے محروم ہے اور ہر لطیف اور مفید غذا کو اس نے دودھ اور اس کے مفہوم کی شکل میں تصور کیا ہے لہٰذا عالم خواب میں معنوی و روحانی غذا دودھ کی صورت میں مجسم ہو کر دکھائی دیتی ہے ورنہ عالم برزخ میں مادی دودھ نہیں پایا جاتا ہے۔

یا اسی طرح انسان جب خواب دیکھتا ہے کہ میں پانی پر طیر رہا ہوں اور تعبیر پوچھتا ہے تو تعبیر بیان کرنے والا بتاتا ہے کہ تمہیں علم حاصل ہونے والا ہے کیونکہ علم دنیا میں آبِ زلال (خالص) کے مانند ہے اس میں کسی طرح کی کوئی گرد و غبار اور گدلا پن نہیں پایا جاتا لہٰذا تعبیر بیان کرنے والا معقول بہ محسوس سے تشبیہ دیتا ہے اور تعبیر بیان کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

تشبیہ معقول بہ محسوس کے موارد آیات وروات میں بہت زیادہ ہیں

قرآن مجید میں اس طرح کے مسائل بہت زیادہ پائے جاتے ہیں:

الرّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى.[1]

خداوند متعال تخت پر بیٹھا ہے۔

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ.[2]

خداوند متعال کے تخت و کرسی کی وسعت نے زمین وآسمان کو گھیر لیا ہے۔

کیاخداوند متعال جسم رکھتا ہے کہ جو محتاج ہو کرسی اور تخت پر بیٹھنے کا؟ کیا تخت شاہی رکھتا ہے کہ جو اس پر جا کر حکم جاری کرے؟

خداوند متعال جسم نہیں رکھتا ہے وہ محدود نہیں ہے نہ آغاز رکھتا ہے نہ انجام، نہ مکان نہ زمان۔

وہ مجرد ہے اور بسیط ہر اعتبار سے واجب الوجود ہے۔ تمام آسمان اور زمین اس کے سامنے حاضر ہے اور اس کی ید قدرت میں ہے۔وَالسّماوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ.[3] پیچیدہ آسمان خداوند متعال کی قدرت میں ہیں۔

۱۔ سورۂ طٰہ، آیت ۵۔

۲۔ سورۂ بقرہ کی ۲۵۵ آیت کا کچھ حصہ۔

۳۔ سورۂ زمر کی ۶۷ آیت کا حصہ۔

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ اس عارضی دنیا میں جب بادشاہ چاہتا ہے کہ کسی حکم کو جاری کرے یا کسی چیز سے روکے تو اس مقام پر جا کر بیٹھتا ہے کہ جو اس کی قدرت کا مظہر ہے جسے تخت شاہی کہتے ہیں اس ہیرے وجواہرات سے مزین تخت پر بیٹھ کر اس حالت میں اپنا حکم جاری کرتا ہے کہ اس کے دونوں طرف تمام افسر و حکومتی اہل کار صف باندھے کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ حکم خداوند متعال نیز اسی مضامین اور الفاظ کہ جو ان حقائق و معانی کی نمایندگی کر رہے ہیں تشبیہ معقول بہ محسوس کے عنوان سے ہمارے لئے بیان ہوئے ہیں۔

لیکن خداوند عالم کے تخت اور کرسی بھی جسم نہیں رکھتے اور خداوند متعال بھی جسم نہیں رکھتا جو اس پر بیٹھے وہ ساری مخلوق کے وجود کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یعنی اپنے مطلق ارادے و اختیار اور مشیت سے ان سب پر تسلط رکھتا ہے اور تمام مخلوق پر احاطہ رکھتا ہے اور وہ تنہا اس عالم میں حاکم ہے۔

عالم طبیعت کی تمام مخلوق کہ جسے ملکوت اسفل کہا جاتا ہے، خداوند متعال کی کرسی کے تحت ہے اور ملکوت اعلیٰ عرش خدا کے تحت ہے۔

پس عرش خدا یعنی خداوند متعال کی مشیت وقدرت اور کرسی خدا یعنی تمام موجودات کہ جو قدرت و مشیت پروردگار کے تحت زندگی بسر کر رہی ہیں۔ وجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا.[1]

۱۔ سورۂ فجر، آیت ۲۲۔

روز قیامت تیرا پروردگار آئے گا اور فرشتے صفے باندھے منظم کھڑے ہوں گے۔

اگر کوئی اس آیت کے بارے میں اس طرح تصور کرے کہ خداوند متعال دنیوی حکام و سلاطین کی طرح اپنی قدرت کو ظاہر کرتا ہوا کہ جس کے دونوں سپاہیوں کی صف با صف قطار ہوگی، آئے گا تو یہ فکر و تصور غلط ہے اور حقیقت سے دور ہے۔

کیونکہ بادشاہوں کی عظمت و جلالت اور اس کیفیت میں آکر قدرت نمائی کرنا دنیا میں اسی طرح ہے لہٰذا قدرت و عظمت پروردگار کی روز قیامت ہمارے لئے اسی طرح تشبیہ دی گئی ہے جسے تشبیہ معقول بہ محسوس کہتے ہیں وگرنہ ملائکہ کا وارد ہونا مادی نہیں ہے اور نہ ہی وہ مکان و جہت مادی رکھتے ہیں فرشتے ایسی موجود ہیں کہ جو سارے عالم کو گھیرے ہوئے ہیں۔[1]

فرشتوں کا صف با صف ہونا قدرت، علم اور حیات کی رو نمائی ہے اور فرشتوں کا مادی پیروں سے چل کر آنا نہیں ہے بلکہ تدریجاً نزدیک ہونا اور ظہور کرنا ہے۔[2]

۱۔ سورۂ فجر، آیت ۲۲۔

۲۔ ملائکہ کے مادی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کی اصلی خلقت انسان کی طرح خاکی نہیں ہے اور اسی طرح جن کہ جن کی خلقت آگ و دھواں و گیس ہے، لیکن نہ یہ کہ ملائکہ مادی اثرات مانند کم و کیف و غیرہ سے بہرہ مند نہیں ہوتے وگرنہ فرشتوں کا مختلف صورتوں میں آنا مسلمات میں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال جسم و جسمانیت سے مبرا ہے اور نہ ہی وہ پیر رکھتا ہے بلکہ خدا کے آنے سے مراد اس کے جلال و جمال کا تجلی ہونا ہے جو کہ قیامت میں تدریجاً ظاہر ہوگا اسی وجہ سے اس کے آنے کہ جسے لغت میں مجئی کہتے ہیں، سے تعبیر کیا ہے۔ اس طرح کی تعبیرات قرآن مجید اور رسول خدا و ائمہ معصومین علیہم السلام کی فرمایشات میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں۔

لہٰذا الفاظ عام معنی کے لئے وضع ہوئے ہیں اور اس میں کسی طرح کا کوئی شک و شبہ بھی نہیں ہے اور معانی و مفاہیم کو پہونچانے کے لئے تشبیہات وکنایات اور استعارات کی بھی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود الفاظ ان معنی و مفاہیم کو پہونچانے کی کفالت رکھتے ہیں۔

اور اس سوال اور معمہ کو جو روایت حل کرتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل ہوئی ہے کہ پیغمبر وانبیاء علیہم السلام ہمیشہ لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں۔

انبیاء الٰہی لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں

اصول کافی میں اصحاب کی ایک جماعت سے اور روضۂ کافی میں محمد بن یحییٰ سے اور دونوں سندوں سے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض اصحاب سے روایت نقل کی ہے:

Presented by Ziaraat.Com

قال عَلَیْه السلامُ: مَا کَلَّمَ رَسولُ الله صلی‌اللهعلیه‌وآله وسلم اَلْعبادَ بِکُنْه عَقْله قَطّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله صَلی‌اللهعلیه‌وآله وسلم: انّا مَعَاشِرَ الاَنْبیاءِ اُمِرْنا اَنْ نُـکَلِّمَ النّاسَ عَلی قَدْرِ عُقولِهِمْ۔[1]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی اپنی عقل اور اپنے حقیقی و واقعی ادراک کے ساتھ لوگوں سے گفتگو نہیں کی۔ اور رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک ہم انبیاء علیہم السلام کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کی عقل و فہم کی سطح کے اعتبار سے بات کریں۔

اسرافیل خداوند متعال کے مقرب فرشتوں میں سے ہے اور حیات وزندگی دینے پر مامور ہے اس کے وجود نے پورے عالم امکان کہ جو زندگی کا محتاج ہے گھیر رکھا ہے اور اس کی آواز وصور اس کی قدرت اور اس کے ملکوتی بال وپر ہیں اس کا صور قابل استعداد ہے کہ جو خداوند متعال نے اسے عنایت کیا ہے اور اسے اس اسلحہ سے لیس کیا ہے کہ جس کے ذریعہ وہ حیات و موت دے سکتا ہے۔ یہ اس کا علمی و قدرتی سرمایہ ہے کہ جو اس کے اختیار میں ہے اور اس کا اختیار خود خدا کے ہاتھ میں ہے۔

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۲۳؛ اور روضۂ کافی، ص۲۶۸؛ "تحف العقول" ص۳۷؛ "بحارالانوار" طبع کمپانی، ج۷ (روضہ) ص۴۱ تحف العقول سے نقل کیا ہے کہ: قَالَ رَسُولُ الله صلی‌اللهعلیه‌وآله وسلم: انّا مَعاشِرَ الاَنْبیاءِ اُمِرْنا اَنْ نُـکَلِّمَ النّاسَ عَلی قَدْرِ عُقولِهِمْ. اور بحار، طبع حروفی، ج۷۷، ص۱۴۰ پر بھی یہی ہے۔ محاسن، برقی ج۱ میں ص۱۹۵ پر اپنی سند کے ساتھ سلیمان بن جعفر بن ابراہیم الجعفری نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ: قَالَ رَسُولُ الله صلی‌اللهعلیه‌وآله وسلم: اِنّا مَعاشِرَ الاَنْبیاءِ اُمِرْنا اَنْ نُـکَلِّمَ النّاسَ عَلی قَدْرِ عُقولِهِمْ.

Presented by Ziaraat.Com

اسرافیل صور پھونکیں گے کہ جس کے اثر سے تمام موجودات فنا ہوجائے گی کیونکہ وہ مقرب فرشتہ ہے اور پھر اسی طرح دوسرا صور پھونکیں گے کہ جس کے بعد تمام مردے زندہ ہوجائیں گے۔ ان کا صور جسم یا مادی شکل کا نہیں ہے اور نہ ہی مشرق و مغرب سے مخصوص ہے بلکہ زمین وآسمان کے درمیان جو بھی شئی ہے قدرت خدا سے اس نے ان سب پر احاطہ کیا ہوا ہے اور جب بھی خداوند متعال کا حکم ہوگا وہ اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت: وَ نُفِخَ فِی الصّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السموات وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ، کے ذیل میں ثویر بن ابی فاختہ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے اور اس روایت کے ضمن میں آپ فرماتے ہیں: وَ للصُّورِ رَأسٌ وَاحِدٌ وَطَرَفَانِ وَ بین طَرَفِ کُلِّ رَأسِ مِنْهُمَا مَا بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْض.[۱]

صور کے لئے ایک سر ہے کہ جس کی دو جہتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک آسمان وزمین کے برابر بڑا ہے۔

قرآن کریم میں صور کی دوسری تعبیر ندائے منادی کے ذریعہ

اس صور کو قرآن مجید کی بعض آیات میں دوسرے الفاظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے ایک مقام پر منادی کی ندا سے تعبیر کیا ہے: وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِیبٍ یَوْمَ یَسْمَعُونَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوجِ.[۲]

۱۔ تفسیر قمی، طبع سنگی، ص ۵۸۰۔

۲۔ سورۂ ق، آیت ۴۱-۴۲۔

Presented by Ziaraat.Com

اور اس دن کو غور سے سنو جس دن قدرت کا منادی (اسرافیل) قریب ہی کی جگہ سے آواز دے گا۔ جس دن صدائے آسمانی کو سب بخوبی سن لیں گے اور وہی دن قبروں سے نکلنے کا دن ہے۔

جس دن سب قبروں سے نکالے جائیں گے اور عالم برزخ سے قیامت میں وارد ہوں گے وہ روز محشر ہوگا۔ ندا، یہاں حقیقی اور واقعی معنی میں ہے اور اس کا سننا بھی حقیقت کا حامل ہے اور وہی سن سکتا ہے کہ جو زندہ ہو مردہ نہیں سن سکتا ہے اور دوسری طرف ہم یہ جانتے ہیں کہ ندا سننے کے بعد مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ ندا وہی کلمہ احیاء ہے اور اسرافیل جو کہ اسم محیی کے ذریعہ ندا دے گا اور اس کا سننا ہی حیات و زندگی ہے پس جس صور کے پھوکے جانے سے لوگ مر جائیں گے وہ کلمہ ممیت ہے اور جس کے پھوکے جانے سے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے وہ کلمہ محیی ہے کہ جو اسرافیل کے ذریعہ انجام پائے گا۔

﴿وَالَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾[1]

وہی خدا ہے جو حیات بھی دیتا ہے اور موت بھی دیتا ہے پھر جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

موجودات کا زندہ ہونا ہی خدا کا ارادہ ہے اور ان کا مر جانا ہی خدا کا ارادۂ موت ہے۔

۱۔ سورۂ غافر، آیت ۶۸۔

Presented by Ziaraat.Com

نفخ صور کی جگہ موت سے تعبیر نہ ہونے کا سبب

لیکن یہاں پر ایک نکتے کو فراموش نہیں کرنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ موت سے تعبیر نہیں کیا ہے بلکہ لفظ صعق کے ذریعہ بیان کیا ہے: وَ نُفِخَ فِی الصّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السموات وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ.

اور جب صور پھوکا جائے گا تو آسمان و زمین کی ساری زندہ مخلوق ہلاک وفانی ہو جائے گی یہ کیوں نہیں فرمایا: فَمَاتَ اَوْ فَیَمُوْتُ مَنْ فِی السَّمَواتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ.

تمام زمین وآسمان کی زندہ مخلوق مر جائے گی؟

اس لئے کہ موت روح کا بدن سے نکل جانا ہے اور جو موجودات عالم برزخ میں ہیں وہ بدن نہیں رکھتے ہیں کہ جو یہ کہا جائے کہ روح ان کے بدن سے نکل گئی اسی وجہ سے موت سے تعبیر نہیں کیا ہے۔

لیکن لفظ فنا اور ہلاکت بدن سے روح کے نکلنے سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ عام ہیں اس مخلوق کو بھی شامل ہیں کہ جو بدن نہیں رکھتے اسی وجہ سے خداوند متعال جنتی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

لا یَذُوقُونَ فِیهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَی.[1]

اور وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا مزہ نہیں چکھنا ہوگا۔

یہ وہی موت ہے کہ جو دنیا میں بدنوں کو آتی ہے جبکہ جنتی افراد بھی برزخ سے قیامت کی طرف جاتے ہیں وہاں بھی روح خالص ہوتی ہے لیکن

۱۔ سورۂ دخان، آیت ۵۶۔

Presented by Ziaraat.Com

برزخ میں روح کے خالص ہونے کو موت سے تعبیر نہیں کیا ہے ورنہ جنتی افراد کے لئے دو موت ہونا چاہیئں۔

کیونکہ نفس عالم برزخ میں شکل و صورت کا محتاج نہیں ہے کہ جس سے رہائی حاصل کرنے کے لئے زحمات و پریشانی کا سامنا کرنا پڑے ان کا نفس شکل و صورت سے خود باخود خارج ہو کر قیامت میں چلا جائے گا۔

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ.[1]

لیکن جنت میں نہ جانے والوں کے لئے دو موت ہیں:

اول: دنیا اور عالم طبع کو ترک کرنا اور عالم برزخ میں وارد ہونا۔

دوم: عالم برزخ سے نکل کر حالت تجرد پیدا کر کے قیامت میں وارد ہونا۔

پہلی موت دنیوی ہے پھر برزخی زندگی ہے اور دوسری موت برزخی ہے اور پھر قیامت کی زندگی ہے جہنمی جہنم کے درمیان اس طرح فریاد کریں گے:

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ.[2]

وہ لوگ کہیں گے پروردگار تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی عطا کی تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ہے اس سے بچ نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟

۱۔ سورۂ غافر، آیت ۴۰۔

۲۔ سورۂ غافر، آیت ۱۱۔

Presented by Ziaraat.Com

ان دو موت اور حیات سے مراد موت دنیوی اور برزخی اور حیات برزخی و قیامتی ہے۔

لیکن جیسے ہی صور پھوکا جائے گا تو نہ صرف یہ کہ روی زمین پر زندہ افراد کہ جو بدن مادی رکھتے ہیں انہیں ہی موت آئے گی بلکہ تمام موجودات چاہے عالم برزخ میں ہوں یا مقرب الٰہی فرشتے ہوں، ارواح طیبہ ہوں یا نفوس قدسیہ کہ جو ساکن ملأ اعلیٰ ہیں اور درجۂ مخلصین پر فائز ہیں کہ جو بدن نہیں رکھتے اور ان کی اصلی خلقت مجردی ہے مادی نہیں ہے یا جنکی اصلی خلقت مادی ہے اور بدن کو خالص کرکے مرحلۂ تجرد پر پہونچ چکے ہیں، سب ہلاک ہوجائیں گے۔ اسی وجہ سے موت سے تعبیر نہیں کیا ہے بلکہ لفظ صعق جو کہ عام ہے اور ذی الابدان سے مخصوص نہیں ہے، استعمال ہوا ہے۔

آیہ صعق کے ذیل میں تفسیر علی ابن ابراہیم کی روایت

تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں آیۂ مبارکہ صعق کے ذیل میں اپنی سند کے ساتھ اپنے والد سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے محمد بن نعمان احول سے انہوں نے سلام بن مُستَنیر سے انہوں نے ثُویر بن ابی فاخِتَہ سے انہوں نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے:

آپ سے سوال کیا گیا: دونوں صور پھوکے جانے کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟

آپ نے فرمایا: جتنا بھی خداوند متعال کا ارادہ ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

اسرافیل کے نفخ صور، مرنے اور زندہ ہونے کی کیفیت

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا:

اے فرزند رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! ہمیں خبر دیں کہ کس طرح صور پھوکا جائے گا؟

آپ نے فرمایا: پہلے صور پھوکنے کے لئے خداوند متعال اسرافیل کو حکم دے گا کہ دنیا میں آئے۔ اسرافیل کے ساتھ صور ہے کہ جس کا ایک سر ہے اور دو طرفیں ہیں اور دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جیسے آسمان و زمین کی آپس میں دوری ہے۔

آسمان کے فرشتے جب دیکھیں گے کہ اسرافیل دنیا میں نازل ہو چکے ہیں اور اس کے ساتھ صور ہے تو کہیں گے کہ خداوند متعال نے اہل آسمان و زمین کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیا ہے۔

اسرافیل آسمان سے زمین پر نازل ہوں گے اور بیت المقدس میں کھڑے ہو کر قبلہ کی طرف رخ کریں گے اور جیسے ہی اہل زمین کی نظر اسرافیل پر پڑے گی تو وہ خود سے کہیں گے: خداوند متعال نے اسی وقت اہل دنیا کو ہلاک کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ خداوند متعال کے حکم کے فوراً بعد اسرافیل صور پھوکیں گے اس صور کی آواز کی کیفیت ایسی ہو گی کہ جس کے بعد کوئی زمین پر زندہ نہیں بچے گا سب ہلاک ہو جائیں گے اور اسی طرح آسمان میں ایک آواز بلند ہو گی کہ جس کے اثر سے آسمان کی تمام موجود ہلاک ہو جائے گی فقط اسرافیل باقی رہیں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد خداوند متعال اسرافیل سے مخاطب ہو کر کہے گا: مُتْ؛ مرجا؛ اسرافیل بھی مرجائیں گے۔

پھر خداوند متعال اپنے ارادے سے کچھ دیر ٹھہرے گا پھر آسمان کو حکم دے گا آسمان امر الٰہی سے پھٹ کر گرجائیں گے اور اسی طرح خدا پہاڑوں کو حکم دے گا وہ بھی اپنی جگہ سے حرکت کرکے متلاشی ہو کر بکھر جائیں گے۔ آیۂ ذیل اسی کیفیت کو بیان کر رہی ہے۔

يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْراً. وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْراً.[1]

اور اسی طرح یہ آیہ کریمہ بھی اسی مفہوم کی عکاسی کر رہی ہے۔

تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ.[2]

زمین دوسری زمین میں تبدیل ہو جائے گی۔

یعنی زمین اس طرح بدل جائے گی جس طرح خداوند متعال نے آغاز خلقت میں اس کا فرش بچھایا تھا نہ اس پر پہاڑ تھے نہ سبز جنگل اور نہ اس پر کسی طرح کا گناہ و فساد تھا۔ پھر خداوند متعال اپنے ارادے اور مشیت سے عظمت و قدرت کے قصر پر مستقر ہوگا اور اس کے بعد آواز دے گا کہ جسے زمین کا ذرّہ ذرّہ سنے گا:

لِمَن الملکُ الیوم؟[3] آج مطلق حکومت کس کی ہے؟

۱۔ سورۂ طور، آیت ۹ و ۱۰۔

۲۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۴۸۔

۳۔ سورۂ غافر، آیت ۱۶۔

Presented by Ziaraat.Com

کوئی نہ ہوگا جو خدا کے اس سوال کا جواب دے۔ خدا اپنے اس سوال کا خود ہی جواب دے گا: لِلّٰہِ الواحِدِ القَھّار. حکومت و بادشاہی فقط خداوند سے مخصوص ہے کہ جو قہار ہے۔ میں خدا ہوں کہ جو قدرت کے ساتھ اپنے اسم قہار کے ساتھ تمام مخلوق پر غالب ہوا اور سب کو موت دے دی۔

انّی اَنَا اللّٰہُ،لَا الٰہَ الَّا اَنَا وَحدِي؛لَا شَرِیْکَ لِي وَلَا وَزِیْرَ لِی،اَنَا خَلَقْتُ خَلْقِی بِیَدِیْ وَ اَنَا اَمَتُّھُمْ بِمَشِیَّتِی، وَ اَنَا اُحْیِیھِمْ بِقُدْرَتِی.

یقیناً میں خدا ہوں میرے علاوہ کوئی معبود کسی عالم میں نہیں ہے میں اپنی ذات، صفات اور افعال میں کسی کو شریک و مددگار نہیں رکھتا اور میں نے اپنی مخلوق کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور میں ہی اسے اپنے ارادے و مشیت سے موت دوں گا اور میں ہی اپنی قدرت سے انہیں زندہ کروں گا۔

خداوند متعال جس وقت ساری مخلوق کے ختم ہونے کے بعد خود صور پھوکے گا تو آسمان میں ایک ایسی آواز گونجیں گی کہ آسمان میں کوئی بھی مردہ نہیں رہے گا سب زندہ ہو کر پہلے کی طرح قائم ہو جائیں گے اور عرش کے تمام فرشتے دوبارہ اپنی حالت پر پلٹ آئیں گے اسی طرح جنت و دوزخ کا وجود قائم ہو جائے گا اور تمام مخلوق حساب و کتاب کے لئے جمع ہو جائے گی۔

اس روایت کا راوی ثُوَیر بن ابی فاختہ کہتا ہے کہ: جس وقت امام زین العابدین علیہ السلام کا کلام یہاں تک پہونچا تو آپ نے شدید گریہ کیا۔[۱]

۱۔ تفسیر قمی، طبع سنگی، ص۵۸۰و۵۸۱۔

Presented by Ziaraat.Com

اصول کافی میں محمد بن یحییٰ انہوں نے محمد بن عیسیٰ انہوں نے حسین بن سعید انہوں نے فضالۃ بن ایوب انہوں نے ابی المغرا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: مجھ سے یعقوب احمر نے حدیث بیان کی کہ: ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے فرزند حضرت اسماعیل کی رحلت کی تسلیت و تعزیت کے لئے گئے۔

آپ نے اپنے فرزند اسماعیل کے لئے طلب رحمت کی اور اس کے بعد فرمایا: خداوند متعال نے اپنے نبی ﷺ کو ان کے مرنے کی خبر دی اور کہا: إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ.[۱] اور نیز فرمایا: كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ.[۲]

تمام فرشتوں کی قبض روح اور صرف ذات الٰہی کے لیے بقاء

اس کے بعد حضرت نے فرمایا: تمام اہل زمین اس طرح ختم ہو جائیں گے کہ روی زمین پر ایک جسم بھی باقی نہیں رہے گا۔ اور اسی طرح اہل آسمان بھی ختم ہو جائیں گے ان میں سے ایک بھی باقی نہیں رہے گا مگر ملک الموت، حَمَلۂ عرش، جبرئیل اور میکائیل۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس وقت ملک الموت پروردگار عالم کی خدمت میں حاضر ہوگا اس سے سوال کیا جائے گا (جبکہ خدا دانا و عالم ہے): کون باقی رہ گیا ہے؟

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۳۰۔

۲۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۸۵، سورۂ انبیاء، آیت ۳۵؛ سورۂ عنکبوت، آیت ۵۷۔

Presented by Ziaraat.Com

ملک الموت کہے گا: خدایا میں باقی بچا ہوں۔ اور چند افراد کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا ہے میں اور حاملان عرش، جبرئیل اور میکائیل۔

ملک الموت سے کہا جائے گا کہ جبرئیل و میکائیل سے بھی کہے کہ مر جائیں۔

فرشتے یہ حکم سن کر کہیں گے پروردگارا! یہ دونوں تو تیرے رسول و امین ہیں۔

خداوند متعال فرمائے گا: میں نے ہر ذی نفس اور زندہ و ذی روح کے لئے موت کا حکم لکھا ہے ملک الموت حکم الٰہی بجالانے کے بعد خداوند متعال کی خدمت میں حاضر ہوگا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ بتا کون باقی ہے؟

ملک الموت جواب دے گا پروردگار میں باقی ہوں اور حاملان عرش۔

خدا حکم دے گا کہ جاؤ اور حاملان عرش کو بھی کہہ دو مر جائیں۔

اس حکم کو سن کر ملک الموت غمگین اور غصہ کی حالت میں حکم الٰہی بجالانے کے بعد سر جھکائے ہوئے خداوند متعال کی خدمت میں حاضر ہوگا۔

پھر اس سے سوال ہوگا: کون باقی رہا ہے؟

وہ جواب دے گا: پروردگارا میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا ہے۔

اسے بھی مرنے کا حکم دیا جائے گا پس وہ بھی مر جائے گا۔

پھر خداوند متعال زمین وآسمان کو اپنے ید قدرت میں لینے کے بعد آواز دے گا:

Presented by Ziaraat.Com

أَيْنَ الَّذِيْنَ كَانُوا يدعون مَعي شريكاً ؟أَيْنَ الذينَ كَانُوْا يَجْعَلُوْنَ مَعِي إِلَهاً آخَرَ؟[۱]

کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے کام میں شریک ہونے کے قائل تھے؟

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو میرے ساتھ دیگر خداؤں کو قرار دیتے تھے؟

لوگوں کی بیداری کے لیے امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیتیں

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَ يُنْفَخُ فی اَلصُّور فَتزهَقُ كُلُّ مُهْجَة وَ تَبْكُمُ كُلُّ لَهْجَة وَ تَذلُّ اَلشُّمُّ اَلشَّوَامِخُ وَ اَلصُّمُّ اَلرَّوَاسِخُ فَيَصِيرُ صَلْدُهَا سَراباً رَقْرَاقاً رَقْرَقاً وَ مَعْهَدُهَا قَاعاً سَمْلَقاً فَلاَ شَفِيعٌ يَشْفَعُ وَ لاَ حَمِيمٌ يَنْفَعُ وَ لاَ مَعْذِرَةٌ تَدْفَعُ.[۲]

جب صور پھوکا جائے گا تو ہر ذی نفس کو موت آجائے گی، ہر بولنے والی زبان گونگی ہوجائے گی، بلند قصر و محل گر جائیں گے، سخت و نرم چیزیں سب بے کار ہوجائیں گی، اس دنیا کے سارے مستحکم امور سراب دکھائی دیں گے، دنیا کی تمام جگہ مساوی ہوجائے گی اس وقت کوئی نہ ہوگا جو انسان کے درد کا مداوا کرے اور اس کی شفاعت کرے اور کوئی ناصر و مددگار نہ ہوگا جو انسان کا دفاع کرے اور کوئی عذر فائدے مند نہ ہوگا۔

خداوند متعال امیر المومنین علیہ السلام کے صدقے میں ہمیں بصیرت عطا کرے تاکہ ہم اس چند روزہ دنیا میں سمجھ لیں کہ ہمیں کیا راہ درپیش ہے۔

۱۔ کافی، طبع حروفی، ج ۳، کتاب الجنائز، ص ۲۵۶ و ۲۵۷؛ طبع سنگی، ج ا، ص ۷۰ و ۷۱۔

۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳، ص ۴۰۴، جلد اول عبد مصر مطبعۂ عیسیٰ البابی الحلبی۔

Presented by Ziaraat.Com

امام علی علیہ السلام اپنے خطبوں میں اٹھتے بیٹھتے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں کہ: اے لوگو! یہ طولانی زمانہ، یہ زمانے کی گھڑیاں اور یہ سورج و چاند کا طلوع و غروب ہونا تمہارے لئے فقط چند لمحوں کی زندگی ہے اگر تم نے ان لمحات سے فائدہ اٹھایا تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیشہ کے لئے دائمی گھاٹا تمہارے دامن گیر ہو جائے گا۔

امام علی علیہ السلام اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کے لئے ایسی وصیت تحریر کرتے ہیں کہ جس میں عظیم پند و نصائح پائے جاتے ہیں اور ایسے دقیق و عمیق نکات بیان ہوئے ہیں کہ طول تاریخ میں کسی زمانے کے صفحہ پر اس کی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔[1]

ضربت لگنے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کی نصیحتیں

اور ضربت لگنے کے بعد وعظ و نصیحت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ، وَ أَنَا اَلْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَ غداً مُفَارِقُكُمْ، غَفَرَ اَللّٰهُ لِی وَ لَكُمْ.

میں کل تک تمہارا ہمنشین و ہمدم تھا اور آج تمہارے لئے باعث عبرت ہوں اور کل تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا خداوند متعال مجھے اور تمہیں بخش دے۔

إِنْ ثَبَتَتِ اَلْوَطْأَةُ فِی هَذِهِ اَلْمَزَلَّةِ فَذَاکَ، وَ إِنْ تَدْحَضِ اَلْقَدَمُ فَإِنَّا كُنَّا فِی أَفْيَاءِ أَغْصَانٍ وَ مَهَبِّ مَهَابِّ رِيَاحٍ، وَ تَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ اِضْمَحَلَّ فِی اَلْجَوِّ مُتَلَفَّقُهَا وَ عَفَا فِی اَلْأَرْضِ مَخَطُّهَا.

۱۔ نہج البلاغہ، رسالہ ۱۳، از طبع عبدہ مصر: ج ۲، ص ۳۷ تا ص ۵۷۔

اگر اس لغزشگاہ میں قدم مستحکم رہ گئے تو صحیح ہے اور اگر قدم لڑکھڑا گئے تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سر سبز درختوں کی شاخوں کے سایہ میں بیٹھ کر نسیم فرحت کے جھونکے لے رہے ہیں اور ایسے بادلوں کے سایہ میں بیٹھے ہیں کہ جو آسمان کی فضا میں آپس میں متصل ہو کر ختم ہو گئے اور ان کا کچھ اثر باقی نہیں رہا اور روی زمین پر اس ہوا کے گزرنے کا مقام بھی باقی نہیں رہا وہ بھی ختم ہو گیا ہے۔

وَ إِنَّمَا كُنْتُ جَاراً جَاوَرَكُمْ بَدَنِی أَيَّاماً وَ سَتُعْقَبُونَ مِنِّی جُثَّةً خَلاَءً، سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ، وَ صَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ.لِيَعِظْكُمْ هُدُوِّی، وَ خُفُوتُ إِطْرَاقِی، وَ سُكُونُ أَطْرَافِی.

اور یقیناً میں فقط تمہارا پڑوسی تھا کہ میرا بدن چند روز تمہارے ساتھ تھا اور آج کے بعد مجھے فقط ایک بغیر روح کے بدن اور جسم متحرک کے بعد ساکن اور خاموش لاش کے سوا کچھ نہیں پاؤگے تمہیں میری اس کیفیت سے نصیحت و عبرت لینا چاہیئے اور میری آنکھوں کا بند ہونا اعضاء و جوارح کی حرکت کا ختم ہو جانا تمہارے لئے سبب عبرت ہونا چاہیئے۔

فَإِنَّهُ أَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِينَ مِنَ اَلْمَنْطِقِ اَلْبَلِيغِ وَ اَلْقَوْلِ اَلْمَسْمُوعِ.[۱]

میری یہ حالت و کیفیت عبرت لینے والوں کے لئے فصیح و بلیغ کلام اور پند و نصیحت سے زیادہ موثر ہے۔

آپ کے فرزندوں نے آپ کے جسد مبارک کو نجف اشرف میں دفن کیا اور گرد آلودہ اور غمزدہ چہرے کے ساتھ کوفہ پلٹے۔

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷، ج۱، ص ۲۶۸ و ۲۶۹ طبع عبدہ مصر۔

Presented by Ziaraat.Com

امام حسن علیہ السلام کا خطبہ والد گرامی کی شہادت کے بعد

حضرت امام حسن علیہ السلام مسجد کوفہ میں آئے اور منبر پر گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا مسجد میں مجمع ٹھاٹھے مار رہا تھا خطبے کے شروع میں آپ پر گریہ طاری ہوا[۱] مگر کچھ دیر بعد بے خوف و خطر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: اے لوگو! جان لو کہ گذشتہ شب میرے والد گرامی اس دنیا سے گزر گئے۔ یہ وہ شب تھی کہ جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی یوشع بن نون نے اس دنیا سے رحلت کی تھی۔

میرے والد گرامی اس دنیا سے گئے ایسے عالم میں کہ نہ انہوں نے اس دنیا میں نہ کوئی درہم چھوڑا اور نہ دینار؛ لَا صَفْرَآءَ وَلَا بَیْضَآءَ (نہ زردی اور نہ سفیدی) مگر سات سو درہم کہ جن سے چاہتے تھے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے غلام خریدیں۔[۲]

حاکم نیشاپوری نے مستدرک میں اس طرح تحریر کیا ہے کہ:

خَطَبَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ النَّاسَ حِينَ قُتِلَ عَلِيٌّ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ " : لَقَدْ قُبِضَ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ رَجُلٌ لَمْ يَسْبِقْهُ الْأَوَّلُونَ بِعَمَلٍ، وَلا يُدْرِكُهُ الآخِرُونَ وَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِيهِ رَايَتَهُ، وَيُقَاتِلُ وَ جِبْرِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِهِ، فَمَا

۱۔ مقاتل الطالبین، ص ۵۲۔

۲۔ امالی صدوق کی روایت کا خلاصہ، طبع سنگی، ص ۱۹۲۔

Presented by Ziaraat.Com

يَرْجِعُ حَتَّى يَفْتَحَ اللهُ عَلَيْه. وَمَا تَرَكَ عَلَى اَهْلِ الأَرْضِ صَفْرَاءَ وَلا بَيْضَاءَ إلا سَبْعَ مِائَة دِرْهَمٍ فَضَلَتْ مِنْ عَطَايَاهُ أَرَادَ أَنْ يَبْتَاعَ بِهَا خَادِماً لأَهْلِه.[۱]

ثُمَّ قَالَ : أَيُّهَا النَّاسُ! مَنْ عَرِفَنِي فَقَدْ عَرِفَنِي؛ وَمَنْ لَمْ يَعْرِفْنِي فَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَأَنَا ابْنُ النَّبِي، وَأَنَا ابْنُ الْوَصِيِّ، وَأَنَا ابْنُ الْبَشِيرِ، وَأَنَا ابْنُ النَّذِيرِ، وَأَنَا ابْنُ الدَّاعِي إِلَى اللهِ بِإِذْنه، وَأَنَا ابْنُ السِّرَاجِ الْمُنِيرِ، وَأَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِي كَانَ جِبْرِيلُ يَنْزِلُ إِلَيْنَا يَصْعَدُ مِنْ عِنْدِنَا، وَأَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيراً، وَأَنَا مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ الَّذِينَ افْتَرَضَ اللهُ مَوَدَّتَهُمْ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ فَقَالَ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى لِنَبِيِّه: قُلْ لا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْناً؛ فَاقْتِرَافُ الْحَسَنَةِ مَوَدَّتُنَا أَهْلَ الْبَيْتِ.[۲]

امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد اپنے خطبہ کا اس طرح آغاز کیا:

یقیناً شب گذشتہ اس شخص نے رحلت کی ہے کہ جس کے عمل و کردار کا گذشتہ افراد میں سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور میدان عمل میں اس کی برابری سے سب عاجز رہ گئے ہیں اور بعد میں رحلت کرنے والے بھی اس کی سرحد تقویٰ و عمل تک نہیں پہونچیں گے۔

وہ ایسا شخص تھا کہ جسے رسول خداؐ جنگ کا پرچم دیا کرتے تھے اور میدان جنگ میں اس طرح دشمن سے لڑتا تھا کہ داہنی طرف جبرائیل اور

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۸، و تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۷، دائرۃ المعارف مصر اور نیز اسی مضمون کو امالی صدوق میں مجلس ۵۲ کے صفحہ ۱۹۲ پر طبع سنگی؛ اور اصول کافی، ج ۱، ص ۴۵۷؛ و بحار الانوار، ج ۹، ص ۶۴۹ طبع سنگی میں امالی صدوق سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ مستدرک حاکم، باب فضائل حسن بن علی علیہما السلام، ج ۳، ص ۱۷۲ و مقاتل الطالبین، ص ۵۲۔

Presented by Ziaraat.Com

بائیں طرف میکائیل اس کی نصرت کیا کرتے تھے اور کبھی بھی اس نے میدان میں دشمن کو پشت نہیں دکھائی اور نہ فرار ہوا یہاں تک کہ خداوند متعال نے اس کے ہاتھوں پر فتح کا پرچم لہرایا۔

اور لوگوں کے لئے روی زمین پر میراث میں کچھ نہیں چھوڑا نہ زردی اور نہ سفیدی۔ فقط سات سو درہم چھوڑے کہ جو اس کی عطا و بخشش سے اضافی تھے اور وہ چاہتا تھا کہ ان سے اپنے اہل خانہ کے لئے غلام خریدے۔

پھر حضرت نے فرمایا: جو مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہے اور جو نہیں جانتا وہ آج مجھے پہچان لے میں حسن بن علی ہوں اور میں فرزند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں، میں وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ہوں، میں بشارت دینے والے کا بیٹا ہوں، میں عذاب خدا سے ڈرانے والے کا بیٹا ہوں، میں ہادی و چراغ ہدایت دکھانے والے کا بیٹا ہوں، میں اس گھر کا اہل ہوں کہ جس میں جبرائیل نازل ہوتا ہے، میں اس گھر کا فرد ہوں کہ جس گھر میں رہنے والوں کے لئے خدا نے ارادہ کیا ہے کہ ان سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھے۔ اور انہیں مطلق مقام طہارت پر فائز کرے میں اس گھر کا رہنے والا ہوں کہ جس میں رہنے والوں کی مودت کو ہر مسلمان پر واجب قرار دیا ہے اور خداوند متعال نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح خطاب فرمایا ہے: اے میرے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ میں تم سے کچھ اجر رسالت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودت کرو اور جو افراد نیکی بجالائیں ہم ان کی نیکیوں میں اور اضافہ کردیں گے۔ نیکی اور حسن عمل ہم اہل بیت علیہم السلام کی مودت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ھیتمی نے "مجمع الزوائد" میں اسی طرح کی گواہی کو مقام طہارت کی نسبت حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے نقل کیا ہے۔[1] اور غایۃ المرام و فرآئد السّمطین اور ینابیع المودہ میں بھی روایت ذکر ہوئی ہے۔[2]

حضرت امام حسن مجتبی علیہ السلام کا ابن ملجم کو قتل کرنا

خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام فوراً ابن ملجم کی طرف آئے کیونکہ حضرت ام کلثوم نے آپ کو قسم دی تھی کہ میرے بابا کی شہادت کے بعد آپ کو اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے اس عالم کو خلق کیا ہے میں راضی نہیں ہوں اگر ایک گھنٹہ بھی ابن ملجم کے قتل میں دیر کی۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اے ابن ملجم کس نے تجھے اس کام کے لئے اُکسایا؟ اس نے کہا: جو عہد میں نے خدا سے کیا تھا! اگر آپ مجھے مہلت دیں تو میں شام جا کر معاویہ کو بھی قتل کر کے آتا ہوں اور اگر مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں تو قصاص لے لیں اور اگر معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں۔ حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم تجھے بالکل مہلت نہیں ہے یہاں تک کہ تو دوزخ میں چلا جائے۔ امام علیہ السلام نے اسے فقط ایک ضربت لگائی جس سے وہ قتل ہو گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس کی لاش کو اٹھایا اور مخاک میں ڈال دیا۔

۱۔ مجمع الزوائد، باب فضائل اہل البیت، ج۹، ص ۱۷۲۔

۲۔ غایۃ المرام، طبع سنگی، ص۲۹۵، سولہویں حدیث اور حَمُّوَینی نے فرآئد السّمطین میں "غایۃ المرام" کے نقل کے مطابق ص۲۹۱ حدیث ۳۵ نقل کی ہے اور ینابیع المودہ، باب ۹۰، ص۴۷۹ پر حافظ جمال الدین زَرَندی کی، درر السمطین سے نقل کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

برزخ میں ابن ملجم کے عذاب کے بارے میں جو روایت ذکر ہوئی ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور علماء اسلام نے اپنی کتب میں اسے مفصل ذکر کیا ہے۔ یہاں پر دو موضوع پر بحث ہونا ضروری ہے:

کیوں امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے قاتل کو قتل نہ کیا

اول یہ کہ: امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی زندگی میں اپنے قاتل ابن ملجم کو کیوں قتل نہیں کیا۔ جبکہ آپ نے متعدد بار خبر دی تھی کہ عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی میرا قاتل ہے اور بہت سے اصحاب نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا بھی تھا کہ آپ اسے قتل کر دیں' یہاں تک کہ خود ابن ملجم نے آپ کو اپنے قتل کی پیشکش کی تھی۔

ا۔ بحار الانوار، طبع حروفی، ج۴۲ میں ص۱۹۶ پر بصائر الدرجات، ص۲۴ سے اپنی سند کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کے بعض اصحاب سے نقل کیا ہے کہ: عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی مسافروں اور مصر کے بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں وارد ہوا انہیں محمد بن ابی بکر نے بھیجا تھا اور تحریر نامہ سب کا عبد الرحمٰن کے ہاتھ میں تھا۔ جب امیر المومنین علیہ السلام نے اس نامہ کو پڑھتے ہوئے عبد الرحمٰن بن ملجم کا نام دیکھا تو فرمایا: تو عبد الرحمٰن ہے؟ خدا عبد الرحمٰن پر لعنت کرے! اس نے جواب دیا جی ہاں اے امیر المومنین میں ہی عبد الرحمٰن ہوں۔ خدا کی قسم اے امیر المومنین میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم تو مجھے دوست نہیں رکھتا۔ اور آپ نے اس جملہ کی تین بار تکرار فرمائی۔ ابن ملجم نے کہا: اے امیر المومنین! میں تین بار قسم کھاتا ہوں کہ آپ کو دوست رکھا ہوں؛ کیا آپ بھی تین بار قسم کھاتے ہیں کہ میں آپ کو دوست نہیں رکھتا؟

آپ نے فرمایا: وای ہو تجھ پر! خداوند متعال نے جسموں سے دو ہزار سال پہلے ارواح کو خلق کیا ہے اور جسموں کو خلق کرنے سے پہلے ارواح کو ہوا میں مستقر کیا جو ارواح وہاں ایک دوسرے کی معرفت رکھتی

Presented by Ziaraat.Com

جواب یہ ہے کہ: امیر المومنین علیہ السلام جو کہ مرکز عدالت ہیں کس جرم میں عبدالرحمٰن کو قتل کرتے جبکہ وہ ابھی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا ہے، کیا یہ خود جرم نہیں ہوگا؟

اگر آپ جرم سے پہلے اسے قتل کردیں تو ابن ملجم مقتول اور امام معصوم قاتل قرار پائیں گے اور جو شخص پیکر عدالت ہے وہ یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔

اپنے قاتل کو جرم سے پہلے قتل نہیں کیا جاسکتا

بلکہ قصاص جرم سے پہلے خود جرم ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ قصاص قتل کی صورت میں لیا جاتا ہے نہ کہ قاتل کے ارادۂ قتل پر، بھلے ہی کسی کا ارادہ مستحکم ہوجائے مگر قصاص نہیں لیا جاسکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جب تک سارے اسباب فراہم نہ ہوجائیں اس وقت تک قتل نہیں کیا جاسکتا ہے ان میں سے ایک سبب یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ابن ملجم کے قتل کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ یہ قتل غیر مشروع ہے چونکہ ابھی ابن ملجم نے یہ گناہ انجام نہیں دیا ہے لہٰذا اسے قتل کرنا محال ہے۔

تھیں اس دنیا میں بھی آپس میں انس و محبت رکھتی ہیں اور وہ روحیں جو وہاں بھی ایک دوسرے کو نہیں جانتی تھیں یہاں بھی آپس میں اختلاف رکھتی ہیں اور میری روح تیری روح کو بالکل نہیں جانتی ہے! جیسے ہی ابن ملجم باہر گیا آپ نے فرمایا: اگر تم چاہتے ہو کہ میرے قاتل کو دیکھو تو اس کو دیکھ لو بعض لوگوں نے کہا: کیا اس کو قتل نہیں کریں گے؟ یا کیا ہم اس کو قتل نہ کردیں؟ آپ نے فرمایا: یہ تمہارا کہنا قابل تعجب نہیں ہے؛ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں خود اپنے قاتل کو قتل کردوں؟!

Presented by Ziaraat.Com

اور تیسرے یہ کہ اگر حقیقت میں خداوند متعال کے علم میں یہی ہے کہ اسباب ومسببات کے تحت ابن ملجم قاتل اور امیر المومنین علیہ السلام مقتول قرار پائیں تو برعکس کیسے ہو سکتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اسے قتل کریں، آپ قاتل اور ابن ملجم مقتول ہو جائے اور یہ عند اللہ علم الٰہی پر حرف کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر یہ علم صحیح ہے تو ابن ملجم قاتل ہی رہے گا چاہے زمین و آسمان ایک ہی کیوں نہ ہو جائیں اور اگر صحیح نہیں ہے تو ایسی صورت میں ابن ملجم کو قتل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا کیا تو بے گناہ شخص کو قتل کیا ہے۔

اس طرح کے بہت بڑے گناہ کی نسبت فرعون کی طرف دی گئی ہے کہ جب فرعون کے درباری نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ بنی اسرائیل میں سبطی قبیلہ سے ایک بچہ پیدا ہو گا کہ جو تیرے تخت و تاج کو خاک میں ملا دے گا۔ فرعون نے یہ خبر سن کر بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا اور جس سبطی قبیلہ کی خاتون کے بطن سے بچہ پیدا ہوتا وہ اس کا سر قلم کرا دیتا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ اگر حقیقت میں یہ خبر صحیح ہے تو وہ بچہ کہ جو تخت و تاج کو خاک میں ملائے گا، ضرور آئے گا اور وہ ان مقتول بچوں کے درمیان صحیح و سالم رہے گا۔ ایسی صورت میں جتنے بچے بھی قتل ہوئے سب بے گناہ قتل ہوئے ہیں۔

اور اگر یہ خبر غلط ہو تو ایسی صورت میں بھی سب بچوں کو بے گناہ قتل کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی شہادت کی خبر ابن ملجم کو دی اور اصحاب نے کہا: أَوَلا تَقْتُلُهُ؟اَوْ قَالَ: نَقْتُلُهُ؟ کیا تم اس کو قتل نہیں کرتے؟ یا ہم اس کو قتل کر دیں؟

امیر المومنین علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: مَا أَعْجَبُ مِنْ هَذَا؟ تَامُرُوْنِى أَنْ أَقْتُلَ قَاتِلى؟[1] تمہارا یہ کہنا میرے لئے کتنا تعجب خیز ہے؟ کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اپنے قاتل کو قتل کر دوں؟

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ: امیر المومنین علیہ السلام نے عبد الرحمٰن کے لئے خصوصی سفارش کی کہ اس کے کھانے پینے میں کوئی کمی نہیں ہونا چاہیئے اور آپ نے اس کے لئے دودھ بھیجا۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ اسے "مُثْلَہ"[2] نہ کریں۔ اس کے آنکھ، کان، ناک، زبان

۱۔ "بحار الانوار"، طبع حروفی، ج۴۲ میں ص۱۹۶ پر "بصائر الدرجات" ص۲۴ کے نقل کے مطابق اور بحار الانوار، طبع کمپانی، ج۹، ص۶۴۶ و ۶۴۷ پر کشف الغمّہ، اور مناقب خوارزمی سے نقل کے مطابق ایک مقام پر امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا ہے: أَفَلَا تَقْتُلُه؟قَالَ:لا، فَمَنْ يَقْتُلنى اِذاً؟ اگر میں اسے قتل کردوں تو مجھے کون قتل کرے گا؟

۲۔ نہج البلاغہ کے رسالہ نمبر ۴۷ پر ج۲، ص۷۷ طبع عبدہ مصر میں ذکر ہوا ہے کہ حضرت نے اپنی وصیت کے ضمن میں فرمایا: انْظُرُوْا إِذَا أَنَا مُتَّ منْ ضَرْبَته هَذه فَاضْرِبُوْهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَة،وَلَايُمَثَّلْ بِالرَّجُلِ فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَآلِه يَقُوْلُ:إِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُوْرِ۔ بحار الانوار، ج۹ میں ص۶۶۳ پر نہج البلاغہ سے انہیں الفاظ کے ساتھ نقل ہوا ہے اور مناقب خوارزمی سے ۶۶۰ پر نقل ہے اور "تاریخ طبری" تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم ج۵ میں ص۱۴۸ پر نقل ہوا ہے کہ: وَ قَدْ كَانَ عَلِيٌّ نَهَى الحَسن عَنْ الْمُثْلَة. وَ قَالَ يَا بَني عَبْد اَلْمُطَّلبِ لاَ أُلْفِيَنَّكُمْ تَخُوضُونَ دِمَاءَ اَلْمُسْلمِينَ خَوْضاً تَقُولُونَ قُتلَ أَميرُ اَلْمُؤْمنِينَ أَلاَ لاَ تَقْتُلُنَّ بِي إِلاَّ قَاتلِي أُنْظُرُوا إِذَا أَنَا متُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هَذِهِ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ وَ لاَ تُمَثِّلُوا بِالرَّجُلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ص يَقُولُ

اور ہاتھ پیر نہ کاٹیں اور اسے زندہ نہ جلائیں۔ کیونکہ اس نے ایک ضربت ماری ہے لہٰذا اسے بھی ایک ہی ضربت لگائیں ورنہ اسے معاف کردیں۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کا اپنے قاتل کو معاف کرنے پر تمایل

اپنی وصیت میں فرماتے ہیں: إنْ أَبْقَ، فَأَنَا وَلِیُّ دَمی، وَ إنْ أَفْنَ، فَالْفَنَاءُ میعَادی، وَ إنْ أَعْفُ، فَالْعَفْوُ لی قُرْبَةٌ، وَ هُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُواوَاصْفَحُوْا، أَ لا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفرَ اَللّٰهُ لَكُمْ،فَيَا لَهَا حَسْرَةً عَلَي كُلِّ ذي غَفْلَةَ أَنْ يَكُونَ عُمْرُهُ عَلَيْه حُجَّةً، أَوْ يُؤَدِّيه أَيَّامُهُ إلَي شَقْوَة. جَعَلَنَا اللهُ وَ إيَّاكُمْ ممَّنْ لَا يَقْصُرُ بِه عَنْ طَاعَةِ اللهِ رَغْبَةٌ، أَوْ يُحمَلُ عَلَيْه بَعْدَ الْمَوْتِ نقْمَةٌ، فَإنَّمَا نَحْنُ لَهُ وَ بِه.

ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَا مُ فَقَالَ: يَا بُنَيَّ! ضَرْبَةً مَكَانَ ضَرْبَةِ، وَ لَا تَأْثَمْ۔[1]

اگر میں زندہ رہ گیا تو میں خود اپنے خون کا ولی ہوں اور اگر اس دنیا سے چلا گیا تو فنا ہونا میرا دوبارہ پلٹنا ہے اور اگر قاتل کو معاف کروں تو یہ میرے لئے تقرب الٰہی اور تمہارے لئے نیکی ہے۔ پس معاف کردینا اور قاتل کے جرم سے چشم پوشی کرنا کیا تم نہیں چاہتے کہ خداوند متعال بھی تمہارے گناہوں سے درگزفرمائے۔

إيَّاكُمْ وَ اَلْمُثْلَةَ وَ لَوْ بِالْكَلْبِ اَلْعَقُورِ اور اسی حدیث کو ابن اثیر نے "کامل" ج ۳ میں ص۳۹۱ پر ذکر کیا ہے۔

۱۔ بحار الانوار، طبع کمپانی، ج۹، ص۶۵۱ نقل از "کافی" و "بحار" طبع حروفی، ج۴۲، ص۲۰۷ اور "بحار" ج۹، ص۶۶۱ "من لا یحضرہ الفقیہ" کے نقل کے مطابق ذکر کیا ہے کہ: ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَي ابْنه الْحَسَنِ عَلَيْه السَّلامُ فَقَالَ: يا بُنَيَ !أَنْتَ وَلِيّ الامْرِ بَعْدي وَ وَلِيّ الدَّمِ؛ فَإنْ عَفَوْتَ فَلَكَ، وَ إنْ قَتَلْتَ فَضَرْبَةً مَكانَ ضَرْبَةِ، وَ لا تَأْثِمْ

بس ان لوگوں کے لئے کتنا حسرت کا مقام ہے کہ حجت خدا ان کے درمیان ہو اور وہ اس سے غفلت کریں یا ان کی زندگی کے ایام انہیں راہ شقاوت پر گامزن کردیں۔

خداوند متعال ہمیں اور تمہیں ان افراد میں سے قرار دے کہ جنہیں کوئی بھی خواہش اطاعت و بندگی خدا سے نہ روکے اور مرنے کے بعد کسی طرح کی پشیمانی و عذاب، دامن گیر نہ ہو یقیناً ہم فقط خدا کے لئے ہیں اور خدا ہی سے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے امام حسن علیہ السلام کی طرف رخ کرکے فرمایا: اے میرے نور چشم! ایک ضربت کے بدلہ ایک ہی ضربت لگانا اس سے زیادہ گناہ ہے اور تم گناہ انجام نہ دینا۔

امیر المومنین علیہ السلام اپنے قاتل کی نسبت کیوں اس حد تک شفقت و مہربانی سے پیش آرہے تھے؟ اور امام حسن علیہ السلام نے کیوں قاتل کو معاف نہیں کیا اور قصاص کیا؟

اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم جانیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کا یہ کام شہوت نفسانی یا حسد و کینہ اور طمع کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ اس صادق امام کے تمام افعال عدل و تقوی اور طہارت باطنی کی بنیاد پر تھے اور آپ کتاب الٰہی کا سب سے عظیم اور معلم بشریت کا نمونہ تھے۔

اور قرآن میں بھی یہ نظیر موجود ہے:

Presented by Ziaraat.Com

وَ إِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَ لَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ.[۱]

اگر تم کسی ظلم کا بدلہ لینا چاہو تو اتنا ہی لو کہ جتنا تم پر ظلم ہوا ہے اور اگر صبر کرلو اور مجرم کے جرم سے چشم پوشی کرلو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے۔

لہٰذا امیر المومنین علیہ السلام جو کہ مومنوں کے رہبر و پیشوا ہیں تنہا اس آیت پر عمل کرنے کا واضح نمونہ ہیں۔[۲]

۱۔ سورۂ نحل، آیت ۱۲۶۔

۲۔ ابن عباس ایک مقام پر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ما أنْزَلَ اللّٰهُ ءَايَةً فِيها «يَـأَيـُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا» إلاّ وَ عَليٌّ رَأسُها وَ أميرُها. قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے کہ جس میں يَـأَيـُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا ہو اور اس سے مراد حضرت علیؑ نہ ہوں یعنی تمام مومنین کی نسبت حضرت علی علیہ السلام رہبر و سرپرست ہیں اور یہ ریاست عارضی نہیں ہے بلکہ حضرتؑ کے ملکہ نفسانی کی وجہ سے ہے لہٰذا اس آیہ کریمہ کے مطابق "وَ إِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ "حضرت علی علیہ السلام ہی ریاست رکھتے ہیں۔ یعنی اس مقام عفو و گذشت میں بھی آپ ہی کو فوقیت و ریاست حاصل ہے۔ کیونکہ اگر آپ عفو و گذشت کو مقدم نہ کرتے تو حتماً قصاص کا حکم دیتے اور اگر عصر رسول خدا ﷺ سے روز قیامت تک امت کے درمیان سے ایک شخص بھی ایسا نکل آتا کہ ایسی صورت حال میں عفو و گذشت کو مقدم کردیتا تو اس آیت کا مصداق ہوتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام پر سبقت حاصل کرلیتا اور یہ ہرگز ہو نہیں سکتا تھا۔

اس مذکورہ روایت کو ابن عباس سے "حلیۃ الاولیاء" ج۱ میں ص ۶۴ پر اور "مطالب السوال" طبع سنگی میں ص۲۱ پر حلیۃ الاولیاء سے اور "ینابیع المودہ" باب ۵۶ میں ص ۲۱۲ پر ذکر کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

امام حسن علیہ السلام نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے قاتل کو معاف کیوں نہیں کیا

اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کا معاف نہ کرنا اس وقت کے حالات کی وجہ سے تھا کیونکہ معاویہ کی سازش، اہل کوفہ کا جنگ سے عقب نشینی کرنا اور حکومت اسلام کے اضطراب کے باوجود عبد الرحمٰن بن ملجم کو معاف کرنا امام حسن علیہ السلام کی حکومت کی شکست وضعف میں شمار ہوتا لہٰذا امام علیہ السلام نے عام مسلمانوں کی مصلحت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے قصاص کو عفو پر مقدم رکھا۔

امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد تمام مسلمان غم واندوہ میں گرفتار ہوگئے کیونکہ ایسے برحق امام کو کھودیا اور اس مصیبت نے تمام شہر مکہ و مدینہ کو غمگین کردیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے شب ضربت اپنے خواب کو امام حسن علیہ السلام سے بیان فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ جبرئیل آسمان سے نازل ہوئے ہیں اور ابو قبیس کی پہاڑی پر مستقر ہیں اور وہاں سے دو پتھر کو اٹھا کر کعبہ میں لائے ہیں اور ان دونوں کو کعبہ کی چھت سے نیچے چھوڑ دیا ہے وہ دونوں پتھر آپس میں اس طرح ٹکرائے ہیں کہ نرم مٹی کے مانند ہوگئے اور پھر جبرئیل نے اس مٹی کو اٹھا کر ہوا میں اڑا دیا ہے اور مکہ اور مدینہ کا کوئی گھر نہ بچا کہ جس میں وہ خاک نہ گئی ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے بابا جان! اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: اے میری آنکھوں کے نور! اگر یہ خواب سچا ہو تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ تیرا باپ اس دنیا سے چلا جائے گا اور مکہ و مدینہ کا کوئی گھر ایسا نہ ہوگا کہ جو میری شہادت کو سن کر غمگین نہ ہو۔[۱]

امیر المؤمنین علیہ السلام کے مکارم اخلاق اور درجات کی بلندی

یہ امام علی علیہ السلام کا اخلاق اور روحی مقام و درجہ تھا کہ جس نے آپ کو بشریت کا امام قرار دیا تھا۔

وہ وصی و جانشین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جن کے لئے نقل ہوا ہے: وَ إِنَّكَ لَعَلَي 'خُلُقٍ عَظِيمٍ.[۲]

امام شافعی نے ینابیع المودہ کے نقل کے مطابق کیا خوب کہا ہے:

قيلَ لي قُلْ في عَليَ مَدَحًا
ذِكْرُهُ يُخمِدُ نارًا مُؤْصَدَهْ
قُلْتُ لا أُقْدِمُ في مَدْحِ امْرِي
ضَلَّ ذُواللُبِّ إلَي أنْ عَبدَهْ
وَ النَّبيّ الْمُصْطَفَي قالَ لَنا
لَيْلَةَ الْمعْراجِ لَمَّا صَعَّدَهْ
وَضَعَ اللهُ بِظَهْرِي يَدَهُ
فَأَحَسَّ الْقَلْبُ أنْ قَدْ بَرّدَهْ
وَ عَليٌّ واضِعٌ أقْدامَهُ

۱۔ "بحار الانوار" طبع کمپانی، ج۹، ص۶۷۰۔

۲۔ سورۂ قلم، آیت ۴۔

فِي مَحَلٍّ وَضَعَ اللهُ يَدَهُ[۱]

۱۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں علی علیہ السلام کی مدح و ثنا کروں، کہ جس کی مدح و ثنا ہر طرف جلتی ہوئی آگ کو خاموش کردے۔

۲۔ میں نے کہا میں اپنے وجود میں ہرگز اس کی مدح کی قدرت وطاقت نہیں رکھتا کہ عقلاء جس کے بارے میں اس طرح گمراہ ہوئے کہ اس کو معبود مان کر اس کی پرستش کرنے لگیں۔

۳۔ پیغمبر اکرم ﷺ نے ہم سے یہ فرمایا ہے: جب میں شب معراج آسمانوں پر گیا۔

۴۔ خداوند متعال نے اپنے ہاتھ کو میرے کاندھے پر رکھا کہ جس کے اثر سے میرے دل نے خدا کے ہاتھ کی ٹھنڈک کا احساس کیا۔

۵۔ اور علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروں کو اس مقام پر رکھا کہ جہاں خدا نے اپنے ہاتھ کو قرار دیا تھا۔

۱۔ "ینابیع المودہ" باب ۴۸، ص ۱۴۰۔

Presented by Ziaraat.Com

تیئیسویں مجلس

صور پھوکنے کے بعد لوگوں کا زندہ ہونا اور اس سے مستثنی افراد

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ باللهِ منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدْ وَّآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْآنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.[1]

قَالَ اللهُ الْحَكِيْمُ فِىْ كِتَابِهِ الْكَرِيْمِ:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيْمِ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللهِ الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ."[2]

اور جب صور پھوکا جائے گا تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات بے ہوش ہو کر گر پڑیں گی علاوہ ان کے جنہیں خدا بچانا چاہے اس کے بعد دوبارہ صور پھوکا جائے گا تو سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور اعمال کی کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور شہداء کو لایا

---

۱ - یہ مطالب تیئیسویں رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ زمر، آیت ۶۸-۶۹۔

Presented by Ziaraat.Com

جائے گا اور ان کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

جیسا کہ گذشتہ جلسہ میں ہم نے بیان کیا کہ صور کا دوبار پھوکا جانا معقول و معانی مجردہ کو محسوسات سے تشبیہ دینا ہے اس لئے کہ جس وقت حاکم و بادشاہ اپنی فوجوں کو جنگ کے لئے تیار کرنا چاہتے ہیں تو نقارہ بجاتے ہیں اور اس کے بعد دوسرا نقّارہ اپنے مقصد کی طرف روانہ ہونے کے لئے بجاتے ہیں۔

پہلا صور فناء فی اللہ اور دوسرا صور بقاء الٰہی کی نشانی ہے

پہلے صور پھوکے جانے سے سب لوگ مر جائیں گے یہ ذات خدا میں فنا ہونا ہے کیونکہ تمام موجودات کو بلا استثناء خدا کی طرف پلٹنا ہے۔

وَإِلَى اللهِ الْمَصِيرُ.[۱] تمام مخلوقات کی بازگشت فقط اللہ کی طرف ہے۔

أَلَا إِلَى اللهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ.[۲] آگاہ ہو جاؤ کہ تمام امور اللہ کی طرف پلٹتے ہیں۔

وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ.[۳] اور اللہ ہی کے لئے آسمان و زمین کا کل غیب ہے اور اسی کی طرف تمام امور کی بازگشت ہے۔

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۲۸؛ سورہ نور، آیت ۴۲؛ سورۂ فاطر، آیت ۱۸۔

۲۔ سورۂ شوریٰ، آیت ۵۳۔

۳۔ سورۂ ہود، آیت ۱۲۳۔

Presented by Ziaraat.Com

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيه.[۱] اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف جانے کی کوشش کر رہا ہے تو ایک دن اس کا سامنا کرے گا۔

وَأَنَّ إِلَى رَبِّكَ الْمُنْتَهَى.[۲] اور بے شک سب کی آخری منزل پروردگار ہے۔

قرآن مجید میں ان آیات کے مثل بہت سی آیات موجود ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں کہ تمام موجودات کو ذات الٰہی میں فنا ہونا چاہیئے۔اور دوسرے صور کے ذریعہ جو کہ صور حیات ہے دوبارہ زندہ ہو جائیں اور بشریت وملائکہ فنا ہونے کے بعد مقام بقا پر فائز ہو کر خدا کے ساتھ باقی رہیں گے۔

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیہ کریمہ میں، مَنْ فِی السموات وَمَنْ فِی الارض، سے کون مراد ہیں اور اِلَّا مَنْ شَآء الله، کے مصداق کون لوگ ہیں۔

آیہ صعق میں " وَمَنْ فِي الْأَرْضِ " سے مراد اہل برزخ ہیں

وَمَنْ فِي الْأَرْضِ سے مراد وہ افراد ہیں کہ جو دنیا سے گزر گئے اور عالم برزخ میں زندگی بسر کر رہے ہیں نہ کہ جو اس وقت روی زمین پر زندہ ہیں اس لئے کہ اگر پہلے صور پھونکنے کے بعد روی زمین کی تمام موجودات فنا ہو جائے اور دوسرے صور کے ساتھ قیامت میں حاضر ہو جائیں تو انہوں نے ایک

۱۔ سورۂ انشقاق، آیت ۶۔

۲۔ سورۂ نجم، آیت ۴۲۔

Presented by Ziaraat.Com

موت اور ایک حیات سے زیادہ نہیں دیکھا ہے اور عالم برزخ کو طے نہیں کیا ہے۔

جبکہ آیۂ مبارکہ وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ.[۱] کی وضاحت کے اعتبار سے تمام موجودات کو برزخ کی منزل طے کرنا ہے کم یا زیادہ۔ دونوں صورتوں میں عالم برزخ کا مرحلہ طے کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا اس بنا پر اگر صور پھوکے جانے کے بعد روی زمین کی تمام موجودات ہلاک ہو جائے اور فوراً قیامت میں حاضر ہو جائے تو برزخ کا وجود ختم ہو جائے گا اور یہ قرآن مجید کی آیات کے مفہوم کے خلاف ہے کہ قرآن مجید میں تمام انسانوں کے لئے برزخ سے گزر کر "إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ" قیامت میں حاضر ہونے کی منزل مقرر کی گئ ہے۔

اس بیان کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ: " وَمَنْ فِي الْأَرْضِ " سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیا سے چلے گئے ہیں اور برزخ میں قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کیونکہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے کہ عالم برزخ دنیا کی انتہا ہے۔ اور عالم برزخ کو عالم قبر بھی کہتے ہیں اور برزخ کو جنت دنیا بھی کہا جاتا ہے اور اسی طرح عالم آخرت اور دنیا کے بعد کی زندگی بھی کہا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے اس آیۂ کریمہ میں عالم برزخ کو ارض اور اس میں رہنے والوں کو وَمَنْ فِي الْأَرْضِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۔ سورۂ مومنون، آیت ۱۰۰۔

پس جو لوگ دنیا سے چلے گئے ہیں اور عالم برزخ میں صورت مثالی میں زندگی گزار رہے ہیں پہلے صور پھونکے جانے سے سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔ یعنی صورت مثالی اور برزخی لباس کو اتار کر فنا ہو جائیں گے برزخی لوگوں کی داستان کو خداوند متعال قرآن مجید میں اس طرح بیان کر رہا ہے: وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لَبِثُوا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذَٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَىٰ يَوْمِ الْبَعْثِ فَهَٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔[۱]

اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن مجرمین قسم کھا کر کہیں گے کہ وہ ایک ساعت سے زیادہ دنیا میں نہیں ٹھہرے ہیں در حقیقت یہ اسی طرح دنیا میں بھی افتراپردازیاں کیا کرتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان دیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ تم لوگ کتاب خدا کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے رہے تو یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم لوگ بے خبر بنے ہوئے ہو۔

اور نیز خداوند متعال فرماتا ہے:

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ قَالَ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۔[۲]

پھر خدا پوچھے گا (ان لوگوں سے کہ روز قیامت جن کے اعمال کا پلڑا ہلکا ہوگا) کہ تم روی زمین پر کتنے سال رہے۔ وہ جواب دیں گے: ایک روز یا اس سے کچھ کم۔ تو خود شمار کرنے والوں سے دریافت کرلے۔

۱۔ سورۂ روم، آیت ۵۵-۵۶۔

۲۔ سورۂ مومنون، آیت ۱۱۲-۱۱۴۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال فرمائے گا: بے شک تم بہت کم رہے ہو کاش تمہیں اس کا ادراک ہوتا۔

آیہ صعق میں " وَمَنْ فِي السماوت " سے مراد ارواح سعداء و مقربین ہیں

لیکن جو آسمانوں میں ہیں: فَصَعِقَ مَنْ فِی السموات، ان سے مراد ارواح سعداء و مقربین اور ارواح ملائکہ اور ارواح مجردہ ہیں کہ جن کے لئے یا تو اصلاً برزخ نہیں ہے یا وہ اپنے سبک اعمال کی وجہ سے برزخ سے جلدی گزر کر عالم نفس میں پہونچ کر آسمانوں میں مستقر ہو گئی ہیں۔

قرآن مجید کی آیات اسی مطلب پر دلالت کر رہی ہیں:

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ.[1]

اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے اور جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے سب کچھ موجود ہے۔

قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ.[2]

کہہ دیجئے کہ تمہارے لئے ایک دن کا وعدہ مقرر ہے جس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔

وَعَدَ اللهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ.[3]

۱۔ سورۂ ذاریات، آیت ۲۲۔

۲۔ سورۂ سبا، آیت ۳۰۔

۳۔ سورۂ توبہ، آیت ۷۲۔

Presented by Ziaraat.Com

اللہ نے مومن مرد اور مومن عورتوں سے ان باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔

إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ.[۱]

پاکیزہ کلمات اسی کی طرف بلند ہوتے ہیں اور عمل صالح ان کو بلند کرتا ہے۔

يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ.[۲]

اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ کہ خدا اصحابان ایمان اور جن کو علم دیا گیا ہے ان کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ.[۳]

روح اور فرشتے خدا کی طرف عروج کرتے ہیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَى أَجَلًا وَأَجَلٌ مُسَمًّى عِنْدَهُ.[۴]

خدا وہ ہے کہ جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر ایک مدت کا فیصلہ کیا ہے اور ایک مقرر مدت اس کے پاس ہے۔

اور قرآن مجید کی بہت سی دیگر آیات عالم مجرد اور اللہ کے نزدیک زندگی پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ فاطر، آیت ۱۰۔

۲۔ سورۂ مجادلہ، آیت ۱۱۔

۳۔ سورۂ معارج، آیت ۴۔

۴۔ سورۂ انعام، آیت ۲۔

Presented by Ziaraat.Com

اہل دنیا کے لیے صیحہ اور اہل برزخ کے لیے صور

اور جس آواز کے اثر سے دنیا مضمحل اور درہم برہم ہو جائے گی اسے صور نہیں کہتے بلکہ بعض قرآن مجید کی آیات میں اسے صیحہ سے تعبیر کیا گیا ہے لیکن اس سے برزخی صیحہ مراد نہیں ہے۔

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ.[1]

وہ ایک چنگھاڑ تھی جس کے بعد سب کا شعلہ حیات سرد پڑ گیا۔

دنیا کے فنا ہونے کے لئے ایک آواز ہی کافی ہے کہ جس کے بعد سب فنا و نابود ہو جائیں گے۔

مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ.[2]

در حقیقت یہ ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں اپنی گرفت میں لے لے گی اور یہ جھگڑا ہی کرتے رہ جائیں گے۔ پھر نہ کوئی وصیت کر پائیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف پلٹ کر ہی جا سکیں گے۔

مذکورہ بالا مطالب سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ تین صور پھوکے جائیں گے: ایک کو صیحہ دنیوی کہتے ہیں اور دو نفخ صور: صور حیات و صور موت۔

اور وہ صیحہ دنیوی کہ جس کے اثر سے روی زمین کے لوگ مر جائیں گے قرآن مجید میں اسے "صاخّہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۔ سورۂ یٰس، آیت ۲۹۔

۲۔ سورۂ یٰس، آیت ۴۹-۵۰۔

Presented by Ziaraat.Com

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ۔[۱]

پھر جب کان کے پردے پھاڑنے والی (صاخّہ) قیامت آجائے گی۔ انسان اپنے بھائی سے فرار کرے گا اور ماں باپ سے بھی اور بیوی اور اولاد سے بھی۔

اور نیز نَقر اور زجر بھی کہا گیا ہے۔

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِفَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ۔[۲]

پھر جب صور پھوکا جائے گا۔ تو وہ دن انتہائی مشکل دن ہوگا۔ کافروں کے واسطے تو ہرگز آسان نہ ہوگا۔

فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ۔[۳]

یہ قیامت تو صرف ایک للکار ہوگی جس کے بعد سب دیکھنے لگیں گے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ۔[۴]

سنیے! اس دن کہ جب منادی قریب مکان سے ندا دے گا۔

مذکورہ مطالب تفسیر، مَنْ فِی السموات وَ من فِی الارض، کے سلسلے سے تھے۔ ہم نے جان لیا کہ برزخی مخلوق اور فرشتے اور آسمانی روحیں مومنین میں سے ہیں اور نیز ہمیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس آواز کے اثر سے دنیا میں لوگ مر جائیں گے وہ دو صور سے جدا ہے۔

۱۔ سورۂ عبس، آیت ۳۳ تا ۳۶۔

۲۔ سورۂ مدثر، آیت ۸-۱۰۔

۳۔ سورۂ صافّات، آیت ۱۹۔

۴۔ سورۂ ق، آیت ۴۱۔

Presented by Ziaraat.Com

تمام مطالب کو اس طرح خلاصہ کیا جاسکتا ہے کہ "من فی الارض" سے مراد برزخی افراد ہیں کہ جو عالم صورت میں قید ہیں اور عالم برزخ سے نہیں نکل پائے ہیں۔ یہ اصحاب شمال ہیں اور "مَنْ فِی السموات" سے مراد فرشتے اور ارواح شہداء و سعداء ہیں کہ جنہوں نے منزل برزخ کو تو پار کرلیا ہے مگر ابھی بھی فنا فی اللہ کی منزل میں نہیں پہونچ پائے ہیں یہ اصحاب یمین ہیں۔

آیہ فزع و صعق میں کون لوگ مستثنیٰ ہیں

اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ افراد کون ہیں کہ جو اس منزل سے مستثنیٰ و جدا ہیں جن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہوا سب مر جائیں گے الاّ من شآء اللہ۔ مگر وہ لوگ کہ جنہیں خدا زندہ رکھنا چاہے۔

جو لوگ استثناء ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرشتوں اور اصحاب یمین کی ارواح سے بلند تر ہوں اور ان کی اندر اتنی قدرت و طاقت ہونا ضروری ہے کہ وہ صور جس کے ذریعہ برزخ کی تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی۔ اس کا ان پر ذرّہ برابر بھی اثر نہ ہوگا وہ صور کہ جو ملک الموت اور جبرئیل ومیکائیل اور تمام مقرب فرشتوں کو نابود کردے گا ان پر کوئی اثر نہ کرسکے گا نہ ان پر وحشت طاری ہوگی اور نہ وہ ہلاک ہوں گے۔

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ قرآن مجید کی دو آیات میں مستثنیٰ لوگوں کا ذکر ہوا ہے۔ ایک سورۂ نمل کی ۸۷ویں ہے اور دوسری سورۂ زمر کی ۶۸ ویں۔ اب ہم ان دونوں آیات کے ذریعہ استثناء افراد کی نشاندہی کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

سورۂ نمل میں ارشاد ہوتا ہے:

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دَاخِرِينَ.[1]

آیہ فزع میں «إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ» سے مراد افراد

إِلَّا مَن شَاءَ اللَّهُ کا معنی بعد والی آیات سے واضح و روشن ہو جائے گا کیونکہ اس آیت کے بعد ارشاد ہوتا ہے:

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ.[2]

جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ لوگ روز قیامت کے خوف سے محفوظ بھی رہیں گے۔ اور جو لوگ برائی کریں گے انہیں منھ کے بل جہنم میں دھکیل دیا جائے گا کہ کیا تمہیں تمہارے اعمال کے علاوہ بھی کوئی معاوضہ دیا جاسکتا ہے؟

ان آیات میں بیان کیا گیا ہے کہ جو بھی نیکی انجام دے خوف و ہراس سے محفوظ ہے پس جو لوگ الاّ من شاء اللہ یعنی استثناء کے زمرے میں ہیں وہ نیک عمل انجام دینے والے ہیں۔

اور اس آیت میں حسنہ سے مطلق نیکی مراد ہے نہ کہ کوئی ایک اچھا کام یا صفت اخلاقی۔ کیونکہ اگر نیکی سے مراد بعض اچھائیاں ہیں تو آیت میں استثناء

۱۔ سورۂ نمل، آیت ۸۷۔

۲۔ سورۂ نمل، آیت ۸۹-۹۰۔

Presented by Ziaraat.Com

کا کوئی معنی نہیں بنتا ہے اور پھر سب کے سب خوف و ہراس سے امان میں ہونے چاہیئں اس لئے کہ کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جس نے کبھی کوئی نیکی و عمل خیر انجام نہ دیا ہو۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ آیت میں نیکی برائی کے مقابلہ میں ذکر ہوئی ہے اور خداوند متعال نے برائی کے لئے جہنم کا وعدہ کیا ہے پس جو شخص اچھائی اور برائی کو مخلوط کرے وہ روز قیامت خوف وہراس سے امان میں نہیں رہے گا اور خداوند متعال نے امان کا وعدہ نیک افراد سے کیا ہے لہٰذا جو لوگ حقیقت اور طینت کے اعتبار سے پاکیزہ صفات و کردار رکھتے ہیں وہ علیحدہ ہیں اور صور کے خوف سے جدااور استثناء ہیں۔

اور ہمیں یہ معلوم ہے کہ خداوند متعال نے برائی کو خبیث اعمال میں شمار کیا ہے اور برائی انجام دینے والے کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے:

وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ.[1]

خداوند متعال بعض خبیث کو ایک پر ایک رکھ کر ڈھیر بنادے اور سب کو اکٹھا جہنم میں جھونک دے۔

اور نیز ارشاد فرمایا:

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ.[2]

۱۔ سورۂ انفال، آیت ۳۷۔

۲۔ سورۂ نور، آیت ۲۶۔

Presented by Ziaraat.Com

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔

یعنی تمام گناہوں اور خبائث کا ایک ہی حکم ہے۔

اور نیز خداوند متعال نے کفر و نفاق اور شرک کو پلیدگی ورجس اور نجاست شمار کیا ہے: وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ.[۱]

اور جن لوگوں کے دلوں میں روحانی مرض ہے ان کے مرض میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ کفر ہی کی حالت میں دنیا سے جاتے ہیں۔

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ.[۲] بے شک مشرکین نجس ہیں۔

اور نیز خداوند متعال نے بعض ایمان کے مراتب کو شرک شمار کیا ہے:
وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ.[۳]

ان میں سے اکثر ایمان لانے والے در حقیقت اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں۔

لہٰذا مومنین کی اکثریت نجاست شرک خفی سے محفوظ نہیں ہوگی۔

پس وہ لوگ مکمل شرک سے بری ہیں کہ جنہوں نے ذرہ برابر اپنے دل میں غیر خدا کو جگہ نہیں دی ہے اور اپنے خانۂ دل کو مسکن الٰہی قرار دیا اور

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۲۵۔

۲۔ سورۂ توبہ، آیت ۲۸۔

۳۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۶۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہیں بنایا ہے۔ یہی ولایت کا معنی ہے۔

جو لوگ ان صفات کے حامل ہوں ان کی ذات اور فعل پاکیزہ ہوتا ہے یعنی ان کی حقیقت نفس امارہ سے پاک ہو کر بغیر خوف واضطراب کے حرم امن وامان الٰہی میں سکون پذیر ہو جاتی ہے۔

اور یہ آیۂ کریمہ: الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ.[1]

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو پاکیزہ ہیں یعنی فطرتاً وذاتاً طیب وطاہر ہیں جنہوں نے اپنے تمام امور جزی ہوں یا کلی خدا کے سپرد کردیئے ہیں اور فرشتوں کا سلام کرنا اسی امن وامان کے معنی میں ہے جو آیۂ فزع بیان ہوا ہے۔

آیہ فزع میں مستثنیٰ افراد صاحبان ولایت ہیں

لہٰذا مذکورہ گذشتہ مطالب سے معلوم ہوتا ہے کہ "مَنْ شآءالله" سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے تمام امور کو خدا کے سپرد کردیا ہے اور اپنے سر کو توکل خدا کے آگے خم کردیا ہے اور اپنی ذات کو فنا فی اللہ کردیا ہے اور اپنی ذات میں تکبر وفرعونیت کو راہ نہیں دی ہے یہی ولایت کا معنی ہے۔

اور اسی لطیف معنی کی طرف آیہ مودت اشارہ کررہی ہے:

۱۔ سورۂ نحل، آیت ۳۲۔

Presented by Ziaraat.Com

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ.[1]

اے پیغمبرؐ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت کا کوئی اجر نہیں چاہتا علاوہ اس کے کہ میرے اقربا سے محبت کرو اور جو شخص بھی کوئی نیکی حاصل کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کردیں گے کہ بے شک اللہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

یعنی اگر کوئی شخص خود کو ولایت کے سپرد کردے ہم اس کی اس نیکی کی بہترین جزا عطا کریں گے اور ہمیشہ اس نیکی کی جزا میں اضافہ ہوتا رہے گا یہاں تک کہ وہ سرحد ولایت تک پہونچ جائے اور ظفر و کامیاب ہو جائے۔

علی بن ابراہیم قمی نے آیۂ فزع کی تفسیر میں حسنہ اور سیّئہ (نیکی اور برائی) کا اس طرح معنی بیان کیا ہے: اَلحَسَنَةُ وَاللهِ وِلَايَة اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ: وَالسَّيِّئَةُ عَدَاوَتُه.[2] خدا کی قسم نیکی امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت ہے اور سیئہ (برائی) آپؑ کی عداوت ودشمنی ہے۔

ولایت امیر المومنین علیہ السلام وہی ولایت خداوند متعال ہے کہ جس کے صفات بیان ہو چکے ہیں۔ اور کافی میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آباء واجداد سے انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہ آپ گفتگو کرتے ہوئے اس مقام پر پہونچے اور فرمایا:

۱۔ سورۂ شوری، آیت ۲۳۔

۲۔ تفسیر قمی، طبع سنگی، ص ۴۸۰۔

Presented by Ziaraat.Com

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلام: اَلْحَسَنَةُ مَعْرِفَةُ الْوِلَايَةِ وَحُبُّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ، وَالسَّيِّئَةُ انْكَارُالْوِلَايَةِ وَ بُغْضُنَا اَهْلَ الْبَيْتِ.ثُمَّ قَرَأَ عَلَيْه هذه الأيَة.[۱]

حسنہ (نیکی) سے مراد ہماری ولایت اور ہم اہل بیت کی دوستی و محبت ہے اور سیئہ (برائی) سے مراد ہماری ولایت کا انکار اور ہماری دشمنی ہے۔

یہاں تک جو مطالب بیان ہوئے وہ استثناء افراد کے بارے میں تھے جو آیۂ فزع میں ذکر ہوئے ہیں۔اب ہم آیۂ صعق میں استثناء افراد کے سلسلہ میں بحث کرتے ہیں: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ.[۲]

آیہ صعق میں «إِلَّامَن شَاءَ اللهُ» سے مراد افراد

اس آیت میں غور کرنا چاہیئے کہ "مَنْ شاء اللہ" سے کیا مراد ہے؟اور جن افراد کو خداوند متعال ہلاک نہیں کرنا چاہتا وہ کون ہیں؟

ہم جانتے ہیں کہ یہ آیت ظاہراًان لوگوں کے ہلاک ہونے اور مرنے پر دلالت کررہی ہے جو بعد میں زندہ ہو کر خداوند کے سامنے حاضر ہوں گے اور یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کا اس آیۂ کریمہ سے مفہوم اخذ ہوتا ہے:

إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ.[۳]

خداوند متعال کی بارگاہ میں حاضری دیں گے اور یہ آیت بھی حاضر ہونے کو بیان کررہی ہے:

۱۔کافی،ج۱،ص۱۸۵۔

۲۔سورۂ زمر،آیت۶۸۔

۳۔سورۂ یٰس،آیت ۵۳۔

Presented by Ziaraat.Com

فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ إِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ ۔[۱]

خداوند متعال کے مخلَص بندوں کو علیحدہ کیا گیا ہے لہٰذا آیہ صَعق میں جو مَنْ شاء الله سے مراد ہیں وہ مخلَص (لام پر زبر کے ساتھ) بندے ہیں۔

اور خداوند متعال نے دوسرے مقام پر اپنے مخلَص بندوں کی اپنی کتاب میں اس طرح توصیف کی ہے کہ وہ شیطان کے فریب سے محفوظ ہیں۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلاَّ عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ۔[۲]

کہنے لگا مجھے تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو بہکا دوں گا۔ ان میں سے سوائے تیرے خالص بندوں کے۔

اور نیز خداوند متعال نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے کہ شیطان جھوٹے وعدوں کے ذریعہ لوگوں کو فریب دیتا ہے اور لوگ اسے قبول کرتے ہیں اور خداوند متعال کا شریک قرار دینے اور اپنی ذاتی بدبختی جو کہ ظلم ہے کی وجہ سے جہنم میں چلے جائیں گے اور سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

وَ قَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الأَمْرُ إِنَّ اللهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الحَقِّ وَ وَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔[۳]

۱۔ سورۂ صافّات، آیت ۱۲۷-۱۲۸۔

۲۔ سورۂ ص، آیت ۸۲-۸۳۔

۳۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۲۲۔

Presented by Ziaraat.Com

اور (قیامت کے دن) جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہہ اٹھے گا: اللہ نے تمہارے ساتھ یقینا سچا وعدہ کیا تھا اور جو میں نے تم سے وعدہ کیا تھا اس کی وعدہ خلافی کی اور میرا تم پر کوئی زور نہیں چلتا تھا، مگر یہ کہ میں نے تمہیں صرف دعوت دی اور تم نے میرا کہنا مان لیا، پس اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود کو ملامت کرو (آج) نہ تو میں تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، پہلے تم مجھے (اللہ کا شریک) بناتے تھے، میں (اب) یقینا اس سے بیزار ہوں، ظالموں کے لئے تو یقینا دردناک عذاب ہے۔

اس آیت سے بخوبی واضح و روشن ہو جاتا ہے کہ ملامت خود انسان کے بارے میں ہے نہ کہ شیطان کے اور جو انسانوں نے گناہ انجام دیئے ہیں ان کی بازگشت شرک ہے اور انہوں نے اپنی ذاتی بدبختی کی وجہ سے شرک انجام دیا ہے اور گناہ و معصیت کے راستے پر گامزن رہے ہیں۔

آیہ فزع و صعق میں مستثنیٰ افراد سے مراد مخلصین ہیں

لیکن خداوند متعال کے مخلص بندے وہ ہیں کہ جنہوں نے خود کو ہر طرح کے شرک سے پاکیزہ وخالص کر لیا ہے اور اس کائنات میں ذرہ برابر بھی غیر خدا کے اثر کو تصور نہیں کرتے اور کسی بھی چیز کے لئے مستقل وجود کے قائل نہیں ہوتے ہیں اور اپنے لئے کسی طرح کے نفع ونقصان، موت وحیات اور بازگشت کو ملکیت شمار نہیں کرتے ہیں یعنی کسی بھی قدرت وحیات وعلم اور اثر کے مالک حقیقی نہیں ہیں اور یہی ولایت کا معنی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

خلاصہ یہ کہ مذکورہ دو آیات میں جن اولیاء اللہ کو موت اور ہلاکت سے استثناء اور علیحدہ کیا گیا ہے وہ افراد ہیں کہ جنہوں نے دنیا میں راہ اخلاص کو طے کیا ہے اور اپنے ہر فعل کو معبود حقیقی کے لئے انجام دیا ہے اور ہر طرح کے شرک سے منزہ ہو کر عالم خلوص میں داخل ہو گئے ہیں اور مخلصین کے تمام درجات کو طے کر کے خود خلوص ہو گئے ہیں ۔ان کے لئے اس وقت کسی طرح کا وجود باقی نہیں رہ گیا ہے کہ جس کے لئے قبض روح کی ضرورت پڑے۔ان کا وجود اور ان کی حقیقت ذات خدا میں فنا ہو گئی ہے اور جو چیز محبت اور رضائے محبوب ہے وہ محبت خدا واقع ہو چکی ہے ان کے کان خدا کے کان، ان کی آنکھیں خدا کی آنکھیں اور ان کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہو چکے ہیں۔رَزَقَنَا اللّٰهُ وَ كُلَّ مَنْ اَحَبَّ بِمُحَمَّدٍ وَ آلِهِ الطَّاهِرِينَ۔

امیر المومنین علیہ السلام اور آپؑ کی اولاد طاہرہ کی ولایت رکھنا یعنی ذات الٰہی میں فناء مطلق ہونا اور فنا کے بعد بارگاہ خداوند میں بقا حاصل کرنا ہے اور اس صورت میں مطلق مقام عبودیت پر فائز ہو کر اذن الٰہی سے کائنات پر حکمرانی کرنا ،مقام عصمت وطہارت، علم لدنی، بلند مقامات اور خداوند متعال کے تمام اسماء و صفات حسنہ حاصل کرنا ہے اور یہ سب کے سب آثار ولایت ہیں لہٰذا آخری روایت جو ذکر ہوئی ہے اس میں آئمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کو حسنہ اور ولایت کے انکار کو سیئہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جنت میں داخل ہونے میں مستثنی افراد کے تابعین بھی ان کے ساتھ شامل ہیں

ہمیں فخر ہے اور ہماری یہ خوش نصیبی ہے کہ ہم بھلے ہی مقام ولایت کے حامل نہیں ہیں مگر آئمہ علیہم السلام کی ولایت کی معرفت رکھتے ہیں اور یہ بھی بہت باعث مسرت و خوشنودی ہے کیونکہ ولایت کی معرفت کے ذریعہ حقیقت ولایت سے رابطہ پیدا ہوتا ہے اور یہ رابطہ و تعلق ہم بستگی کا سبب بنتا ہے کہ جس کا لازمہ صاحبان ولایت کے آثار کا پیروان ولایت کے وجود میں ظہور و طلوع کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے کہ روز قیامت فرعون اپنی قوم اور پیروکاروں کے آگے آگے چل رہا ہوگا اور انہیں جہنم میں داخل کرے گا: يَقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَأَوْرَدَهُمُ النَّارَ۔[۱]

یہ پیوستگی اور ملنا محبت و اطاعت کی وجہ سے ہے جو کہ حبیب و محبوب کے درمیان مقناطیس کی طرح جذب کرکے اتحاد قائم کرتا ہے۔

ہر گروہ روز قیامت اپنے امام کے ساتھ محشور ہوگا اور جنت یا جہنم میں جائے گا۔

شیعہ اور امیر المومنین علیہ السلام کے محب و پیرو محبت و مودت اور اطاعت کی وجہ سے حضرت سے ملحق ہوں گے اور آپ کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

۱۔ سورۂ ہود، آیت ۹۸۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ مطلب بہت ہی اہم ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کے چاہنے والوں اور پیروان کے لئے بہت زیادہ دل گرمی اور امید کا سبب ہے گرچہ دنیا میں بہت زیادہ محنت و مشقت کے بعد مقام عبودیت مطلقہ وولایت کلیہ تک نہ پہنچ سکے لیکن ولایت کے اقرار اور اس کی اطاعت و پیروی نے انہیں حضرت تک پہنچادیا جس کی رحمت ولطف کے سایہ میں یہ جنت میں جائیں گے۔

امیر المومنین اور اولاد طاہرین علیہم السلام کا وجود مبارک ہوا وہوس شیطانی اور افکار شہوانی اور ہر طرح کی کدورت سے پاک و منزہ ہے لہٰذا اس منبع سے جو کرن بھی طلوع ہوگی وہ پاک وطاہر ہے۔ نفوس قدسیہ سے بدی و برائیوں کے ظاہر ہونے کو عقل قبول نہیں کرتی ہے کیونکہ جو ظرف میں ہوتا ہے وہی باہر نکلتا ہے۔ اگر آپ ایک خالی کوزے میں گلاب کا عرق ڈالیں تو اس میں سے گلاب کا عرق ہی باہر آئے گا نہ کہ سرکہ کا پانی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ نئے اور کورے کوزے کو خرید کر پہلے اس میں گلاب کا پانی ڈالتے ہیں اور خالی کرلیتے ہیں اس کے بعد پانی کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں وہ کوزہ ہمیشہ گلاب کی خوشبو دیتا ہے۔ جتنا بھی اس کوزے میں پانی پیا جائے پھر بھی وہ گلاب ہی کی خوشبو دیتا ہے۔

آئمہ علیہم السلام کی ذات اور ان کا باطن پاک و پاکیزہ ہے اور انہیں قرآن مجید کی آیہ صعق وفزع میں استثنیٰ قرار دیا گیا ہے کہ ہرگز اس دنیاوی آلات وابزار نے ان کے دامن وجود کو داغدار نہیں کیا ہے اور صور حیات وموت ان کے کان پر کسی طرح کا کوئی اثر نہیں کرے گی۔ وہ ان مراحل سے

Presented by Ziaraat.Com

گزر کر بقا کی منزل پر خدا کے نزدیک پہنچ چکے ہیں اور مشیت الٰہی ان کی فنا کے شامل حال نہیں ہوئی ہے۔

تابعین کا اپنے مولا کے ساتھ شامل و متحد ہونے کی وجہ ان کی محبت واتباع اور پیروی ہے

ان سے محبت اور ان کی اطاعت و پیروی کرنا ایک طرح کے اتحاد و یکجہتی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ بغیر کسی وجہ وسبب دل میں کسی کی مودت ومحبت نہیں ہوتی ہے۔

کبوتر با کبوتر باز با باز

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

کبوتر کبوتر کے ساتھ پرواز کرتا ہے اور باز باز کے ساتھ۔ گویا ہمجنس ہمجنس کے ساتھ پرواز کرتا ہے جو شخص خاندان عصمت وطہارت کے آثار اور ان کی راہ کی پیروی کرتا ہے اور اپنے وجود میں ان کی محبت کا احساس کرتا ہے تو بے شک اسے اپنے وجود میں پاکیزگی کا احساس ہونا چاہیئے اور محبوب کا اثر حبیب و پیرو کے اندر گرچہ جزی ہو مگر ہونا ضروری ہے اور اگر ایسانہ ہوا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی بھی موجود کسی سے بھی بغیر کسی سبب کے محبت و دوستی برقرار کرسکتا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

مرحوم ملّا صدرا رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فلاسفہ نے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ: لَا یَعْرِفُ شَئٌ شَیئاً اِلَّا بِمَا هُوَ فِیْهِ منْهُ. کوئی بھی چیز دوسری چیز کو اتنا ہی جانتی ہے جتنی اسے معرفت وشناخت ہوتی ہے۔ حقیقت میں یہ مطلب

Presented by Ziaraat.Com

دقیق ولطیف بیان کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اتنی ہی محبت واطاعت پر بہت زیادہ اظہار مسرت ہونا چاہیئے کیونکہ یہ رابطہ نور کا حکم رکھتا ہے اور نور جہاں بھی جاتا ہے ظلمت وتاریکی کو ختم کردیتا ہے۔ نور گرچہ کم ہو مگر تاریکی کو اجالے میں تبدیل کرنے کی قدرت رکھتا ہے جبکہ ظلمت وتاریکی میں نور کو ختم کرنے کی صلاحیت نہیں پائی جاتی ہے۔ نور منبع نور سے متصل ہے اور سورج کی کرنیں سورج سے جدا نہیں ہیں جزئی نور کل نور اور ضعیف قوی سے متصل ہو کر ایک دوسرے سے باہمی رابطہ رکھتے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کو شہید کردیا گیا۔آپ کی خبر شہادت ہر جگہ پھیلی جو بھی آپ سے محبت رکھتا تھا صف ماتم بچھا کر بیٹھ گیا اور اپنے امام کے غم میں آنکھیں اشک بار کرلیں۔

بعض لوگوں نے غمناک خبر کو سن کر خوشحالی اور مسرت کا اظہار کیا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت پر معاویہ وعائشہ کا خوشحال ہونا اور اس خوشی میں عایشہ کا اشعار پڑھنا

جس وقت معاویہ کو آپ کی خبر شہادت ملی تو اس نے کہا:

اِنَّ الْاَسَدَ الَّذی کَانَ یَفْتَرِشُ ذِرَاعَیْہِ فِی الْحَرْبِ قَدْ قَضَی نَحْبَہُ.

وہ شیر جو میدان جنگ میں اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے رہتا تھا اور میدان پر قبضہ جمائے رہتا تھا اسے موت آگئی اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔

اس جملہ کے بعد یہ شعر پڑھا:

قُلْ لِلْاَرَانِبِ تَرْعَی اَیْنَمَا سَرَحَتْ

Presented by Ziaraat.Com

وَلِلظَّبَآءِ بِلَا خَوْفٍ وَلَا وَجَلٍ[1]

خرگوش اور ہرنوں سے کہہ دو کہ جہاں چاہیں منھ ماریں اب ان کے لئے کسی طرح کا کوئی خوف وڈر نہیں ہے۔

جس وقت وصی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر شہادت مدینہ منورہ میں پہونچی تمام گھروں میں غم کا ماحول طاری ہوگیا مگر عائشہ یہ خبر سن کر سجدۂ شکر بجالائی[2] اور اس کے بعد یہ شعر پڑھا:

فَاَلْقَتْ عَصَاهَا وَاسْتَقَرَّبِهَا النَّوَى
كَمَا قَرَّعَيْناً بِالْاِيَابِ الْمُسَافِرُ[3]

۱۔ "منتہی الآمال" طبع رحلی علمیہ اسلامیہ، ج۱، ص ۱۳۴۔

۲۔ "مقاتل الطالبین" طبع دار المعرفہ، بیروت، ص ۴۳۔

۳۔ یہ شعر عایشہ نے معقّر بارقی کے ان اشعار کے مثل پڑھا ہے۔

ءمَن ءَالِ شَعْثَاءَ الحُمولُ البَاكِرُ — مع الصّبح اُمِ زالت قُبَيلُ الاباعِرُ
وحلّت سُلَيمَى فِى هضابٍ و ايكَةٍ — فلَيسِ عليها يَوم ذلک قادرُ
فالقت عصاها و استَقَرّبها النّوىَ — كما قَرّ عَيناً بِالاياب المُسافِرُ
فصَبّحَها املاكُها بكَتيبةٍ — عليها اذا اَمْسَتَ مِنَ اللهِ ناظرُ

ان اشعار کے سولہ بیت اور ہیں اور یہ اشعار یوم شعب جبلۃ لعامر و عبس برذبیان و تمیم سے متعلق ہیں۔

ابو عبدیہ کہتا ہے:

"یوم شعب جبلہ" عرب کے عظیم ترین دنوں میں سے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دن واقعہ رحرحان ختم ہوا ہے۔ اس روز لقلیط بن زرارہ نے بنی عامر کے خلاف فوج کو جمع کیا اور اس پر حملہ کردیا اور رحرحان و یوم جبلہ کے درمیان ایک سال کا فاصلہ ہے۔ یوم شعب جبلہ اسلام سے چالیس سال پہلے رونما ہوا تھا اور اسی سال رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔ اس کے بعد اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتا ہے یہاں تک کہ ان اشعار کو تحریر کرتا ہے کہ جو اس سلسلہ میں پڑھے گئے ہیں من جملہ لقلیط کی بہن جریرو دختنوس نے لقلیط کے مرثیہ میں تین بیت پڑھی ہیں اور اس کے بعد مکمل ان بیس اشعار کو معقر بارقی سے ذکر کیا ہے۔ (عقد الفرید، طبع اول ۱۳۳۱ھ ہجری، ج۳، ص ۳۰۹)

Presented by Ziaraat.Com

اپنا عصا پھینک کر کھڑی ہو گئی اور اپنی آنکھوں میں اس طرح ٹھنڈک محسوس کی جس طرح مسافر اپنے سفر سے پلٹ کر اہل خانہ کو دیکھ کر ٹھنڈک محسوس کرتا ہے۔

یہ شعر کنایہ ہے کہ علی کا کام تمام ہو گیا اور وہ کبھی دوبارہ زندہ ہونے والے نہیں ہیں اور جس طرح مسافر اپنے سفر سے پلٹ کر اہل خانہ کو دیکھ کر خوشحال، شاد و مسرور ہوتا ہے اسی طرح اس حادثہ سے اس نے خوشی اور لذت محسوس کی۔

اس کے بعد عایشہ نے سوال کیا: علی علیہ السلام کو کس نے قتل کیا؟ کہا: قبیلہ مراد کے ایک شخص نے۔ یہ سن کر اس نے یہ شعر پڑھا:

فَان یَکُ نَائیاً فَلَقَدْ نَعَاهُ
غُلامُ لَیسَ فِی فِیهِ التَّرابُ

گرچہ وہ قبیلہ مراد سے ہے اور دور دراز کا رہنے والا ہے مگر علی علیہ السلام کی موت کی خبر میرے لئے وہ جوان لایا ہے کہ اس کے منھ میں کبھی خاک نہ جائے۔

اس شعر سے کہنا یہ چاہتی ہے کہ بہتر یہ تھا کہ علی علیہ السلام کو قبیلہ قریش اور عرب کا کوئی بڑا انسان قتل کرتا جس سے عربوں ہی کو یہ افتخار نصیب ہوتا نہ کہ کوئی گمنام اور غیر معروف شخص۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن میں خوش ہوں کہ علی علیہ السلام کے قتل کی خبر ایک عرب جوان لایا ہے جس کے منہ میں کبھی خاک نہ جائے اور وہ ہمیشہ زندہ رہے۔[1]

۱۔ عربوں کے درمیان یہ قبیح ہے کہ کوئی دوسرے قبیلے کا انسان جو خاندانی اعتبار سے شرافت میں ان سے کمتر ہے انہیں قتل کرے گرچہ مقتول عربوں کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا قریش جو کہ اپنے کو عربوں میں افضل واشرف جانتے تھے اگر کوئی غیر قریشی انہیں قتل کرتا تھا تو وہ برا اور قبیح سمجھتے تھے اسی وجہ سے عایشہ نے سوال کیا: علی کا قاتل کون شخص تھا؟! اگر قریش تھا تو کوئی بات نہیں ہے اور اگر اس کے علاوہ تھا تو یہ قریش کے لئے ننگ وعار ہے!

"نفس المہموم" ص ۲۷۷ میں کہتے ہیں: شیخ مفید اور ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ جب شہدائے کربلا کے سر یزید کے پاس سے گزارے گئے اور ان کے درمیان میں امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک بھی تھا تو یزید نے امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک پر چھڑی مارنا شروع کردی اور کہا: یَوْمٌ بِیومِ بدرِ! اور پھر ان اشعار کو پڑھنا شروع کردیا:

نُفَلّقُ هَاماً منْ رِجَالِ اعزّةٍ　　　علینا وهم کانوا اعَقّ و اظْلَما

مروان بن حکم کا بھائی یحییٰ یزید کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا:

لَهَامٌ بِاِدْنَی الطَّفِّ اَدْنَی قَرَابَةً　　　منْ ابْنِ زِیَادِ ذی الحَسَبِ الرَّذل
اُمیّةُ اَمسَی نَسْلُها عَدَدَ الحَصَی　　　و بِنْتُ رَ سُوْلِ اَللّٰه لَیس لَهَا نسل

یزید نے یحییٰ بن حکم کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا: اسکُتْ لا اُمَّ لک!

مرحوم آیۃ اللہ شعرانی نے ترجمہ "نفس المہموم" بنام "دمع السجوم" میں ان اشعار کو "سمیۃ امسی" سے نقل کیا ہے اور وہیں پر اس مطلب کا بھی اضافہ کیا ہے:

ہم نے اس سے پہلے ذکر کیا ہے کہ: فرزند سُمیّہ زیاد کو معاویہ نے اپنا بھائی مانا ہے جب کہ سمیہ کا شوہر بنی ثقیف کا غلام تھا اور یحییٰ بن حکم اسی وقت اس نسبت سے راضی نہیں تھا اور کہتا تھا: بنی امیہ قریش کے شرفاء میں سے ہیں اور زیاد غلام زادہ ہے اسے ہمارے قبیلہ میں داخل ہونا نہیں چاہیئے۔ اس مقام پر اسی عقیدے کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ ابن زیاد ہم میں سے نہیں ہے اور حسین علیہ السلام اولاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے رشتہ دار ہیں ہمیں دوسروں کو اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہیئے۔

اور اسی طرح جنگ صفین میں معاویہ کا ایک سپاہی جو نسبت میں کمتر تھا امیر المومنین علیہ السلام کے بالمقابل آیا۔ معاویہ ڈر رہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت علی علیہ السلام اس کے ہاتھوں قتل

Presented by Ziaraat.Com

ام سلمہ کی بیٹی زینب نے کہا: أَلِعَلِیٍّ تقولینَ هذا؟ کیا تم علی علیہ السلام کے بارے میں اس طرح کی بات کر رہی ہو؟

جواب میں کہا: انی أنْسَی، فَاذَا نَسِیْتُ فَذکِّرونی۔ مجھے بھولنے کی بیماری ہو گئی ہے میں جب بھی بھول جاؤں اور یہ بات کہوں تو مجھے یاد دلانا۔[1]

اور جو شخص امیر المومنین علیہ السلام کے قتل کی خبر عایشہ تک لایا تھا وہ سفیان بن ابی امیہ بن عبد شمس بن ابی وقّاص تھا۔[2]

ابو الفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں کہتا ہے کہ عایشہ نے اس بات کے بعد اس رباعی کو پڑھا:

مَا زَالَ إِهْدآءُ الْقَصآئد بَینَنا
بِاسْمِ اَلصَّدِیقِ وَکَثْرَةِ الْالْقَابِ
حَتّی ترکْتُ و کَانَ قَوْلک فیهِم

ہو جائیں۔ کیونکہ یہ عربوں کے لئے ننگ ہے کہ قریشی غیر قریشی کے ہاتھوں قتل ہو اور اس وقت عرب قومی تعصب رکھتے تھے اس پر راضی نہیں تھے کہ ان میں کوئی بھی کسی غیر عرب دشمن کے ذریعہ قتل ہو جائے اور یہ مروان نے مدینہ میں ولید سے کہا تھا کہ حسین بن علی علیہما السلام کو یہی دربار میں قتل کر دے۔ یہ اسی وجہ سے تھا کہ ولید بھی بنی امیہ میں سے تھا اور اسے حسین علیہ السلام کے ہم پلہ سمجھ رہا تھا۔ (دمع السجوم، ص/۲۴۸-۲۴۹)

ان دو شعروں کو مناقب شہر آشوب، ج ۴، ص ۱۱۴ میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے:

لَهَامٌ بِجَنْبِ الطَّفِّ اَدْنَی قَرَابَةً — مِنْ ابْنِ زِیَادِ ذی الحَسَبِ الوَغْلِ
سُمَیَّةُ اَمسَی نَسْلُها عَدَد الحَصَی — و بِنْتُ رَسُوْلِ الله اَمْستَ بِلَانسل

۱۔ "مقاتل الطالبین" ص ۴۲، الکامل فی التاریخ، ابن اثیر، طبع دار صادر، دار بیروت، ۱۳۸۵ھ ج ۳، ص ۳۹۴ و تاریخ طبری، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، ج ۵، ص ۱۵۰ و طبقات، ابن سعد، ج ۳، ص ۴۰۔

۲۔ "مقاتل الطالبین"، ص/ ۴۲۔

Presented by Ziaraat.Com

فِی کُلِّ مُجتَمع طَنینَ ذُبابِ[۱]

ہمارے درمیان ہمیشہ دوست کے ناموں سے اشعار اور قصیدے اور بہت اچھے القاب موجود تھے مگر وقت نے اس موڑ پہ لاکر کھڑا کردیا کہ ان تمام القاب کو ترک کرنا پڑا اور دوستی سے ہاتھ اٹھالیا اور تیسری باتیں لوگوں کے درمیان مکھیوں کے بھنبھناہٹ کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔

جنگ جمل کے بعد عایشہ نے ابن عباس جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کی جانب سے مامور تھے، کہا: **اِنَّ اَبْغَضَ البُلدان اِلَیَّ بَلَدٌ اَنْتُمْ فِیْه!**[۲] میرے نزدیک مبغوض ترین شہر وہ ہے کہ جس میں تم رہتے ہو۔

عایشہ کے بھانجے عبد اللہ بن زبیر نے کہ جس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ عایشہ اس کو سب سے زیادہ دوست رکھتی تھی، ایک روز عبد اللہ بن عباس سے کہا: **اِنّی لاَکْتُمُ بَغْضَکم اَهْلَ هَذا البیت مِنْهُ اربعین سَنَةً.**[۳]

۱۔ مقاتل الطالبین، ص/۴۲۔

۲۔ "احادیث اُمّ المومنین عایشہ" ج۱، ص۱۸۵۔

۳۔ احادیث ام المؤمنین عایشہ، ج۱، ص۱۹۵ سے مسعودی و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید؛ ابن ابی الحدید نے اس گفتار کو شرح نہج البلاغہ، طبع مصر، دار احیاء الکتب العربیہ، ج۴، ص۶۲ میں سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ: عبد اللہ بن زبیر نے ابن عباس سے کہا: **ما حدیث اسمعه عنک؟! قال:وماهو؟ قال:تاینبی و ذمّی! فقال: انّی سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: بئس المرءُ المسلمُ یسبعُ و یجوع جارَهُ!فقال ابن الزبیر اِنّی لاکتم بغضکم اهل هذا البیت مند اربعین سنةً.**

اور اسی جلد میں ص۹۷ پر تحریر کرتا ہے کہ: علی علیہ السلام کے دشمنوں اور ان سے روگردانی کرنے والوں میں عبد اللہ بن زبیر تھا۔ حضرت علی علیہ السلام بار بار کہتے تھے: **ما زال الزبیر منّا اهل البیت حتّی نشا ابنه عبد الله فافسده۔** ابن ابی الحدید کہتا ہے: عبد اللہ ہی تھا کہ جس نے زبیر کو جنگ پر

Presented by Ziaraat.Com

امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت پر پتھروں کا گریہ کرنا

جبکہ امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت پر پتھر خون کے آنسو روئے۔ اس طرح کی احادیث کتب شیعہ کے علاوہ اہل سنت کی کتابوں میں اس قدر نقل ہوئی ہیں کہ جن کا شمار کرنا ایک مدت کا طلبگار ہے۔

حاکم نیشاپوری اپنی کتاب مستدرک میں متصل سند کے ساتھ ابن شہاب زہری سے روایت نقل کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے: عبد الملک بن مروان کے دور میں جبکہ میرا ارادہ جنگ کا تھا میں اپنا سفر طے کرکے دمشق میں وارد ہوا اس کے پاس پہنچا تاکہ اسے سلام کروں۔ میں نے دیکھا کہ عبد الملک ایک قبہ کے نیچے فرش پر بیٹھا ہے اور اس کے دائیں بائیں لوگ صف با صف منظّم کھڑے ہیں۔

میں نے اسے سلام کیا اور پھر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

اس نے مجھ سے کہا: اے شہاب کے بیٹے! جس دن علی بن ابی طالب قتل ہوئے کیا تو جانتا ہے بیت المقدس میں کیا حادثہ پیش آیا؟

میں نے جواب دیا: جی ہاں!

اس نے کہا: اٹھ اور میرے ساتھ آ!

آمادہ کیا تھا اور اسی ہی نے عایشہ کو بصرہ جانے پر اکسایا تھا۔ وكان سبّاباً فاحشاً يَبْغَضَ بني هاشمٍ ويلعن ويسبّ عليَ بن ابى طالب عليه السلام. عبداللہ ابن زبیر بہت بدزبان اور گلسنڈا تھا بنی ہاشم سے بغض رکھتا تھا اور علی ابن ابی طالب کو لعن وطعن کرتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں اٹھا اور لوگوں کی صف کے پشت سے چل کر قبہ کے پیچھے پہنچا۔ عبد الملک مہر و محبت آمیز نگاہ میری طرف ڈال کر کہتا ہے کہ بتا کیا حادثہ رونما ہوا؟

میں نے کہا: حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد بیت المقدس کی زمین سے جس پتھر کو بھی اٹھاتے تھے اس کے نیچے خون ہوتا تھا۔

عبد الملک نے مجھ سے کہا: جن لوگوں کو اس واقعہ کی خبر ہے تیرے اور میرے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ آج کے بعد یہ حادثہ تیری زبانی کوئی دوسرا شخص نہ سن لے۔

میں نے بھی اس حادثہ کے بارے میں جب تک عبد الملک زندہ رہا کسی سے نقل نہیں کیا۔[1]

اور نیز حاکم زہری سے اپنی سند کے ساتھ متصل کرتے ہوئے یہ روایت بھی نقل کرتا ہے کہ: انَّ السمآءَ الانصَارِیّة قَالَت:مَا حَجَرٌ بِایلیاءَ لَیْلَة قَتْلِ عَلیٍّ الَّا وَ وُجِدَ احتهٗ دَمٌ عَبِیْطٌ.[2]

اسماء انصاریہ کہتی ہے کہ جس رات علی علیہ السلام قتل ہوئے ایلیاء میں کوئی ایسا پتھر نہیں تھا کہ جس کو اٹھایا جاتا اور اس کے نیچے تازہ خون نہ ہوتا۔

۱۔ مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۱۳ و ۱۴۴۔

۲. مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۱۳ و ۱۴۴۔

Presented by Ziaraat.Com

قصص الانبیاء میں قطب الدین راوندی نے اپنی سند کے ساتھ شیخ صدوق سے اور انہوں نے ابو بصیر سے اور ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

ہشام بن عبدالملک نے میرے بابا سے پوچھا: مجھے آگاہ کریں کہ جس شب علی علیہ السلام قتل ہوئے دور دراز شہروں میں زندگی کرنے والے لوگ کس طرح آگاہ ہوئے اور انہیں کیسے علی علیہ السلام کی خبر شہادت ملی؟ لوگوں کے لئے علی علیہ السلام کے قتل ہونے کی کیا کوئی علامت و نشانی ظاہر ہوئی؟ یا کوئی عبرتناک حادثہ پیش آیا؟

میرے بابا نے ہشام سے فرمایا: جس شب علی علیہ السلام قتل ہوئے جس پتھر کو بھی زمین سے اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون نکلتا تھا یہاں تک کہ فجر طلوع ہو گئی اور صبح صادق نمودار ہو گئی اور یہی حادثہ یوشع بن نون کی شہادت پر بھی رونما ہوا تھا اور جس دن حضرت عیسی بن مریم کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور اسی طرح جس وقت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا گیا تھا۔[1]

مناقب ابن شہر آشوب میں ذکر ہوا ہے کہ ابن عباس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب مومن اس دنیا سے جاتا ہے تو آسمان و زمین چالیس روز تک گریہ کرتے ہیں اور جب عالم مرتا ہے تو چالیس مہینے روتے ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی ہے تو چالیس سال گریہ

ا۔ بحار الانوار، طبع کمپانی، ج۹، ص ۶۷۷۔

Presented by Ziaraat.Com

وزاری کیا اور اے علی جب تم اس دنیا سے رحلت کروگے تو یہ آسمان وزمین چالیس برس گریہ وزاری کریں گے۔[1]

ابن عباس کہتے ہیں: جب امیر المومنین علیہ السلام کی سرزمین کوفہ شہادت ہوئی تو آسمان سے تین روز تک خون برسا۔

اور ابو حمزہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور سعید بن مُسیّب سے بھی روایت نقل ہوئی ہے کہ: جس وقت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تو روی زمین پر جس پتھر کو بھی اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون ہوتا تھا۔

اور نیز خطیب اپنی کتاب "اربعین" اور نسوی اپنی تاریخ میں اس بات کو تحریر کرتے ہیں کہ عبد الملک بن مروان نے زہری سے سوال کیا کہ علی علیہ السلام کی شہادت کے دن ان کے قتل ہونے کی علامت کیا تھی؟

زہری نے کہا: کسی بھی پتھر کو بیت المقدس کی زمین سے نہیں اٹھایا گیا مگر یہ کہ اس کے نیچے تازہ خون تھا۔[2]

مرحوم علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: خدا کی قسم میرے جد حسین علیہ السلام کے سوگ

۱۔ اس روایت کو محدث سید ہاشم بحرانی نے "مدینۃ المعاجز" طبع سنگی، ص ۱۷۹ میں نقل کیا ہے اور اس میں چالیس سال کے بجائے امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں چالیس خریف یعنی چالیس فصل (موسم) گریہ کریں گے بیان کیا ہے۔

۲۔ بحار الانوار، طبع کمپانی، ج ۹، ص ۶۷۹۔

Presented by Ziaraat.Com

میں آسمان رویا، مرغابیاں روئیں، حیوانات نے گریہ کیا، فرشتوں نے صف عزا بچھائی۔

میرے جد حسین علیہ السلام کے غم میں چالیس دن آسمان خون کے آنسوں رویا، زمین نے گریہ کیا، سورج پر حزن طاری ہوا۔ آسمان کے گریہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ سورج سرخی میں طلوع ہوتا تھا اور سرخی ہی میں غروب کرتا تھا۔[1]

محدث قمیؒ "تذکرۂ سبط" سے نقل کرتے ہیں کہ ہلال بن ذکوان نے کہا: امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد دو یا تین مہینہ سورج جب طلوع ہوتا تھا اور اس کی روشنی دیواروں پر پڑتی تھی تو ایسا ہو جاتا تھا جیسے دیواروں پر خون مل دیا گیا ہو۔[2]

یہ روح ولایت ہے کہ جس کا اثر جمادات پر بھی ہوتا ہے مگر یہ انسان پتھر سے بھی سخت ہے اس لیے سجدہ کرتا ہے کہ علی علیہ السلام کو قتل کر دیا گیا۔

کیا عایشہ اور حفصہ کے بارے میں سورۂ تحریم میں آیت نازل نہیں ہوئی؟ اور خداوند متعال نے ان دونوں کو زوجہ نوح و لوط کہ جنہوں نے گناہ انجام دیے اور شوہر کے ساتھ خیانت کی، تشبیہ نہیں دی ہے؟

۱۔ بحار الانوار، ج ۱۰، باب ۴۰، ص ۲۴۴ تا ۲۴۹ چند روایتوں کے ضمن میں۔
۲۔ نفس المہموم، طبع اسلامیہ، سنہ ۱۳۶۸ ھ۔ق، ص ۳۱۱۔

Presented by Ziaraat.Com

سورہ تحریم عایشہ وحفصہ کے بارے میں نازل ہوا ہے

زمخشری "کشّاف" میں نقل کرتا ہے:

"انْ تَتُوبا الی الله خطابٌ لِحَفْصَةَ وَ عَائِشَةَ عَلَى طَرِيْقَةِ الالْتفات،ليكونَ اَبْلَغَ فى مُعا تَبتهِما.

وَعَنْ ابن عَباسِ:لَمْ ازل حَريصاً عَلَى اَنْ اسْاَلَ عُمَرَ عَنْهُما. حَتَّى حَجَّ و حَجَجْتُ مَعَهُ. فَلَمَّا كان بِبِعْضِ الطّريقِ عَدَلَ وَ عَدَلتُ مَعَهُ بِا لاداوَة، فَسَكبْتُ الماَء عَلَى يَده فَتَوَضّأَ؛ فَقُلْتُ: مَنْ هُما؟ فَقَالَ: عَجَباً بِابنِ عباسِ! كَاَنَّهُ كَرِه مَا سَالتُهُ عَنْهُ. ثُمَّ قَالَ: هُما حَفْصَةُ وَ عَائِشَةُ."[۱]

زمخشری کہتا ہے: قرآن مجید کی اس آیۂ مبارکہ "انْ تَتُوبا الی الله" کی مصداق عمر کی بیٹی حفصہ اور ابو بکر کی بیٹی عایشہ ہیں کیونکہ ان دونوں کی سرزنش اور توبہ پر اس آیت کی دلالت واضح ہی نہیں بلکہ اوضح ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے: میں ہمیشہ اس فکر میں رہتا اور کوشش میں تھا کہ خود عمر سے سوال کروں کہ اس آیت "انْ تَتُوبا الی الله" کے مصداق کون ہیں؟ اور یہ دو عورتیں کون ہیں؟

یہاں تک کہ زمانۂ حج بیت اللہ آپہونچا اور عمر حج پہ جانے کے لئے آمادہ ہوئے میں بھی ساتھ چل پڑا راستہ میں عمر رفع حاجت کے لئے راستے سے کنارے کی طرف گئے میں نے بھی لوٹا اٹھایا اور راستے سے کنارے گیا۔

۱۔ تفسیر "کشاف" ج ۲ از طبع کلکتہ ۱۲۷۶ھ قدیم ترین طبع کشاف ہے۔ مطبعہ لیسی، ص ۱۵۰۱ اور سب سے پہلی طباعت مطبعہ شرقیہ سے ۱۳۰۸ھ ص ۴۷۱ میں ہوئی اور طبع دار الکتاب العربی، بیروت لبنان طبع ۱۳۶۶ھ، ج، ص ۵۶۶ اور اس کے ذیل میں ابن حجر عسقلانی نے کتاب الکافی الشاف فی تخریج احادیث کشاف میں کہا ہے کہ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

عمر وضو کرنے میں مشغول ہو گئے میں نے موقع کو غنیمت جانا میں نے پانی ان کے ہاتھوں پر ڈالا اور اسی وقت سوال کیا: اس آیت میں دو عورتوں سے کون مراد ہیں؟

عمر نے کہا: تعجب ہے اب ابن عباس! یہ لفظ اس طرح کہا جیسے میرا یہ سوال اس پر بار ہو اور ناگوار۔ اس کے بعد کہا: اس سے مراد حفصہ اور عایشہ ہیں۔

عایشہ رسول خدا ﷺ کے دونوں نور چشموں سے چہرہ موڑ لیتی تھی اور ان سے پردہ کرتی تھی اور راضی نہیں تھی کہ انہیں اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھے یا وہ اسے دیکھیں جبکہ ابن عباس کہتے ہیں کہ حسنین علیہما السلام کا بغیر اجازت خانۂ رسول خدا ﷺ میں داخل ہونا اور عایشہ کا بغیر حجاب ان کے سامنے آنا حلال تھا۔

ابن عباس "طبقات" میں اس واقعہ کے بعد لکھتے ہیں: دادی، نانی اور ساس انسان کے لئے محرم ہیں اور ابو حنیفہ ومالک بن انس کہتے ہیں کہ دادی اور ماں بیٹے اور بیٹے کے بیٹے کے لئے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی جائز نہیں ہے اور ماں ودادی فرزند کے لئے محرم ہیں اور یہ حکم اجماعی ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

اور یہ بات عایشہ پر مخفی نہیں تھی مگر یہ کہ اس حجاب اور بے رخی سے عایشہ کا مقصد کچھ اور رہا ہو۔[۱]

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۷۳۔

Presented by Ziaraat.Com

سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے غم میں عرش والوں نے گریہ کیا آپ کی شہادت کے بعد آپ کا لاشہ بے گور وکفن و غسل تین روز تک میدان میں پڑا رہا۔

اگر سید سجاد علیہ السلام کو اجازت مل گئی ہوتی تو آپ ہی دفن کر دیتے مگر ظالمون نے اجازت نہ دی۔ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں ہمیں لاشوں کے قریب ہونے کی ایک بالشت بھی اجازت نہیں دیتے تھے اگر کوئی قریب بھی ہو جاتا تھا تو تازیانے مارتے تھے اور لاشوں کے قریب سے دور کر دیتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر حیونات کا گریہ کرنا

روایت میں ہے کہ جانور لاشوں کے قریب آکر حلقہ بناتے تھے اور اپنے ہاتھوں کو بلند کرکے آنکھوں سے اشکوں کے قطرے بہاتے تھے۔

اور آسمان کے پرندے اس پاک ومطہر لاشوں پر آکر اپنے پروں سے سایہ کرتے تھے تاکہ سورج کی دھوپ لاشوں پر نہ پڑے۔

امام حسین علیہ السلام کی شان میں مرحوم نیر تبریزی کا مرثیہ

چون صبا دید به صحرا بدن بی‌کفنش
خاك میریخت بجاي کفنش بر بدنش
چونکه از مرکب خود شاه به گودال افتاد
عهد یزدان به لبش بود و شفاعت سخنش
آخرین بار که شه جانب میدان میرفت
خواهرش داد به او کهنه‌ترین پیرهنش
تا که دشمن نکند خواهش تن‌پوش‌حسین

Presented by Ziaraat.Com

کهنه پيراهن او بود بجاي كفنش

گشت آغشته به خونِ دل او پيكر او

از سم اسب سواران به بدن تاختنش

جب باد صبا نے حضرت کا بدن مبارک صحرا میں بے کفن دیکھا، تو آپ کے بدن مبارک پر کفن کے بجائے خاک اڑانا شروع کی۔

جس وقت حضرت اپنے ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے، تو آپ کے لبوں پر عہد الہی تھا اور امت کی شفاعت آپ کا کلام تھا۔

آخری بار جب حضرت میدان قتال کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، تو آپ کی خواہر گرامی نے سب سے بوسیدہ و کہنہ لباس آپ کو دیا۔

تاکہ دشمن آپ کی شہادت کے بعد آپ کے لباس کو اتارنے کی خواہش نہ کرے، اور یہی بوسیدہ و کہنہ لباس آپ کے بدن پر کفن کی جگہ رہ جائے۔

حضرت کا بدن مبارک آپ کے خون جگر سے رنگین و آغشتہ ہو گیا، جب کہ آپ کے بدن کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا۔

اس طرح مرحوم نیر تبریزی نے کیا خوب کہا ہے:

شهيد عشق كه تنگست پوست بر بدنش

تو خصم بين كه به يغما زره بَرَد ز تنش

زِره به غارت اگر بُرد خصم خيره چه غم

كه بود جوشن تن زلف‌هاي پر شكنش

شهي كه سندس فردوس بود پوشش او

روا نديد به تن خصم جامهٔ كهنش

وہ شہید عشق کہ جس کے بدن مبارک پر کھال بھی تنگ ہو گئی ہے یعنی وہ عشق الہی میں اپنی کھال سے بھی نکلنے اور پرواز کرنے کی کوشش میں ہے اور اس

Presented by Ziaraat.Com

کے دشمن کو دیکھیں کہ وہ آپ کے بدن مبارک سے زرہ بھی لوٹ کے لے جارہا ہے۔

حضرت کی زرہ مبارک کو عقل و خرد سے نابینا دشمن لوٹ کے لے گیا تو کیا غم، کہ آپ کی پرواز کرنے والے ٹوٹے ہوئے پر آپ کے بدن مبارک پر ہیں۔

وہ عظیم ہستی اور شہنشاہ عالم کی جن کا لباس جنت الفردوس سے آیا ہو، دشمنوں نے ان کے بدن مبارک پر کہنہ و بوسیدہ لباس بھی نہ رہنے دیا۔

اور شافعی نے اس سلسلہ میں اشعار بھی کہے ہیں:

تَزَلْزَلَتِ الدنيا لآلِ مُحَمَّد
وَكَادَتْ لَهُمْ صُمُّ الْجِبَالِ تَذُوْبُ
وَغَارَتْ نجُومُ وَاقْشَعَرَّتْ كَوَاكِبُ
وَهُتِّکَ اسْتَارٌ وَ شَقَّ جُيُوْبُ[۱]

۱۔ مندرجہ بالا اشعار کا آغاز ان شعروں سے ہے:

تَـأَوَّهَ قَلْبِـيْ وَالْفُـؤادُ كَئِيْـبُ
وَأُرِّقَ نَوْمِـيْ فَالسُّهادُ عَجِيْـبُ
فَمَنْ مُبْلِغٌ عَنِّـي الْحُسَيْـنَ رِسالَـةً
وَإِنْ كَرِهَتُهَا أَنْفُـسٌ وَقُلُـوْبُ
ذَبِـيْـحٌ بِـلَا جُـرْمٍ، كَـأَنَّ قَـمِيْصَـهُ
صَبِيْغٌ بِمَـاءِ الْأَرْجُـوانِ خَضِـيبُ
فَلِلـسَّيْـفِ أُعـوالٌ وَلِلرَّمْـحِ رَنَّـةٌ
وَ لِلْخَيْلِ مِنْ بَعْدِ الصَّهِيْلِ نَحِيبُ

ان اشعار کے بعد مندرجہ بالا دو بیت ہیں پھر ان کے بعد کہتے ہیں:

يُصَلِّى عَلَى الْمَبْعُوْثِ مِنْ آلِ هَاشِمِ
وَ يُغْزَى بَنُـوهُ إِنَّ ذَا لَعَجِيْـبُ
لَئِنْ كَانَ ذَنْبِي حُـبَّ آلِ مُـحَمَّـد
فَذَلِكَ ذَنْبٌ لَسْتُ مِنْهُ أَتُـوْبُ

یہ اشعار مناقب، طبع سنگی، ج ۲۲ میں ص ۲۳۲ و ۲۳۳ پر ذکر ہیں۔

چوبیسویں مجلس

جن کو صور کے ذریعہ موت نہیں آئے گی وہ مخلصین ہیں

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِاللهِ منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحيم

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدْ وَّآلِه الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْاَنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.[1]

قَالَ اللهُ الْحَكِيْم فِى كِتَابِهِ الْكَرِيْم:"وَ نُفِخَ فِى الصورِ فَصعِقَ مَن فِى السمَوَاتِ وَ مَن فِى الأَرْضِ إِلا مَن شاءَ الله."[2] "وَ يَوْمَ يُنفَخُ فِى الصورِ فَفَزِعَ مَن فِى السمواَتِ وَ مَن فِى الأَرْضِ إِلا مَن شاءَ الله."[3]

ان دو آیتوں کا مطلب اور خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت صور پھوکا جائے تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق مر جائے گی مگر وہ زندہ رہیں گے کہ جنہیں خدا چاہے گا۔ پس اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں پہلی یہ کہ تمام مخلوق کے لئے موت حتمی ہے دوسری یہ کہ کچھ افراد ایسے بھی ہیں کہ جن کے لئے مشیت الٰہی کا تقاضا ہے کہ صور کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور انہیں موت نہیں آئے گی۔

۱۔ یہ مطالب چوبیسویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ زمر، آیت ۶۸۔

۳. سورۂ نمل، آیت ۸۷۔

Presented by Ziaraat.Com

اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کون لوگ ہیں اور ان میں کون سی خصوصیات پائی جاتی ہیں کہ ان کی حیات موت میں تبدیل نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ زندہ و جاوید رہیں گے؟

جبکہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ آسمان کی تمام مخلوق فرشتے، ملائکہ مقربین، روح القدس، حوریں، مومنین کی ارواح اور شہداء جو کہ منزل برزخ کو طے کرکے عرش پر پہونچ چکے ہیں، اور نیز تمام برزخی مخلوق بلااستثناء سب کو موت کا جام پینا ہے اور ختم ہونا ہے۔

صور پھوکے جانے پر موت سے مستثنیٰ افراد

پس حتماً یہ استثناء افراد ایک خاص حقیقت اور شکل کے مالک ہیں کہ جو اس کلی حکم الٰہی سے خارج ہیں اور یہ حکم اور ہلا دینے والا اور ہلاک کردینے والا حادثہ ان پر کوئی اثر انداز نہیں کریگا۔

پس یہ نشانۂ خدا اور رنگ رحمانیت ان افراد کی نسبت بہت بلند اور مہربان ہے کہ جس نے انہیں تمام مخلوق کے درمیان ممتاز کردیا ہے۔

دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے: "لا إِلَهَ إِلا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلا وَجْهَهُ"[۱] کوئی معبود خدای واحدہ لا شریک کے علاوہ نہیں ہے ساری چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں مگر اس کا چہرہ باقی رہے گا۔

۱۔ سورۂ قصص، آیت ۸۸۔

Presented by Ziaraat.Com

اس آیت سے استفادہ ہوتا ہے کہ جو چیز ہلاکت سے محفوظ رہے گی وہ وجہ الٰہی یعنی اللہ کا چہرہ ہے اور نیز قرآن مجید میں ذکر ہوا ہے: "كُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَانٍ وَ يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الجْلَالِ وَ الاكْرَامِ"۱

روی زمین کی ہر شئ فنا ہو جائے گی مگر تیرے پروردگار کا چہرہ باقی رہے گا جو صاحب جلال بھی ہے اور عظمت والا بھی۔

اس آیت میں بھی وجہ الرب یعنی وہی وجہ اللہ کو فنا وہلاکت سے استثناء کیا گیا ہے اور اس وجہ کے لئے دو صفت، جلال و اکرام بھی بیان ہوئی ہیں۔

در حقیقت وجہ اللہ دو صفات کا حامل ہے ایک صفت جلال دوسرے جمال کیونکہ اکرام کا تعلق احسان اور نعمت عطا کرنے سے ہے جو کہ صفت جمال ہے اور جلال، عظمت وہیبت؛ جمال کے بالمقابل ذکر ہوئی ہے۔

اور اس آیت میں ان دونوں صفات کو وجہ کی صفت قرار دیا گیا ہے نہ کہ ربّ کی۔ یعنی تیرے رب کا چہرہ جلال و جمال رکھنے والا ہے۔ یہ نہیں کہنا چاہتا کہ تیرا رب ان دو صفات کو رکھتا ہے کیونکہ ذوالجلال حالت رفع میں ہے لہٰذا صفت وجہ قرار پائے گا وگرنہ یہ کہنا چاہیئے تھا: ذی الجلال تاکہ رب کی صفت قرار پاتا۔

لہٰذا اس بنا پر اس آیت سے اس کے علاوہ کہ وجہ الرّب جو کہ وہی وجہ خدا ہے ہمیشہ باقی و جاوید رہے گا یہ بھی استفادہ ہوتا ہے یہ وجہ خدا دو صفات

---

۱. سورۂ رحمن، آیت ۲۶-۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

کا حامل ہے صفت جلال و جمال اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ یہ دونوں صفتیں خدا کے نام کی صفت نہیں ہیں بلکہ خود خدا کی صفت ہیں۔

"تَبٰرَكَ اسمُ رَبِّكَ ذِی الجَلٰالِ وَ الاكْرَامِ"[۱]

تیرے پروردگار کا نام بلند اور مبارک ہے وہ پروردگار جو صاحب جلال بھی ہے اور صاحب اکرام بھی۔

ان آخری دو آیات کو آپس میں ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وجہ خدا خود اسم خدا سے برتر اور بالاتر ہے۔ کیونکہ "ذِی الْجَلٰالِ وَالْاكْرَامِ" اسم کے لئے صفت واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ رب کے لئے صفت قرار پائی ہے اور کیونکہ ہر چیز کا چہرہ حقیقت میں خود اس شئ کی نشاندہی کرتا ہے بس وجہ اللہ اور وجہ الرب وہی رب ہے کہ اسے ایک دوسرے مقام پر ان دو صفات کا موصوف قرار دیا ہے۔

اس مطلب کے واضح ہونے کے بعد اگر ہم آیات نفخ صور کو ملاحظہ کریں اور ان افراد کو جو استثناء ہوئے ہیں انہیں ملاحظہ کریں اور ان آیات پر تطبیق دیں تو واضح ہوتا ہے کہ "مَن شاءَ اللّٰہ" سے مراد وہی وجہ اللہ ہے۔

اور کیونکہ آیۂ مبارکہ :"وَ نُفِخَ فی الصورِ فَصعِقَ مَن فی السمٰوَاتِ وَ مَن فی الأرْضِ إلا مَن شاءَ اللّٰہ."[۲] سے معلوم ہو چکا ہے کہ پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونا انہیں افراد سے مخصوص ہے کہ جو پہلی مرتبہ صور پھوکنے سے

۱۔ سورۂ رحمٰن، آیت ۷۸۔

۲۔ سورۂ زمر، آیت ۶۸۔

Presented by Ziaraat.Com

مر جائیں گے اور یہی وہ لوگ ہیں جو دوبارہ صور پھوکے جانے میں زندہ ہوں گے اور پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور نیز آیہ مبارکہ "فَإِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ إِلا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ"[1] سے معلوم ہوچکا ہے مخلصین بندوں کے لئے نہ حشر ہے اور نہ حاضر ہونا ہے۔

لہٰذا جنہیں موت نہیں آئے گی وہ وہی افراد ہیں کہ جن پر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا ضروری نہیں ہے اور وہ وہی مُخلَصین بندے ہیں۔

مخلصین؛ وجہ اللہ ہیں

اور مذکورہ آیات کو سورۂ رحمٰن و قصص کی آیات کے ساتھ تطبیق دینے اور قیاس کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مخلوق مر جائے گی فقط خدا کا چہرہ باقی بچے گا اور وہ ہلاک نہیں ہوگا اور وجہ خدا وہی خدا کے مخلص بندے ہیں۔

خداوند متعال کے مخلص بندے اس دنیا سے جانے کے بعد برزخ میں نہیں رہیں گے اور نیز قیامت میں بھی ان کا حساب وکتاب دینے کے لیے حاضر ہونا ضروری نہیں ہے۔ صور موت اور صور حیات کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوگا کیونکہ انہوں نے اس منزل کو طے کرلیا ہے اور وہ عالم برزخ، حشر و نشر، حساب وکتاب اور عرض کے مافوق وارد ہوچکے ہیں اور ان کا وجود اور ان کی حقیقت وجہ الٰہی سے ملحق ہوچکا ہے کہ جہاں سے موت و فنا اور ہلاکت کا گزر نہیں ہے۔

---

۱. سورۂ صافات، آیت ۱۲۷-۱۲۸۔

Presented by Ziaraat.Com

البتہ ان درجات و مقامات کا تعلق مُخلَصین (لام کو فتح) سے ہے نہ کہ مُخلِصین (لام کو کسر) سے، کیونکہ مخلِصین (لام کسر کے ساتھ) وہ لوگ ہیں کہ جو نفس امارہ سے جہاد کرنے اور راہ قرب و خلوص و فناء کو طے کرنے میں قدم اٹھاتے ہیں مگر ابھی ان کا وجود اور ان کی طینت خالص نہیں ہوئی ہے اور ان کا جہاد ختم نہیں ہوا ہے نفس امارہ کے ساتھ میدان جہاد میں لڑ رہے ہیں اور سیر وسلوک کی وادی کے لئے مختلف کلاسیں لے رہے ہیں۔

مخلَصین؛ فناء فی اللہ کے مقام تک پہنچ چکے ہیں

لیکن مُخلَصین (فتح کے ساتھ) کی جہاد کی کلاسیں ختم ہو چکی ہیں اور وہ مقام طہارت و پاکیزگی پر فائز ہو چکے ہیں چاہے وہ مقام فعل ہو، یا مقام اخلاق وملکات وصفات یا مقام سرّ وذات ان تمام منازل کو طے کرکے حرم الٰہی میں داخل ہو گئے ہیں اور خدا کی ذات میں خود کو فنا کر دیا ہے: لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهُمْ نَفْعاً وَلَا ضَراًّ وَ لَا مَوْتاً وَ لَا حَيٰوةً وَ لَا نُشُوراً پس ان کے لئے اور کوئی دوسرا وجود باقی نہیں رہا ہے کہ جو موت سے دچار ہوں اور ان کے پاس کچھ باقی نہیں بچا ہے کہ جو حساب وکتاب کے محتاج ہوں انہوں نے خداوند متعال کے حساب وکتاب کو دنیا میں راہ خدا میں صداقت کا قدم رکھنے کے ذریعہ ادا کر دیا اور اپنی ذات کو فنا فی اللہ کرکے جنت میں پہونچ گئے ہیں اور وہاں نعمت جمال وجلال حضرت حق سبحانہ وتعالی سے بہرہ مند ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

"فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ." انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا اور وہاں بلا حساب رزق دیا جائے گا۔[1]

جی ہاں! مخلصین کے درجات اور حالات اور ان کا مقام دنیوی بشر کے ادراک سے باہر ہے۔ کیونکہ ان کی جزا اور ان کے اعمال کا نتیجہ کسی کے ذہن میں نہیں آسکتا اور اگر عقلاء کی افکار اپنے طائر فکر کو عقل کے متین و محکم پروں کی پرواز کے ساتھ بھی درک کرنا چاہیں تو ان کے درجات وحالات کی بو بھی نہیں سونگھ سکتے ہیں۔

ذات احدیت کے علاوہ کوئی دوسری شئ ان کی جزا قرار نہیں پاسکتی پس کس طرح ان کے درجات عقلاء و دانشور بشر کی فکر میں آسکتے ہیں؟

تفسیر معتبر فضل بن حسن طبرسی سے نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا حدیث میں وارد ہوا ہے:يَقُوْلُ الله: أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رأت، وَلَا أُذْنٌ سَمِعْتُ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ؛فَلَهُ مَا أَطْلَعتُكُمْ عَلَيْهِ اقْرَءُوا شِئْتُمْ: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ.[2][3]

خداوند متعال فرماتا ہے: میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے ایسی چیزیں مہیا کی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور کسی انسان کی فکر میں بھی وہ چیزیں نہیں آئی ہیں پس جس سے میں تمہیں آگاہ کررہا ہوں اگر چاہتے ہو تو اس آیت کی تلاوت کرو کہ فرماتا ہے: کوئی نہیں

---

۱. سورۂ غافر (مومن)، آیت ۴۰۔

۲۔ سورۂ سجدہ، آیت ۱۷۔

۳۔ کلمۃ اللہ، ص ۱۳۴۔

Presented by Ziaraat.Com

جانتا اس چیز کو جو میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے پوشیدہ رکھی ہے وہ چیز کہ جو آنکھوں کی تازگی کا سبب ہے۔

اور نیز اسرار الصلواۃ میں شہید ثانی نے علی بن احمد عاملی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قَالَ اللهُ: لا أَطَّلِعُ عَلَى قَلْبِ عَبْدٍ، فَأَعْلَمُ فِيْهِ حُبَّ الْاخْلَاصِ لِطَاعَتِىْ وَ ابْتِغَآءِ وَجْهِى، اَلَّا تَوَلَّيْتُ تَقْوِيْمَهُ وَ سِيَاسَتَهُ۔[1]

خداوند متعال فرماتا ہے: میں نے اپنے جس بندے کی فکر میں اپنی اطاعت اور اس میں خلوص و محبت اور جستجو پائی تو میں نے خود اس کے امور کی اصلاح اور تدبیر کی ہے۔

مخلَصین کے لیے الٰہی نعمتیں

جی ہاں! قرآن مجید کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے مُخلَصین جن خصوصیات کے حامل ہیں وہ کسی کے نصیب میں نہیں ہیں۔

اول: قرآن مجید کی آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ شیطان کی کسی اعتبار سے بھی مخلَصین تک رسائی نہیں ہے۔

"فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ."[2]

یہ واضح ہے کہ یہ مخلَصین کا استثناء تشریعی نہیں ہے بلکہ مخلَصین اپنے ذاتی اقتدار کے ذریعہ مقام توحید پر پہنچے ہیں اور اس منزل پر شیطان اپنی ضعف و

۱۔ کلمۃ اللہ، ص ۱۳۸۔

۲۔ سورۂ ص، آیت ۸۲-۸۳۔

Presented by Ziaraat.Com

ناتوانی کی وجہ سے پہنچنے کی قدرت و طاقت نہیں رکھتا ہے۔ جی ہاں ! کیونکہ مخلصین نے خود کو خالص کرلیا ہے اب جس چیز کو بھی دیکھتے ہیں انہیں اس میں خدا دکھائی دیتا ہے اور شیطان انہیں جس روپ سے بھی دھوکا دینا چاہتا ہے یہ خدائی نگاہوں سے اسے پہچان لیتے ہیں لہٰذا شیطان نے شروع ہی میں ان کے مقابل شکست کا اعتراف کرکے اسلحہ ڈال دیا ہے وگرنہ شیطان کی ذات و طینت بنی آدم کو بہکانے کی ہے اور کسی طرح کا بھی کسی پر گمراہ کرنے سے رحم و گریز نہیں کرتا ہے۔

دوم: یہ لوگ حساب وکتاب دینے کے لیے محشر میں وارد ہونے سے فارغ ہیں، قرآن مجید میں ارشاد ہوا: "وَ نُفِخَ فِی الصورِ فَصعِقَ مَن فِی السمَوَاتِ وَ مَن فِی الأَرْضِ إِلا مَن شاءَ اللهُ."[۱]

کیونکہ جیسا کہ ہم نے کہا کہ جب اس آیۂ مبارکہ "فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ اِلَّا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِین" کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروہ مخلَصین قیامت کے حولناک منظر سے امان میں ہے۔ اس لئے وہ ریاضت شرعی اور مراقبت کے ذریعہ جہاد بالنفس میں قتل ہوکر حیات ابدی سے ملحق ہوگئے ہیں اور قیامت کبریٰ سے گزر چکے ہیں اور مجاہدت کے دوران ان کا حساب وکتاب ہو چکا ہے اور وہ خدا کی راہ میں قتل ہوکر اپنے خدا کے نزدیک پہنچ گئے ہیں اور وہاں خاص رزق سے فیض حاصل کررہے ہیں جیسا کہ خود خداوند متعال نے فرمایا:

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۶۸۔

Presented by Ziaraat.Com

"وَ لا تحْسبنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فى سبِيلِ اللهِ أمْواَتَا بَلْ أحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ."[1]

اور اس کے علاوہ ہم جانتے ہیں کہ حضور؛ عدم حضور کی صورت میں ہوتا ہے اور خدا کے مخلصین بندے قیامت کے ظاہر ہونے سے پہلے ہی ہر جگہ حاضر تھے اور سارے حالات سے باخبر بھی جیسا کہ کہا گیا عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ.

سوم: روز قیامت جس شخص کو بھی ثواب عطا کیا جائے گا وہ اس کے اعمال کی جزا ہو گی لیکن مخلصین کو خداوند متعال اپنے کرم سے جزا عطا کرے گا۔

"وَ مَا تجْزَوْنَ إلا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ إلا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ."[2]

اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس گروہ پر عذاب ہوگا ان کو ان کے اعمال کے مقابل جزا و سزا دی جائے گی لیکن نیک بندوں کے لئے جزا ان کے عمل کے مقابل نہیں ہو گی بلکہ خداوند متعال اپنے فضل و کرم سے انہیں جزا عنایت کرے گا؛ تو آیت مطلق ہے اور اس کا کوئی خاص مصداق نہیں ہے۔

اور جزاء فضل و کرم جزا بالمقابل عمل آپس میں کسی طرح کا کوئی منافات بھی نہیں رکھتے، چاہے فضل و کرم کا یہ معنی لیں کہ پروردگار چھوٹے عمل کے مقابل بڑی جزا عطا کرے گا اور چھوٹے عمل کو بڑا شمار کرے گا تو یہ بھی جزا عمل ہی کے مقابل واقع ہوئی ہے۔

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۹۔

۲۔ سورۂ صافات، آیت ۳۹-۴۰۔

Presented by Ziaraat.Com

جبکہ آیت کا مطلب اس کے علاوہ ہے۔آیت کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے مخلص بندوں کو اصلاً ان کے عمل کے مقابل جزا نہیں دی جائے گی اور نیز دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:"لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيدٌ."[۱]

وہاں ان کے لئے جو بھی خدا کی مرضی ہوگی اور وہ چاہیں گے سب حاضر رہے گا اور ہمارے پاس ان کے ارادے سے زیادہ بھی ہے۔ یہ بات قابل فکر ہے کہ جو وہ ارادہ کرتے ہیں اور جس چیز کو وہ چاہتے ہیں اس سے کہیں بالاتر خدا کے فضل اور اس کی مشیت میں ہے۔

چہارم: یہ گروہ اس بلند مقام و منصب کا حامل ہے کہ جہاں خداوند متعال کی حمد و ثنا کما حقہ ادا ہوسکتی ہے: "سبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ إلا عِبَادَ اللهِ الْمُخْلَصِينَ."[۲]

اور یہ مخلوق کے کمال کی انتہا اور آخری منصب ہے۔

یہ چار مذکورہ مطالب ہمارے رسالہ "لُبّ الباب در سیر وسلوک اولی الالباب" اور درس عرفان علامہ طباطبائی کا خلاصہ ہے جس کو ہم نے یہاں موضوع کے تحت ذکر کرنا مناسب سمجھا۔

مخلصین کے درجات و مقامات کے سلسلہ میں معصومین علیہم السلام کی روایات میں تعجب انگیز تفصیل بیان ہوئی ہے:

۱۔ سورۂ ق، آیت ۳۵۔

۲۔ سورۂ صافات، آیت ۱۵۹-۱۶۰۔

Presented by Ziaraat.Com

کتاب "محاسن" میں احمد بن محمد بن خالد برقی نے عبد الرحمٰن بن حمّاد سے انھوں نے حنان بن سدیر سے انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ:"قَالَ اللهُ: مَا تَحَبَّبَ الَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ أَحَبَّ الَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتَهُ عَلَیْهِ.وَ انَّهُ لَیَتَحَبَّبُ الَیَّ بِالنَّافِلَةِ حَتَّ أُحِبَّهُ؛ فَاذَا أَحْبَبْتُهُ، کُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهِ، وَ بَصَرَهُ الَّذِیْ یَنْصُرُبِهَ، وَ لِسَانَهُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِهِ، وَ یَدَهُ یَبْطِشُ بِهَا، وَ رِجْلَهُ الَّتِی یَمْشِی بِهَا.اذَا دَعَانِی أَجَبْتُهُ، وَ اذَا سَأَلَنِی أَعْطَیْتُهُ. وَمَا تَرَدَّدْتُ فِی شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهُ کَتَرَدُّدِیْ فِی مَوْتِ مُؤْمِنٍ یَکْرَهُ الْمَوْتَ وَ اَنَا أَکْرَهُ مَسَاءَتَهُ."[۱]

خداوند متعال فرماتا ہے: میرا بندہ کبھی بھی میرے لیے اپنی محبت کے اسباب کو واجبات کے ذریعہ فراہم نہیں کر سکتا بلکہ ان نوافل و مستحبات کے ذریعہ میرے لیے اپنی محبت کو بڑھاتا ہے کہ جو میں نے اس پر واجب بھی نہیں کی ہے یہاں تک انجام دیتا ہے کہ میں اس کا محب ہو جاتا ہوں اور جب میں اس کا محب ہو جاتا ہوں تو کان میرے ہوتے ہیں سنتا وہ ہے، آنکھ اس کی ہوتی ہیں دیکھتا میری نظر سے ہے، زبان اس کی ہوتی ہے بولتا میری مرضی سے ہے، قدم اس کے ہوتے ہیں چلتا میری راہ میں ہے، ہاتھ اس کے ہوتے ہیں مگر وہ ان سے وہ کام لیتا ہے جو میں چاہتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کا جواب دیتا ہوں اور جب مجھ سے وہ کچھ سوال کرتا ہے اسے عطا کرتا ہوں۔

۱۔ محاسن، ج۱، کتاب مصابیح الظُلَم، باب ۷۴؛ المحبوبات، ص۲۹۱۔

Presented by Ziaraat.Com

اور کبھی بھی جس کام کو میں نے بغیر کسی واسطے کے انجام دیا ہے اس میں کبھی شک و تردد نہیں کیا جیسا کہ میں خود بندہ مومن کی روح قبض کرتا ہوں جس سے وہ خوف کھاتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ آزار و اذیت اٹھائے۔

حدیث قدسی: عَبْدِي أَطِعْنِي أَجْعَلْكَ مِثْلِي

اس روایت کو علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی پندرہویں جلد کے جز دوم باب حُبّ اللہ تعالی کے صفحہ ۲۹ پر ذکر کیا ہے۔

ابن فہد حلی "عدة الداعی" میں فرماتے ہیں: فی الحدیث القدسیّ: یَابْنَ آدَمَ! اَنَا غَنِیّ لَا اَفْتَقِرُ؛اَطِعْنِیْ فِیْمَا اَمَرْتُکَ، اَجْعَلَکَ غَنِیاًّ لَا تَفْتَقِرُ. یَابْنَ آدَمُ ! اَنَا حَیّ لَا اَمُوْتُ، اَطِعْنِیْ فِیْمَا اَمَرْتُکَ، اَجْعَلُکَ حَیاًّ لَا تَمُوْتُ. یَابْنَ آدَمُ! اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّئِ کُنْ فَیَکُوْنْ؛ اَطِعْنِیْ فِیْمَا اَمَرْتُکَ اَجْعَلَکَ تَقُوْلُ لِلشَّئِ کُنْ فَیَکُوْن.[1]

حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ خداوند متعال اپنے بندے سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے: اے فرزند آدم! میں ایسا بے نیاز ہوں کہ مجھ کو کبھی بھی کسی کی احتیاج نہیں ہوتی؛ میری اطاعت کر جیسا میں نے تجھے حکم دیا ہے تاکہ میں تجھے بے نیاز کردوں کہ تجھے بھی کبھی کسی کی احتیاج نہ ہو۔

اے فرزند آدم! میں ایسا زندہ ہوں کہ جسے کبھی موت نہیں آئے گی میری اطاعت کر جیسا میں نے تجھے حکم دیا ہے تاکہ میں تجھے حیات ابدی عطا کردوں۔

۱۔ عدہ الداعی، طبع سنگی، ص ۲۳۳۔

Presented by Ziaraat.Com

اے فرزند آدم! میں جس چیز کو حکم دیتا ہوں کہ ہو جا، وہ ہو جاتی ہے میری اطاعت کر تا کہ تجھے ایسا بنا دوں کہ جس کو تو حکم دے وہ ہو جائے۔

اور حافظ رجب برسی اپنی کتاب مشارق انوار الیقین میں لکھتے ہیں: وَرَدَ فی الْحَدیْث الْقُدْسیِّ: انَّ لله عِبَاداً أطَاعُوْهُ فِیْمَاأرَادَ، فَأطَاعَهُمْ فِیْمَا أرَدُوْا؛یَقُوْلُوْنَ لِلشَّئَ کُنْ فَیَکُوْنَ.[۱]

حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ خداوند متعال فرماتا ہے: بے شک خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ جو خدا چاہتا ہے اس کی اطاعت و پیروی کرتے ہیں پس خدا بھی جو وہ چاہتے ہیں اسے رد نہیں کرتا جو وہ چاہتے ہیں انہیں عطا کرتا ہے اور وہ کسی شئ کو حکم دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

مخلصین کے حالات و مقامات

مخلَصین؛ کبھی بھی اپنے لیے علم و حیات و قدرت کا تصور نہیں کرتے

جی ہاں! ایسا ہی ہے کیونکہ انہوں نے جہاد بالنفس کی راہ میں سچا قدم اٹھایا ہے اور نفس امارہ کو پیروں تلے روند کر معرفت نفس کی منزل پر فائز ہو گئے ہیں اور ان کا پورا وجود شیطانی کدورت اور اخلاقی رذائل سے پاک و منزہ ہو چکا ہے ان کا سارا ہم و غم رضائے الٰہی رہا ہے اور دنیا و مافیہا اور آخرت و ما فیہا یعنی دونوں جہان کی لذتوں کو بالائے طاق رکھ کر قرب معنوی اور

۱۔ کلمتہ اللہ، ص ۱۴۳۔

Presented by Ziaraat.Com

خلوص کے راستے کو طے کیا ہے لہٰذا ان کے لئے خدا کے علاوہ نہ کوئی ارادہ ہے اور نہ کوئی خواہش۔

انہوں نے پورے عالم میں خدا کی تجلی کا ظہور دیکھا ہے اور مقام شہود میں ارادہ اور اختیار خداوند (وما تشاؤون الّا ان یشآء الله) کے علاوہ کسی چیز کا احساس نہیں کیا ہے۔

ان کا وجود خدا نما آئینہ بن چکا ہے اور تمام خود نمائی کے درجات کو خاک نسیان میں دفن کر دیا ہے۔ اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ یہ خدا کے مقابل مستقل قدرت و علم اور حیات کے مالک ہوگئے ہیں یہ فرعونیت ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے علم و حیات کو قدرت و علم اور حیات خدا میں فنا کر دیا ہے اور اپنے لئے کسی بھی طرح کی حیات و علم و قدرت کے قائل نہیں ہیں۔ خدا کو تنہا حیات، علم اور قدرت کا منبع جانتے ہیں اور اس کی ذات لامتناہی و ازلی اور ابدی کے بالمقابل اپنے دامن کو سمیٹ کر خود کو توبہ و شرمندگی اور عذر خواہی کے میدان میں قدم رکھ کے غیر محدود مدت کے لئے خدا سے ملحق ہوگئے ہیں۔

انہی مطالب کو فارسی زبان شاعر حکیم شیخ سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا ہے:

ره عقل جز پیچ در پیچ نیست
برِ عارفان جز خدا هیچ نیست
توان گفت این نکته با حق شناس
ولي خرده گیرند اهل قیاس

Presented by Ziaraat.Com

که پس آسمان و زمین چیستند
بني آدم و دیو و دَد کیستند
همه هرچه هستند از آن کمترند
که با هستیش نام هستي برند
عظیم است پیش تو دریا به موج
بلند است خورشید تابان، به اوج
ولي اهل صورت کجا پي برند
که ارباب معني به مُلکي درند
که گر آفتابست، یك ذرّه نیست
و گر هفت دریاست، یك قطره نیست
چو سلطان عزّت، علَم درکشد
جهان سر به جیب عدم درکشد

راہ عقل بہت پیچ و خم کی راہ ہے، اہل عرفان کے لیے خدا کے علاوہ کوئی کچھ نہیں ہے۔

حق شناس انسان کے سامنے یہ نکتہ کہا جاسکتا ہے، لیکن اہل قیاس اس بات پر اعتراض کریں گے۔

آسمان و زمین کی کیا حیثیت ہے، اور جن و انس کی کیا اوقات ہے۔

کوئی کچھ بھی ہو پر خدائی کے مقام پر نہیں ہے سب اس سے کمتر ہیں، اور اسی کے وجود مقدس سے سب کا وجود ہے۔

آپ کے سامنے بھلے ہی موج سے دریا عظیم ہو، اور کرنوں سے سورج بلند و بالا ہو۔

لیکن اہل صورت اور اہل ظواہر اسے کہاں درک کر سکتے ہیں، کہ ارباب معنی و اہل معنویت ان کی دنیا ہی کچھ اور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

کہ ان کے سامنے آفتاب کی حیثیت ایک ذرہ سے زیادہ نہیں ہے، اور سات سمندروں کی اوقات ایک قطرہ سے زیادہ نہیں ہے۔

اس لیے کہ جو وہ سلطان عزت چاہے اپنا علم بلند کرے تو پوری کائنات کے وجود کو عدم میں تبدیل کر سکتا ہے۔

ان کی نظر میں اس عالم کی حیثیت ایک سراب سے زیادہ نہیں ہے اور وجود اصلی و حقیقی خدا کے علاوہ کسی شئ کو تصور نہیں کرتے ان کی مدح و ثنا میں عارف عرب نے کیا خوب لکھا ہے:

أ لا انَّ الوجودَ بِلَا مُحَالِ
خَيالٌ فى خَيالِ فِى خيالِ
وَ لا يَقْظَان الَّا اَهْلُ حَقٍّ
مَعَ الرَّحمنِ فِى كل حالِ
و هُمْ متقاوتون بِلا خلاف
فَيَقْظَتُهُمْ عَلَى قدرِ اكمالِ
هُمُ النَّاسُ المشارُ الىَ عُلاهُمْ
لَهُمُ دُوْنَ الوَرَى كُلُّ التَّعالى
خَطُوا بِالذَّاتِ وَالاَوْصاف طُراً
تَعَاظَمَ شَانُهُمْ فِى ذى الْجَلَالِ
فَطُوراً بِالجَلَالِ عَلَى التذاذ
وَ طَوراً بِالتَّلَذُّذِ بِالْجَمَالِ
سَرَتْ لَذَّاتُ وَصْف الله فيهِمْ
لَهُمْ فِىَ الذَّاتِ لَذَّاتُ عَوَالِى[1]

۱۔ الانسان الکامل، عبدالکریم جبلی، ج ۲، ص ۲۶۔

Presented by Ziaraat.Com

۱۔آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا کی مخلوق کو مستقل و دائمی ماننا یہ فقط خیال ہی خیال ہے۔

۲۔اس کائنات میں اہل حق کے سوا کوئی بیدار نہیں ہے اہل حق ہیں جو ہر حال میں خداوند رحمٰن کے ساتھ ہیں۔

۳۔اہل حق کے مختلف درجات ہیں اور ان کی بیداری ان کے کمال کے اعتبار سے ہے۔

۴۔یہی وہ ہیں کہ جن کے بلند درجات کی طرف اشارہ ہوتا ہے پروردگار کے نزدیک وہ عظیم مقام و درجہ رکھتے ہیں۔

۵۔انہوں نے آہستہ آہستہ عالم صفات الٰہی میں قدم رکھا ہے اور ذات الٰہی تک پہونچ گئے ہیں اور ان کی شان و عظمت خداوند متعال کے سلسلہ میں عظیم ہو چکی ہے۔

۶۔یہ کبھی خدا کے صفات جلال سے لذت حاصل کر رہے ہیں تو کبھی صفات جمال سے۔

۷۔ان کا وجود خداوند متعال کی صفات کی لذت سے لبریز ہو چکا ہے اور ان کے لئے بھی خدا کی ذات میں عظیم لذت ہے۔

ایسے افراد کا خداوند متعال کی بارگاہ میں اس قدر بلند درجہ ہے کہ ان کے وجود کی برکت سے خداوند عذاب کو روی زمین سے اٹھالیتا ہے اور ان کے وجود کی برکت سے گناہگار لوگ امان میں رہتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اولیاء الٰہی کے وجود کی برکت سے گنہکاروں سے عذاب اٹھالیا جاتا ہے

کافی میں ابو حمزہ ثمالی اپنی سند سے متصل کرتے ہوئے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اصلی توریت میں جوکہ تحریف سے محفوظ ہے اس طرح ذکر ہوا ہے: **انَّ مُوسَی سَأَلَ رَبَّهُ، فَقَالَ: يَا رَبِّ! أَقَرِيْبٌ أَنْتَ مِنِّیْ فَأُنَاجِیکَ؟ أَمْ بَعِيْدٌ فَأُنَادِيْکَ؟فَأَوْحَی اللهُ عَزَّوَجَلَّ إِلَيْهِ! يَا مُوْسَی أَنَا جَلِيْسٌ مَنْ ذَکَرَنِی.**

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سوال کیا: اے میرے پروردگار! کیا تو مجھ سے اتنا قریب ہے کہ میں تجھ سے آہستہ آہستہ مناجات کروں، یا اتنا دور ہے کہ با آواز بلند اور فریاد کے ساتھ تجھے پکاروں؟ خداوند متعال نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی: اے موسیٰ علیہ السلام! میں اس کا ہمنشین ہوں جو مجھے یاد کرے۔

فَقَالَ مُوسی: فَمَنْ فی سِتْرِکَ يَوْمَ لَا سِتْرَ الَّا سِتْرُکَ؟

فَقَالَ: الذينَ يَذْكُرُوْنَنی فَأَذْكُرُهُمْ، وَ يَتَحَاجُّوْنَ فِیَّ فَأُحِبُّهُمْ؛ فَأُوْلَئِکَ الَّذِيْنَ إِذَا أَرَدْتُ أَنْ أُصِيبَ أَهْلَ الْاَرْضِ بِسُوْءِ، ذَكَرْتُهُمْ؛ فَدَفَعْتُ عَنْهُمْ بِهِمْ.[2]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اس دن تیری پناہ میں کون ہوگا جس دن تیرے علاوہ کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا؟

ا۔ اصول کافی، ج۲، ص۴۹۶ اور نیز اس روایت کو عدۃ الداعی، طبع سنگی، ص۱۸۴ پر ذکر کیا گیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال نے وحی کی: جو مجھے یاد کرتے ہیں میں بھی انہیں کو یاد کرتا ہوں اور میری وجہ سے جو ایک دوسرے سے دوستی اور محبت کرتے ہیں پس میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب میں روی زمین پر گناہ گاروں پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہوں اور ان کی یاد آجاتی ہے تو ان کی وجہ سے روی زمین پر عذاب نازل نہیں کرتا ہوں۔

احادیث قدسیہ میں مخلصین کے حالات و مقامات

اور نیز "عُدّۃ الداعی" میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت نقل ہوئی ہے

کہ: قَالَ اللهُ سُبْحَانُهُ:إِذَا عَلِمْتُ اَنَّ الغَالِبَ عَلَى عَبْدِیْ الْاشْتِغَالُ بِی نَقَلْتُ شَهْوَتَهُ فِی مَسْأَلَتِی وَ مُنَاجَاتِی؛ فَإِذَا كَانَ عَبْدِیْ كَذٰلِکَ فَأَرَادَ أَنْ يَسْهُوْ حُلْتُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَنْ يَسْهُوْ. أُوْلَئِکَ اَوْلِيَآئِی حَقّاً؛ أُوْلَئِکَ الَّذِيْنَ إِذَا أَرَدْتُ اَنْ أَهْلِکَ اَهْلَ الْاَرْضِ عُقُوْبَةً، زَوِيْتُهَا عَنْهُمْ مِنْ أَهْلِ أُوْلَئِکَ الْاَبْطَالِ.[1][2]

خداوند متعال فرماتا ہے: جب میں یہ جان لیتا ہوں کہ یہ میرا بندہ فقط مجھ ہی سے چاہتا ہے تو میں اس کی خواہش کو دعا و مناجات کے ذریعہ اپنی طرف پلٹا لیتا ہوں۔

۱۔ اس حدیث کو سہروردی نے "عوارِفُ المعارف" کے ص ۸۴ پر ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند متعال فرماتا ہے: اذَا كَانَ الْغَالِبُ عَلَى عَبْدِیْ الْاشْتِغَالُ بِی جَعَلْتُ هَمَّهُ وَ لَذَّتَهُ فِی ذِكْرِی؛ فَإِذَا جَعَلْتُ هِمَّتَهُ وَ لَذَّتَهُ فِی ذِكْرِی عَشِقَنِی عَشِقْتُهُ وَ رَفَعْتُ الْحِجَابَ فِيْمَا بَيْنِیْ وَ بَيْنَهُ،لَا يَسْهُوْ إِذَا سَهَا النَّاسُ. أُوْلَئِکَ كَلَامُهُمْ كَلَامُ الْاَنْبِيَاءِ أُوْلَئِکَ الْاَبْطَالُ حَقّاً، أُوْلَئِکَ الَّذِيْنَ إِذَا أَرَدْتُ بِاَهْلِ الْاَرْضِ عُقُوْبَةً اَوْ عَذَاباً ذَكَرْتُهُمْ فِيْهَا فَصَرَفْتُهُ عَنْهُمْ.

۲۔ عدّۃ الداعی، ص ۱۸۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اور اس صورت میں اگر میرے بندے سے کوئی خطا کا امکان ہوتا ہے تو میں خود اس کے ارادے کے درمیان حائل ہو جاتا ہوں اور اسے خطا سے بچا لیتا ہوں۔ حقیقت میں یہ میرے اولیاء اور معرفت کا مرقع ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جن مردان میدان کی وجہ سے میں گناہگاروں کے روی زمین سے نابود ہونے سے چشم پوشی کر لیتا ہوں۔

اور نیز "عدّۃ الداعی" میں نقل ہے کہ بعض احادیث میں ذکر ہوا ہے کہ خداوند متعال فرماتا ہے: اَیّمَا عَبْد الطَّلَعْتُ عَلَی قَلْبِہِ فَرَأَیْتُ الْغَالِبَ عَلَیْہِ التَّمَسُّکَ بِذِکْرِیْ، تَوَلَّیْتُ سَیَاسَتَہُ وَ کُنْتُ جَلِیْسَہُ وَ مَحَادِثَہُ وَأَنِیْسَہُ.[1]

جب میں اپنے بندے کے دل کے حال سے آگاہ ہو جاتا ہوں اور یہ دیکھ لیتا ہوں کہ جو چیز اس پر غالب ہے وہ میرا ذکر ہے تو میں خود شخصاً اس کے امور کی زمام کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتا ہوں اور اس کے امور کا متولی ہو جاتا ہوں اور میں خود اس کا ہمنشین و ہمدم اور انیس ہو جاتا ہوں۔ اور نیز کتاب "عدّۃ الداعی" میں حسن بن ابی الحسن دَیلمی اپنی کتاب میں وہب بن منبّہ سے حدیث نقل کرتے ہیں کہ خداوند متعال حضرت داؤد سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ: "یَا دَاوُدُ! ذِکْرِیْ لِلذَّاکِرِیْنَ، وَ جَنَّتِیْ لِلْمُطِعِیْنَ، وَحُبِّیْ لِلْمُشْتَاقِیْنَ وَ اَنَا خَاصَّةً لِلْمُحِبِّیْنَ."[2]

۱۔ عدۃ الداعی، ص ۱۸۳۔

۲۔ عدۃ الداعی، ص ۱۸۶-۱۸۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اے داؤدؑ! میں اسے یاد کرتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے اور میری جنت اس کے لئے ہے جو میری اطاعت کرتا ہے اور میری محبت اس کے لئے ہے جو میری زیادہ زیارت وملاقات کا مشتاق ہے لیکن میں خود اپنی محبت خاص اپنے چاہنے والوں سے مخصوص رکھتا ہوں۔

مذکورہ مطالب جو کہ مخلصین کے حالات کی مختصر وضاحت تھی، معلوم ہو گیا کہ خداوند متعال مخلصین کے تمام امور کا کفیل، وکیل اور ولی ہے اور مخلصین تمام دنیوی لذتوں کو بالائے طاق رکھ کر فقط وفقط معبود حقیقی کے لئے عمل کرتے ہیں اسی وجہ سے وہ زندہ ہیں کیونکہ ان کا خدا زندہ ہے وہ باقی ہیں کیونکہ ان کا خدا باقی ہے۔ نفخ صور کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے ان کو قرآن مجید میں واضح طور پر (الاّ مَنْ شَآءَ الله) استثناء کیا گیا ہے۔ نہ ان پر نفخ دوم کا کوئی اثر ہے کیونکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کی حیات جاویدانی سے وہ بھی زندہ وجاوید ہیں۔

جس وقت آسمان آپس میں لپٹ جائیں گے اور یہ کائنات اپنی پہلی شکل کی طرف پلٹ جائے گی: "یَوْمَ نَطوِی السمَاءَ کَطیَ السجِلّ لِلْکتُبِ کَمَا بَدَأنَا أوَّلَ خَلْقٍ نُّعیدُهُ."[۱]

"وَ السمٰوَاتُ مَطوِیَّاتٌ بِیَمِینِهِ."[۲]

اور تمام آسمان خداوند عالم کے ہاتھوں لپیٹ دیے گئے۔

۱۔ سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۴۔

۲۔ سورۂ زمر، آیت ۶۷۔

Presented by Ziaraat.Com

مخلَصین: اللہ کے چہرے ہیں اور ان کی حقیقت پوری کائنات پر مسلط ہے

جو چیز باقی بچے گی وہ خدا کا چہرہ ہے اور بندوں میں سے مخلصین ہی وجہ خدا ہیں لہٰذا ان کے لئے ہلاکت نہیں ہے خدا کا چہرہ سب جگہ ہے سارا عالم خدا کے ساتھ مربوط ہے وجہ خدا نے تمام عالم، ملک وملکوت کو اپنے حصار میں لے رکھا ہے ہر ذرہ میں وجود خدا کا نظارہ کر سکتے ہیں اور اس کا خدا سے رابطہ ہے۔"وَ لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبِ فَأَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔"[1]

مشرق و مغرب سب کچھ خدا کی ملکیت ہے پس جس طرف بھی چہرے کو پھیروگے وہاں خدا ہی کا چہرہ ہے گرچہ اولیاء خدا کا بدن تمام انسانوں کی طرح دکھائی دیتا ہے لیکن حقیقت میں وہ وجہ اللہ ہیں اور سارے عالم پر قدرت رکھتے ہیں سب کے ساتھ اور ہر جگہ ہیں اور کوئی چیز ان سے پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ وہ جزئیت سے گزر کر کلیت تک پہونچ گئے ہیں اور ان کی حقیقی بصارت اور فکر زمان و مکان سے عبور کرکے عظیم منزل پر فائز ہو گئی ہے اور یہ اس جہاں کو اسی عمیق نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ انبیاء اور اولیاء وآئمہ طاہرین علیہم السلام کی ذات سے معجزے صادر ہونے کا یہی سبب ہے کہ وہ اپنے وجود میں ہر وہ فعل و عمل انجام دینے پر قادر ہیں کہ جو عالم طبیعت اور لوگوں کی سطح اور مفکرین کے ذہن سے بالاتر ہے وہ عالم خارج کو عالم طبیعت کی طرح دیکھتے ہیں

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ان کا منبع قضا و قدر الٰہی، ان کا وجود مشیت الٰہی کے خزانہ سے سیر اب ہے اور لا محدود معارف و حقایق الٰہی کے دریا میں غوطہ زن ہیں ایسے عالم میں بھلا کیوں عمومی افکار و عقول ان پر تصرف سے عاجز نہ ہوں اور کون ان کے اسرار سے آگاہ ہو سکتا ہے؟

اولیاء خدا کا علم و قدرت، خدا کا علم و قدرت ہے

ہم یہ جانتے ہیں کہ خدا کا علم اور اس کی قدرت و حیات اور تمام اسماء صفاتی کلی ہیں محدود و مقید نہیں ہیں۔"وَ عَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَىِّ الْقَيُّومِ وَ قَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْماً."[1]

تمام چہرے اور موجودات خداوند متعال کی عظمت کے مقابل ذلیل و خوار ہیں اور جس نے ظلم و ستم کیا ہے وہ خسارے اور نقصان میں ہے۔

"وَ لا يُحِيطُونَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَ الأَرْضِ."[2]

کوئی چیز خدا کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتی مگر یہ کہ خدا خود جتنا چاہے اور اس کے قصر حکومت نے تمام زمین و آسمان کا احاطہ کر رکھا ہے۔

اولیاء خدا اور مخلصین کا نفس صفات و اسماء خدا سے متحقق ہے اور چونکہ خدا کے جلال و جمال کا صاف آئینہ ہیں لہٰذا خدا جتنا چاہتا ہے اتنے علوم سے وہ

۱۔ سورۂ طہ، آیت ۱۱۱۔

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۵۔

Presented by Ziaraat.Com

آگاہ ہیں اور جو خدا چاہتا ہے اسے انجام دینے پر قادر ہیں عالم طبیعت اور زمان و مکان ان کے مانع نہیں ہوتے ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ضربت کھانے کے بعد مختصر خطبہ کے ضمن میں بیان فرمایا: "وَ اِنَّمَا كُنْتُ جَاراً وَ جَاوَرَكُمْ بَدَنِیْ أَيَّاماً."[۱] میں تمہارا پڑوسی تھا کہ میرے بدن نے چند دن تمہاری مجاورت اختیار کی۔

مذکورہ کلمات کا کیا مطلب ہے؟ یعنی تم نے جو مجھے احساس کیا وہ فقط میرا بدن تھا لیکن میرا نفس اور میری حقیقت تمہارے ادراک سے بہت بلند ہے اور میں ہرگز تمہارے اس عالم میں نہیں تھا اور تمہاری مجھ تک دسترسی نہیں تھی۔ لہٰذا بعض خطبوں اور روایات میں امیر المومنین علیہ السلام کی طرف کرامات، علم غیب، مریضوں کو شفا عطا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا اور کائنات پر تصرف کی جو نسبت دی گئی ہے اس سے نہ انکار کرنا چاہیئے اور نہ اس پر تعجب ہونا چاہیئے۔ یہ وہ مسائل ہیں کہ جن کے واقع ہونے کو فلسفہ و عرفان اور روایات و سنت شرعیہ ثابت کرتی ہیں۔

عادل انسان کو چاہیئے کہ جس چیز کا وہ علم نہیں رکھتا اسے اہل علم پر چھوڑ دے اور نتیجہ حاصل کرنے یا ہونے یا نہ ہونے میں جلد بازی سے پرہیز کرے۔

اولیاء خدا مانند پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام کا اہتمام شرعی تکلیف ہے کیونکہ یہ وہ امور ہیں کہ جن کے ذریعہ قرب خدا، تقوی اور صفای باطن

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۷، طبع عبدہ مصر، ج۱، ص۲۶۹۔

Presented by Ziaraat.Com

حاصل ہوتا ہے اور یہ سب تزکیہ و تہذیب نفس اور اخلاق اور عبودیت تامہ پیدا ہونے کے لئے ہیں نہ یہ کہ فقط عمل انجام دیا جائے بغیر معنوی نمونہ اور اخلاص کے، پس عمل با اخلاص لازم ہے۔

" فَمَن كانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صلِحاً وَ لا يُشرِك بِعِبَادَةِ رَبِّه أحَدا. "[1]

جو انسان اپنے پروردگار سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ وہ عمل صالح انجام دے اور اپنے خدا کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہ دے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے خطبوں اور موعظوں میں ظاہر و باطنی طور پر اخلاص کی دعوت کے علاوہ ضربت لگنے کے بعد چند وصیتیں فرمائیں ہیں کہ جن سے عمل صالح کے اہتمام کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

آپ کی ایک مشہور و معروف وصیت کہ جسے مرحوم شیخ کلینی و ابن شعبہ حرّانی اور مجلسی وغیرہ اور طبری نے اپنی تاریخ میں بھی ذکر کیا ہے۔[2] یہ حقیقت میں جامع احکام و دستورات اور وعظ و نصیحتیں ہیں کہ حضرت ایک ایک شرعی تکلیف کی وصیت فرماتے ہیں اور لفظ اللہ، اللہ کے ساتھ تاکید فرماتے ہیں کہ خدارا اس شرعی تکلیف پر توجہ رکھیں۔

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۱۱۰۔

۲۔ فروغ کافی، ج۷، ص۵۱، درباب وصایا؛ و تحف العقول، ص۱۹۷؛ بحار الانوار، طبع کمپانی، ج۹، ص۶۶۱؛ و تاریخ طبری، با تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، طبع دار المعارف، مصر، ج۵، ص۱۴۸، ۱۴۷۔

Presented by Ziaraat.Com

ضربت لگنے کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیتیں

فرماتے ہیں: اللهَ اللهَ فِی ذُرِّیَة نَبِیِّکُمْ؛ فَلَا یُظْلَمَنَّ بِحَضْرَتِکُمْ وَ بَیْنَ ظَهْرَانِیْکُمْ وَ اَنْتُمْ تَقْدِرُوْنَ عَلَی الدَّفْعِ عَنْهُمْ.

خدارا خدارا اپنے پیغمبر خدا ﷺ کی ذریت کی طرف توجہ رکھنا خدا ناخواستہ کہیں تمہارے درمیان یا خود تمہارے ہاتھوں ان پر ظلم و ستم نہ ہو، جب کہ تم ان کا دفاع کرنے پر قادر بھی ہو۔

اور اس مفصل وصیت کے آخر میں ذکر ہوا ہے: حَفظَکُمُ اللهُ مِنْ أَهْلِ بَیْتٍ،وَحَفَظَ فِیکُمْ نَبِیَّکُمْ أَسْتَوْدِعُکُمُ اللهُ، وَ أَقْرَأُ عَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللهِ.

خداوند عالم اہل بیت اور تمہارے درمیان پیغمبر اکرم کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ میں تمہارے درمیان خدا کو قرار دیتا ہوں اور خدا کا سلام اور اس کی رحمت تمہارے لئے طلب کرتا ہوں اور درود بھیجتا ہوں۔

ایک دوسری وصیت نیز اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کے لئے فرمائی جو کہ حکمت وآداب کے اعتبار سے جامع ہے اور ان پر عمل کرنا دنیوی خطرات اور آخرت کی ہلاکت سے بچنے کے لئے کافی ہے۔

اس وصیت کو شیخ مفید نے مجالس میں اور شیخ طوسی نے امالی میں ذکر کیا ہے اور علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں ان دونوں بزرگوار سے نقل فرمایا ہے۔ اس وصیت کے لفظوں میں اختلاف نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس روایت کو شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان نے ۴۰۹ھ ماہ مبارک رمضان میں اپنی سند کے ساتھ متصل کرتے ہوئے ابی بکر بن عباس سے انہوں نے فجیع عقیلی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی وصیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے نام

حضرت امام حسن علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ جب میرے پدر بزرگوار کی رحلت کا وقت قریب آگیا تو میری طرف چہرہ مبارک کیا اور فرمایا:

هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَخُوْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللهِ، وَابْنُ عَمِّهِ وَ صَاحِبُهُ.

میری پہلی وصیت یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور رسول خدا ﷺ خدا کے منتخب کردہ رسول ہیں۔

خداوند نے انہیں اپنے علم سے چنا ہے اور اپنے بندوں کے درمیان مقام رسالت پر فائز کیا ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند مردوں کو قبروں سے اٹھائے گا اور ان کے اعمال کا حساب و کتاب لے گا اور خداوند عالم السرِّ والخفیات ہے جو کچھ لوگوں کے دلوں میں ہے وہ اس سے آگاہ ہے۔

اے میرے بیٹے حسن! میں تجھے وصیت کرتا ہوں جو مجھے رسول خدا ﷺ نے وصیت فرماتی ہے بس تو ہی میری وصیت کے لئے کافی ہے!

Presented by Ziaraat.Com

جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تو امت تجھ پر ظلم وستم کے لئے کھڑی ہو جائے گی اور تیری مخالفت کرے گی! اپنے گھر کی حفاظت کرنا اور اپنے خطبوں میں گریہ کرنا اور دنیا کو اپنا ہدف و مقصد نہ بنانا۔

اے میرے نور چشم! میں تجھے اول وقت نماز پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں اور زکات کو اپنے وقت پر اس کے اہل تک پہونچا دینا اور جن کاموں میں شبہ ہو انہیں انجام نہ دینا اور ان میں سکوت اختیار کرنا اور رضا و غضب کی حالت میں میانہ روی اور عدالت سے کام لینا اور پڑوسیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا۔

مہمانوں کا احترام کرنا اور جو رنج و مصیبت اور مشکلات میں گرفتار ہیں ان پر رحم کرنا اور صلہ رحم سے کام لینا۔ فقیر و مساکین سے دوستی کرنا اور انہیں اپنا ہمنشین قرار دینا ہمیشہ خدا کی مخلوق کے ساتھ تواضع و انکساری سے پیش آنا کہ یہ افضل عبادت ہے۔ اپنی خواہشات کو کم اور موت کو یاد رکھنا اور دنیوی امور میں بے رغبتی دکھانا کیونکہ موت نزدیک ہے کہ جو بلاء و مصیبتوں اور رنج کا گڑھا ہے۔

میں تجھے وصیت کرتا ہوں! ظاہر و باطن میں خدا کے خوف و قہر سے وحشت میں رہنا اور اس کی جلال و عظمت سے غافل نہ ہونا۔

میں تجھے بغیر سوچے سمجھے بولنے اور گفتار و کردار میں جلدی کرنے سے منع کرتا ہوں جیسے ہی آخرت کے امور میں سے کوئی کام سامنے آئے بے خوف و خطر فوراً انجام دینا اور امور دنیا میں سے کوئی سامنے آئے تو اس میں

Presented by Ziaraat.Com

غور و فکر کرنا یہاں تک کہ اس کا صحیح ہونا تیرے لئے واضح ہو جائے۔ جن مقامات پر جانے سے دامن داغدار ہوتا ہو اس سے پرہیز کرنا اور جن محفلوں میں جانا بدگمانی کا سبب بنے ان سے دوری اختیار کرنا کیونکہ برے کی ہمنشینی اس کے دوست کے لئے ضرر کا سبب ہے اور اس کے اخلاق کو بدل دیتی ہے۔

اے میرے بیٹے! تیرا کردار خدا کے لئے ہو۔ گالی گفتار سے دوری اختیار کرنا، لوگوں کو نیک کام کی طرف دعوت دینا اور برے کام سے بچنے کی ترغیب دینا۔

دینی بھائیوں سے رضائے خدا کے لئے برادری کرنا۔ نیک اور صالح بندوں سے ان کے صالح و نیک ہونے کے سبب دوستی رکھنا اور وہ فاسق جو تیرے ہم عقیدہ نہیں ہیں ان سے مدارا کرنا تاکہ تیرے دین کو ضرر نہ پہونچائیں مگر دل میں ان سے دشمنی رکھنا اور عمل میں ان سے جدا رہنا تاکہ انہیں کی مثل نہ ہو جائے۔

راستے اور گزرنے کی جگہ پر نہ بیٹھنا۔ جاہل اور کم عقلوں سے جھگڑا اور گفتگو نہ کرنا! اے میرے لال! اپنے امور زندگی اور معیشت میں میانہ روی سے کام لینا اور عبادت میں بھی اور مخارج میں بھی میانہ روی اختیار کرنا اور ایسی عبادت انجام دینا کہ تو جسے ہمیشہ بجالاتا رہے اور تیرے اندر اسے بجالانے کی قدرت ہو۔ خاموشی اختیار کرنا تاکہ غلط بات سے محفوظ رہے۔ آخرت کے لئے اعمال صالح انجام دینا تاکہ وہاں جا کر تیرے لئے فائدہ مند ہوں اور مقام تعلّم اور امور خیر اور اچھائی کو مسلسل یاد کرتے رہنا تاکہ عالم رہ سکو۔

Presented by Ziaraat.Com

ہر حال میں خدا کو یاد کرنا۔ اپنے سے چھوٹوں پر رحم سے کام لینا اور بزرگوں کی تعظیم کرنا۔ کوئی کھانا نہ کھانا مگر یہ کہ کھانے سے پہلے کچھ اس میں سے صدقہ دے دینا!

روزہ رکھنا کیونکہ روزہ بدن کی زکات اور صحت و سلامتی کا سبب اور آتش جہنم کی ڈھال ہے۔ اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔ اپنے دشمن سے پرہیز کرنا اور میں تجھے ان محافل و مجالس کی وصیت کرتا ہوں جن میں ذکر خدا ہوتا ہو اور ان میں جانے سے کراہیت مت کرنا۔ جہاں تک ہوسکے زیادہ دعا کر!

اے میرے بیٹے! میں نے تجھے وعظ و نصیحت کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کی ہے اور یہ جدائی اور فراق کا وقت ہے۔ اور میں نیز تیرے بھائی محمد کے بارے میں بھی تجھ سے وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تیرا پدری بھائی ہے اور تو یہ جانتا ہے کہ میں اسے دوست رکھتا ہوں لیکن تیرا بھائی حسین علیہ السلام تیرا مادری و حقیقی بھائی اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اور میں زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا تمہارے لئے خداوند میری جانب سے تمہارا حافظ و ناصر ہے اور اس سے تمہارے امور کی اصلاح چاہتا ہوں اور وہ طاغوت اور ظالموں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے۔ خدا تمہیں صبر دے، صبر! یہاں تک کہ خدا اپنے حکم کو نازل کردے: وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ۔[1]

۱۔ مجالس، مفید، مجلس ۲۶، ص ۱۲۹؛ امالی، طوسی، مجلس اول، طبع سنگی، ص ۴ و ۵ و طبع نجف، ص ۶ و ۷؛ بحارالانوار، طبع کمپانی، ج ۶، ص ۶۴۹۔

Presented by Ziaraat.Com

ابن ابی الحدید نے (رائیۃ) جو کہ اس کے (علویّات سبع) میں سے ہے اس طرح کہا ہے:

وَ وَارِثُ عِلْمِ الْمُصْطَفَى وَ شَقِيْقُهُ
أخاً وَ نَظِيْراً فِى الْعُلَى وَ الاَوَامِرِ[1]
هُوَ الْآيَةُ الْعُظْمَى وَ مُسْتَنْبِطُ الْهُدَى
وَ حَيْرَةُ أَرْبَابِ النُّهَى وَ الْبَصَائِرِ
تَعَالَيْتَ عَنْ مَدْحٍ فَأَبْلَغُ خَاطِبٍ
تَعَالَيْتَ عَنْ مَدْحٍ فَأَبْلَغُ خَاطِبٍ

۱۔ حضرت علی علیہ السلام حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے علوم کے وارث ہیں اور ان کے ہم پلہ ہیں اور کمالات وجلال وجمال کے اعتبار سے ان کے برادر اور ان کی نظیر ہیں۔

۲۔ وہ آیت عظمیٰ الٰہی ہیں اور صاحبان عقل کے لئے تعجب وحیرانگی کا سبب ہیں۔

۳۔ آپ کا مقام ہر مدح کرنے والے کی مدح وثناء سے بلند وبالا ہے اور فصیح وبلیغ ترین خطیب بھی جہاں کہیں بھی لوگوں کے درمیان آپ کی مدح سرائی کے لئے زبان کھولتا ہے وہی سب سے بڑا قاصر نظر آتا ہے۔

۱۔ اصرۃ جمع اواصر ہے۔ اس کا معنی جو اثر انسانوں کے ایک دوسرے سے روابط یا اچھے کام انجام دینے سے حاصل ہو۔

Presented by Ziaraat.Com

پچیسویں مجلس

انبیاء اور ائمہ علیہم السلام اسماء حسنی الٰہی کے مصداق ہیں

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِاللهِ منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدْ وَّآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْآنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.[۱]

قَالَ اللهُ الْحَكِيْم فِيْ كِتَابِهِ اَلْكَرِيْمِ:"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَ الاِكْرَامِ."[۲]

ہماری گفتگو یہاں تک پہنچی تھی کہ زمین وآسمان کی ساری موجودات صور پھوکے جانے کے ذریعہ ختم ہو جائے گی فقط پروردگار کے مقرب اور پاکیزہ بندے باقی رہیں گے ایسے بندگان خدا کہ جنہیں موت نہیں آئے گی، ان کو قرآن مجید میں مخلصین سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بندگان خدا کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: اصحاب یمین، اصحاب شمال اور مقربین۔

---

۱ - یہ مطالب پچیسویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ رحمٰن، آیت ۲۶-۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

اصحاب شمال سے مراد کفار و مشرکین اور وہ لوگ ہیں کہ جو صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہیں۔

اور اصحاب یمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو با ایمان ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں اور مقربین کہ جنہیں سابقین بھی کہا جاتا ہے، وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اصحاب یمین کے درجات کو حاصل کرکے اپنی ہستی کو پاک و پاکیزہ کرلیا ہے اور اپنے پورے وجود کو خدا کے حوالے کردیا ہے اور ان کا ارادہ واختیار ختم ہوچکا ہے خدا ان کے بجائے ارادہ واختیار رکھتا ہے یعنی ان کا ارادہ کرنا گویا خود خدا کا ارادہ کرنا ہے۔

مقربین؛ خداوند متعال کی بارگاہ میں وہی لوگ ہیں کہ جنہیں مُخلَص کہا گیا ہے اور آیۂ نفخ صور میں استثناء کیا گیا ہے اور یہ ظاہری ترکیب کے اعتبار سے استثناء ہے لیکن حقیقت میں استثناء نہیں ہے۔ ہر ذی نفس مرجائے گا لیکن چونکہ وہ نفس نہیں رکھتے لہٰذا انہیں موت نہیں آئے گی۔ ہر انسان کو اس کے نفس کے اعتبار سے موت آئے گی خدا کے مقرب اور خاص بندے وہ ہیں کہ جنہیں مقام شہود کے ذریعہ یہ علم ہوچکا ہے کہ ان کا نفس ذاتی نہیں ہے بلکہ خدا کا ہے اور اسماء و صفات الٰہی ان کے نفوس میں جلوا گر ہوتے ہیں اور ان کا وجود مادیات اور عالم صورت و نفس سے خالی ہوچکا ہے لہٰذا نہ وہ زمین میں ہیں اور نہ آسمان میں بلکہ زمین وآسمان سے بالاتر ایک مقام ہے جہاں وہ مستقر ہیں یعنی پروردگار کے نزدیک کہ جہاں مادی حجابات کا نام ونشان بھی نہیں ہے، وہاں زندگی بسر کرتے ہیں اور صفات وذات خدا میں مستغرق ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

ان کے لئے موت نہیں ہے کیونکہ وہ وجہ خدا ہیں اور وجہ خدا کو موت نہیں آئے گی۔ كلُّ شيءٍ هَالِكٌ إلا وَجْهَهُ ۔

خداوند متعال کے تمام اسماء و صفات ذاتی مقام واحدیت میں معین ہیں لیکن مرحلۂ احدیت میں وہ ان تمام اسماء و صفات سے مبریٰ ہے یہ وہ مقام ہے کہ جہاں خدا کے لئے کسی بھی نام اور نشانی کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔ للہذا اس آیہ مبارکہ: وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الجَلَالِ وَ الاكْرَامِ، میں جو صفت جلال و اکرام کی نسبت وجہ خدا کی طرف دی گئی ہے یا دیگر تمام صفات جمالی و جلالی، لا محدود علم، حیات ابدی، قدرت لامتناہی وغیرہ انہیں اسماء حسنیٰ میں ظاہر و متجلی ہیں۔

مقربین و مخلَصین؛ وجہ اللہ اور اسماء حسنی الٰہی ہیں

اصول کافی میں شیخ کلینیؒ معاویہ بن عمار سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کی اس آیۂ مبارکہ:"وَ لله الأسمَاءُ الحسْنى فَادْعُوهُ بهَا،قَالَ: نَحْنُ وَ اللهِ الْاَسْمَاءُ الحُسْنَى الَّتِى لَايَقْبَلُ اللهُ مِنَ الْعِبَادِ الَّا بِمَعْرِفَتِنَا"کے بارے میں حدیث نقل کی ہے:

"خداوند متعال کے لئے اسماء حُسنیٰ ہیں ان کے ذریعہ سے اسے پکارو، حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم ہم ہی اسماء حُسنیٰ ہیں اور ایسے اسماء ہیں کہ خداوند متعال اپنے بندوں کے کسی بھی عمل کو ہماری معرفت کے بغیر قبول نہیں کرے گا۔"[۱]

۱۔ تفسیر المیزان، ج۸، ص ۳۸۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اور نیز صاحب بصائر الدرجات اپنے سلسلہ سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "انَّ اسْمَ اللهِ الْاَعْظَمَ عَلَى ثَلَاثَةٍ وَ سَبْعِيْنَ حَرْفاً، وَ انَّمَا عِنْدَ أصَفَ مِنْهَا حَرْفٌ وَاحِدٌ، فَتَكَلَّمَ بِهِ فَخَسَفَ بِالْاَرْضِ فِيْمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ سَرِيْرِ بِلْقِيسَ،ثُمَّ تَنَاوَلَ السَّرِيْرَ بِيَدِهِ،ثُمَّ عَادَتِ الْاَرْضُ كَمَا كَانَتْ أسْرَعَ مِنْ طَرْفَةِ عَيْنٍ وَ عِنْدَنَا نَحْنُ مِنَ الْاِسْمِ اثْنَانِ وَ سَبْعُوْنَ حَرْفاً، وَ حَرْفٌ عِنْدَ اللهِ اسْتَاثَرَ بِهِ فِى عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَهُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ الَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ."

خداوند متعال کے تہتر اسم اعظم ہیں ان میں سے آصف بن برخیا کے پاس فقط ایک اسم تھا کہ جس کے ذریعہ وہ بات کرتے تھے اسی کے ذریعہ پلک جھپکنے سے پہلے انہوں نے تخت بلقیس کو حضرت سلیمان کے سامنے حاضر کردیا اور زمین پھر اپنی پہلی حالت پر پلٹ گئی۔ مگر ہمارے پاس بہتر اسم اعظم الٰہی ہیں ایک حرف خدا کے پاس ہے جو اسی کی ذات سے مخصوص ہے۔ "وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ الَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ."[1]

ان روایات اور دیگر عظیم روایات جو کہ اصول کافی کے باب الحجۃ میں بیان ہوئی ہیں، مطلب یہ ہے کہ اسماء الٰہی مانند عالم، قیوم، رحیم، رؤوف اور پروردگار کے دیگر اسماء سے اگر ہم آگاہ ہونا چاہتے ہیں تو ائمہ معصومین علیہم السلام کی ذات میں انہیں تلاش کریں کیونکہ ان کا وجود ذات الٰہی میں فنا ہے اور اسماء الٰہی انہیں کی ذات میں تجلی کرتے ہیں لہٰذا اس عالم میں جہاں بھی نظر

۱۔ تفسیر المیزان، ج۸، ص ۳۸۲۔

Presented by Ziaraat.Com

ڈالیں یہی نظر آتے ہیں کیونکہ یہ وجہ خدا ہیں۔" فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ . " جس طرف بھی نگاہ ڈالوگے وجہ خدا ہی نظر آئے گا۔

اور اس حقیقت کا سبب یہ ہے کہ عالم ملک وملکوت میں کوئی موجود لباس وجود زیب تن نہیں کرتی ہے مگر یہ کہ اس کے ساتھ وجہ خدا کا اضافہ ہوتا ہے اور ہر موجود کا رابطہ اپنے پروردگار سے اسی وجہ الٰہی کے ذریعہ ہوتا ہے اگر وہ نہ ہو تو تمام موجودات معدوم ہیں۔

اگر امام کا وجود مبارک نہ ہو تو زمین اپنی تمام موجودات کے ساتھ ختم ہو جائے

یہی وجہ ہے کہ ایسی روایات پائی جاتی ہیں کہ جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ : " لَوْلَا الحُجَّةُ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا. " اگر امام اور حجت خدا کا وجود نہ ہو تو یہ زمین تمام انسان کو اپنے اندر سمولے گی۔

اس سلسلہ سے مرحوم شیخ کلینیؒ کافی میں آئمہ طاہرین علیہم السلام سے اپنی سند سے متصل کرتے ہوئے روایات نقل کرتے ہیں۔[۱]

ان تمام روایات کا مفہوم یہ ہے کہ امام کے نہ ہونے کی صورت میں یہ عالم نیستی و عدم ہے۔ اگر روی زمین پر امام کا وجود نہ ہو تو نہ فقط انسان بلکہ حیوان، جن وملائکہ اور زمین و زمان سب عدم ہیں اور عدم بھی کیسے خاک

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۱۷۸-۱۷۹۔

Presented by Ziaraat.Com

نہیں چونکہ خاک بھی وجود ہے اور اس کا وجود بھی وجہ خدا کی وجہ سے ہے بلکہ عدم محض ہیں۔

اسی وجہ سے خداوند متعال نے وجہ کو ہلاک نہیں فرمایا ہے اور آیہ نفخ صور میں استثناء قرار دیا ہے یہ کسی تعظیم، شرف کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقت کی بنیاد پر۔

قرآن مجید کے کلمات مستحکم اور قاطع ہیں نا کہ مزاح اور عبث۔" إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصلٌ وَمَا هُوَ بِالهَزْلِ."[1] اور انشاء اللہ ہم اعراف کی بحث میں بیان کریں گے کہ خداوند متعال تفصیل کے ساتھ جنتی افراد کے حالات کو بیان کرتا ہے اور جہنمی لوگوں سے ان کا بات کرنا اور ان کے عذاب اور اسی طرح جہنمی افراد کا جنتی لوگوں سے ہم کلام ہونا بیان کرتا ہے پھر اس کے بعد کہتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ جس پر کچھ لوگ ہیں: "وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَ عَلَى الأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلّا بِسِيمَهُمْ."[2] جہنمی اور جنتی لوگوں کے درمیان ایک دیوار (روایات میں پہاڑ بیان ہوا ہے) ہیں اور اس حجاب سے مراد وہی مقام اعراف ہے کہ جس پر کچھ لوگ ہیں جو تمام جہنمی اور بہشتی لوگوں کو اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔

جنت میں چاروں نہروں کا مرکز تسنیم ہے اور نہر تسنیم ایک پہاڑ سے جاری ہوتی ہے کہ جس پر امیر المومنین اور معصومین علیہم السلام مستقر ہیں، وہ

۱۔ سورۂ طارق، آیت ۱۳-۱۴۔

۲۔ سورۂ اعراف، آیت ۴۶۔

Presented by Ziaraat.Com

ان کے قدموں کے نیچے سے جاری ہوتی ہے جو افراد مقام اعراف میں ہیں وہ جنتی اور جہنمی دونوں پر مسلط ہیں اور ان سے آگاہ ہیں۔

جو افراد اعراف میں ہیں وہ تمام عوالم پر مسلط ہیں

روایات میں ہے کہ جو مقام اعراف میں ہیں وہ یہ چودہ ہستیاں ہیں حضرت محمد بن عبد اللہ، فاطمہ زہرا، امیر المومنین اور آپؑ کے گیارہ بیٹے علیہم السلام اور ان کا درجہ جنت سے بلند ہے۔

اور تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس آیۂ اعراف میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بعنوان مرد تعبیر کیا ہے جس طرح آیۂ مبارکہ نور میں بھی: "رِجَالٌ لا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَ لا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللهِ." [1] ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروش یاد خدا سے غافل نہیں کرتی ہے۔ آپ سلام اللہ علیہا کو بعنوان رجل تعبیر کیا گیا ہے۔

اور ان شاء اللہ اعراف کی بحث میں روشن ہو جائے گا کہ وہ ایسا مقام ہے کہ جہاں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا ہے۔

وہ عالم فعلیت ہے نہ کہ انفعال۔ وہاں مؤنث و مذکر کوئی معنی نہیں رکھتے۔ جس طرح عالم ربوبی و جبروت میں بھی یہ دونوں عنوان وجود نہیں رکھتے۔ ان دونوں کا تعلق عالم طبیعت اور برزخ و نفس سے ہے جو کہ دنیا و عالم مثال و قیامت ہے۔

۱۔ سورۂ نور، آیت ۳۷۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور اسماء حسنی الٰہی

من جملہ ان لوگوں میں سے جو کہ مقام وجہ اللہ پر فائز ہیں اور آسمان وزمین کی ملکوت کی حقیقت سے آگاہ ہیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

یہ وہ عظیم پیغمبر ہیں کہ جنہوں نے توحید اسلام کی بنیاد ڈالی اور دین حنیف لے کر آئے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء کے درمیان ان کا مرتبہ ومقام بلند تر ہے۔

" وَ كَذٰلِكَ نُرِي إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ لِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ. "[۱] اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے ملکوت کی سیر کرائی تاکہ وہ صاحبان یقین میں ہو جائیں۔

خداوند متعال نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ مردوں کو زندہ کیا اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زندہ کرنا اسی اسم محیی خداوند کا ذریعہ تھا۔ جس کے وجود میں بھی جو اسم خدا ظہور اور تجلی کرے وہ اذن الٰہی اور امر خدا کے ذریعہ اس کا مصداق قرار پا سکتا ہے اور خارج میں متحقق کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

قرآن مجید کی آیات واضح بیان کر رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کہتے تھے: میں خدا کی اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور خدا کے حکم سے مادرزاد نابینا کو بینائی عطا کرتا ہوں اور کوڑھیا پن کو شفا دیتا ہوں۔

۱۔ سورہ انعام، آیت ۷۵۔

Presented by Ziaraat.Com

"وَ أُبْرِئُ الأَكْمَهَ وَ الأَبْرَصَ وَ أُحْيِ الْمَوْتَى بِإِذْنِ اللهِ۰"[۱]

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے درخواست کی کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے خداوند متعال نے اس عمل کو خود ابراہیم علیہ السلام ہی کے ذریعہ انجام دیا برخلاف حضرت ارمیا، کہ انہوں نے اپنے سکون قلب کی خاطر مردوں کے زندہ ہونے کی کیفیت کی درخواست کی اور خدا نے خود زندہ کیا اور انہوں نے زندہ ہوتا ہوا دیکھا۔ پس ان دونوں کے درمیان کافی فرق پایا جاتا ہے۔

"أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّى يُحْيِ هَذِهِ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ۰"[۲]

خداوند متعال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام و عظمت کو روشن کرنے کے لئے پہلے قرآن مجید میں حضرت ارمیا کی داستان بیان کررہا ہے اور اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان فرمارہا ہے۔

حضرت ارمیا نبی علیہ السلام کا مر کر دوبارہ زندہ ہونا

حضرت ارمیا نبی خدا ہیں جبکہ سارے پیغمبرؑ توحید کی طرف دعوت دیتے ہیں اور سب کے سب معصوم ہیں لیکن درجات و مقامات میں مختلف ہیں۔

۱۔ سورۂ آل عمران، آیت ۴۹۔

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

Presented by Ziaraat.Com

جب بُخْتُ نصر[۱] نے بیت المقدس کو ڈھا دیا اور وہاں ستر ہزار لوگوں کا قتل عام کرڈالا اور اس تمام علاقے کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کے تمام قصبوں اور قریوں کو برباد کردیا اور اس قریہ کی تمام چھتیں ختم ہو گئیں اور مردے ہڈیوں کی صورت میں جدا جدا متلاشی ہوگئے، تو ارمیا پیغمبرؑ کا اس قریہ سے گزر ہوا (بعض روایات میں اس واقعہ کی نسبت عزیز نبیؑ کی طرف دی گئی ہے جو کہ صحیح نہیں ہے، جن روایات میں نسبت دی گئی ہے وہ صحیح السند نہیں ہیں اور خبر واحد ہے یہ واقعہ حقیقت میں ارمیا سے ہی تعلق رکھتا ہے حضرت ارمیا اس قریہ کے صحرا سے گزرے کیا دیکھا کہ اس قریہ کی چھتیں گرچکی ہیں اور سارے اہل قریہ مرچکے ہیں اور ان کی ہڈیاں جدا جدا متلاشی ہیں اور ان کے بدن اس قریہ میں پڑے ہیں۔

قَالَ أَنَّى يُحْيِ هَذِهِ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهَا؟[۲]

حضرت ارمیا نے تعجب سے سوال کیا: خداوند متعال اتنی بڑی تعداد میں ان کو کیسے زندہ کرے گا جبکہ مر کر متلاشی ہو چکے ہیں؟

حضرت ارمیا زندہ ہونے کا انکار نہیں کر رہے ہیں اس لئے کہ نبیؑ ہیں لیکن یہ ایسا موقع ہے کہ جو حقیقت میں انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

یہ واقعہ حضرت ارمیا کے نزدیک دو اعتبار سے تعجب آور تھا۔

۱۔ بُخْتُ نصر اور اس کے نام کے سلسلے سے ہم نے پہلے اسی کتاب کے جلسہ ۲۱ کے ضمن میں مفصل بیان کردیا ہے۔

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک یہ کہ یہ ہڈیاں جدا ہو کر بوسیدہ ہونے لگیں تھیں لہٰذا خداوند متعال ان ہڈیوں کے ذرّات کو کس طرح یکجا کرکے روح پھوکے گا؟

دوسرے یہ کہ مدت طولانی کیونکہ جب تک قیامت نہیں آئے گی اور خداوند متعال مردوں کو زندہ نہیں کرے گا اس وقت تک یہ ہڈیاں ذرّات میں تبدیل ہو جائیں گی اور انہیں ہوا اپنے ساتھ نہ معلوم کس کس مقام پر پہونچا دے؟

یہ دونوں باتیں حضرت ارمیا کے تعجب اور سوال کا سبب بنیں۔ اور انہوں نے خود سے یہ گفتگو شروع کی اور جو باتیں دل پر اثر انداز تھیں انہیں زبان سے دھورایا۔

فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ.[1] خداوند نے انہیں سو سال کے لئے موت دے دی۔ جیسے ہی انہوں نے تعجب کیا خدا نے فوراً ان کے مرنے کا حکم دے دیا۔

سو سال کے لئے مر گئے۔ ان کا گدھا بھی انہیں کے ساتھ مر گیا۔ کچھ مقدار میں انجیر یا انگور اور کچھ انگور کا رس جو ان کا زادِ راہ تھا انہیں کے ساتھ تھا۔

ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْماً أَوْ بَعْض يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ.[2]

خداوند متعال نے انہیں سو سال کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور ان سے خطاب کیا۔ تم اس مقام پر کتنا رہے؟

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ارمیا نے دائیں اور بائیں نگاہ کی اور کہا: ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم!

یہ حضرت ارمیا نے اس لئے جواب دیا کیونکہ جب خدا نے انہیں موت دی تھی تو صبح کا وقت تھا اور جب سو سال بعد زندہ کیا تو بعد از ظہر ہے حضرت ارمیا نے سوچا میں تھکا ہوا تھا لہٰذا یہاں ایک رات سویا پھر کہا شاید ایک شب نہیں بلکہ صبح سے عصر تک یہاں سویا ہوں اس صورت میں ایک دن سے کم میں نے اس مقام پر توقف کیا۔

خداوند متعال نے ان سے خطاب کیا: تم یہاں سو سال رہے۔

فَانْظُرْ إِلى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ.[1]

جو تم اپنے ساتھ کھانے اور پینے کا سامان لائے تھے اس کی طرف نگاہ کرو اور دیکھو کہ وہ ہرگز تبدیل نہیں ہوا ہے! جبکہ جلدی خراب اور سڑنے والی چیز انگور یا انجیر اور انگور کا رس ہے جو کہ بہت لطیف ہوتا ہے اور گرمی برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

وَ انْظُرْ إِلى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ.[2]

اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو اور جان لو کہ ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے آیت و نشانی قرار دیا ہے یہ ہماری قدرت و عظمت کی نشانی ہے۔

وَانْظُرْ إِلى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْماً[3]

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

۲۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

۳۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۹۔

Presented by Ziaraat.Com

اور ان ہڈیوں کی طرف دیکھو اور غور کرو کہ ہم ان کو کس طرح زمین سے اٹھا کر ایک دوسرے کے ساتھ ملاتے ہیں اور پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔

اپنے گدھے کی طرف دیکھو! حضرت ارمیا نے دیکھا خداوند متعال نے ایک لمحہ میں ان تمام ذرّوں کو آپس میں ملایا ہڈیوں کے تمام ریزے ادھر اُدھر سے جمع ہو گئے اور ان پر گوشت چڑھ گیا اور گدھا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

دیکھو اے ارمیا ہم نے تمہیں کس طرح زندہ کیا اور تمہاری ہڈیوں کو آپس میں جوڑ کر انہیں گوشت سے چھپادیا اور تمہیں پہلے کی طرح صحیح و سالم بنادیا۔ (شاید حضرت ارمیا کے بدن کی جو سب سے پہلی چیز زندہ ہوئی وہ ان کی آنکھ تھی جبکہ لفظ غِرقِئُ البیض[1] لکھا گیا ہے۔)

کیا یہ سب قابل تعجب نہیں ہے کہ ایک پلک جھپکنے میں خدا نے یہ سب کچھ کردیا؟ کہ ارمیا کو ان کی بوسیدہ ہڈیاں ہوجانے کے بعد اور نیز ان کے گدھے کی ہڈیاں اور پیکر متلاشی ہونے کے بعد زندہ اور صحیح و سالم کردیا۔

حضرت ارمیا کو دونوں اعتبار سے جواب مل گیا۔

طول مدت جو کہ سو سال اور مردوں کے اجزاء کا ختم ہونا اور دوبارہ حیات کا ملنا اور اس کے علاوہ خدا نے کہا کہ ہم نے اس فعل کو لوگوں کے لئے اپنی نشانی قرار دیا۔

۱۔ لغت میں غِرقِئُ البیض مرغی کے انڈے کی سفیدی کے بھی ہیں اور اس نازک و لطیف کھال کے بھی ہیں جو انڈے کے چھلکے کے نیچے ہوتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

جملہ فَانْظُرْ إِلى طعَامِكَ وَ شرَابِكَ لَمْ يَتَسنَّهْ وَ انْظُرْ إِلى حِمَارِكَ.

طول مدت کا جواب ہے کہ انگور اور اس کا سرکہ خراب نہیں ہوا اور گدھے کی بوسیدہ ہڈیاں زندہ ہو گئیں۔

وَ لِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ. لوگوں کے لئے قیامت تک کے لئے قابل عبرت ہے کہ سو سال گزر گئے اور نسل بدل گئی ارمیا کہ جو سو سال قبل زندہ تھے اور زمین پر چلتے پھرتے تھے مگر ختم ہو گئے اور دوبارہ تاریخ کے صفحات کی زینت بن گئے۔

اور جملہ وَانْظُرْ إِلى الْعِظامِ كيْف نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسوهَا لَحْماً. مردوں کے اعضاء بکھر جانے کے بعد دوبارہ ملنا اور ان پر گوشت کا آنا یہ جواب ہے کہ خدا قدرت رکھتا ہے اور وہ ہر شیٔ کا جاننے والا ہے یہ کام اس کے لئے سخت نہیں ہے۔

وَ انْظُرْ إِلى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ ءَايَةً لِّلنَّاسِ.

جس وقت حضرت ارمیا کے لئے مردوں کا زندہ ہونا واضح و روشن ہو گیا تو آپ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ نہیں کہا کہ اب میں نے اب جانا ہے کیونکہ حضرت ارمیا پیغمبرؑ ہیں وہ روز اول ہی سے علم رکھتے تھے کہ خدا قادر ہے لیکن یہ علم سابق نظروں سے مشاہدہ کرنے سے سکون قلب و اطمینان کا سبب بنا۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ارمیا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے مردوں کے زندہ ہونے کے متعلق سوالات میں فرق

یہ حضرت ارمیا کا واقعہ تھا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کا اس طرح جواب نہیں دیا گیا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ خدا کی قدرت فاعلی کا مشاہدہ کریں کہ کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا۔

وَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَب أَرِنِي كَيْف تُحْيِ الْمَوْتى قَالَ أَوَ لَمْ تُؤْمن قَالَ بَلى وَ لَكن لِّيطمَئنَّ قَلْبى قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطير فَصرْهُنَّ إِلَيْك ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كلِّ جَبَلِ مِّنهُنَّ جُزْءاً ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَك سَعْياً وَ اعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔[1]

حضرت ابراہیم علیہ السلام ارمیا کی طرح مردوں کے زندہ ہونے کے بارے میں سوال نہیں کر رہے ہیں بلکہ خدا کی قدرت فاعلی کی کیفیت اور اس کی قدرت مردوں پر تاثیر کے سلسلے میں سوال کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ ہیں کہ جنہیں خداوند متعال نے زمین وآسمان کے ملکوت کی زیارت کرائی ہے اور مومنین میں قرار دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں: رَبِّ اَرِنِىْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى، خدایا مجھے دکھادے کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے؟ آپ نے یہ نہیں کہا: كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتَى؛ کس طرح مردے زندہ

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۲۶۰۔

Presented by Ziaraat.Com

ہوتے ہیں؟اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ان دونوں سوالوں کے درمیان بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔

فرض کریں کسی شخص نے پنیر نہیں دیکھا اور وہ سوال کرے کہ پنیر کیا چیز ہے؟

آپ اپنے بیٹے سے کہتے ہیں کہ کچھ پنیر خرید کر لے آؤ۔

آپ کا بیٹا پنیر خرید کر لاتا ہے وہ شخص پنیر کی شکل وصورت اور اس کے رنگ سے واقف ہو جاتا ہے کہ وہ دودھ سے بنتا ہے۔ لیکن کبھی وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ پنیر کس طرح بنایا جاتا ہے؟

توآپ اس سے کہیں گے کہ دودھ کو گرم کرکے اس میں کچھ پنیر ڈال کر رکھ دو یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو جائے پھر اسے کپڑے میں چھانو تاکہ اس کا دودھ الگ ہو جائے اور پانی جدا۔ یہ پنیر بنانے کا طریقہ ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے ایک مرتبہ پنیر کو دکھانا مقصد ہے اس شخص کو کہ جو اس سے آگاہ نہیں ہے دوسرے پنیر کے بنانے کا طریقہ بتانا ہے۔

خداوند متعال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرماتا ہے: أَوْ لَمْ تُؤْمِنْ؛ کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے ہو؟

قَالَ بَلَى وَ لَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي؛ کہا جی ہاں! میں ایمان رکھتا ہوں لیکن دل کے لئے سکون واطمینان چاہتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا دریائی دل اس طرح سکون و آرام حاصل کرلے کہ اس میں کسی طرح کی موج دکھائی نہ دے اور نہ اضطراب باقی رہے۔

جو لوگ درجہ سکون و اطمینان کے حامل نہیں ہیں اگرچہ موحد ہی کیوں نہ ہوں لیکن ہمیشہ ان کے دل میں ایک بے چینی رہتی ہے کہ جو ان کو اذیت دیتی ہے خطرے ان کے دل کو مضطرب کرتے رہتے ہیں گرچہ وہ توحید کے دریا میں غوطہ زن ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر آپ کسی شخص سے کہیں کہ قبرستان میں جاؤ اور فلاں مقام پر ایک کفن شدہ مردہ قبر میں ہے لیکن ابھی قبر کو بند نہیں کیا گیا ہے کل قبر کو بند کیا جائے گا اس مردے کے ہاتھ کی انگلی میں ایک قیمتی انگوٹھی ہے لے آؤ اور یہ کام شب کے وقت ہونا چاہیئے اور تنہا قبرستان جانا اکثر لوگ اس کام سے ڈریں گے جبکہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ قبرستان میں کچھ بھی نہیں ہے اور مردہ کچھ بھی نہیں کرسکتا ہے اور اگر کوئی ہمت کرکے چلا بھی جائے تو جیسے جیسے قبرستان سے قریب ہوتا جائے گا ویسے ویسے اس کے دل کی ڈھڑکنیں تیز ہوتی جائیں گی ہاتھ پیر لرزنا شروع ہوجائیں گے اور شاید جب اس قبر کے بالکل قریب پہونچ جائے تو ممکن ہے خوف کی شدت سے روح جسم سے نکل جائے۔

یہ چیز غیر مانوس افراد کے لئے علم و یقین کے باوجود بھی نہایت مشکل ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیم کا سوال اطمینان وسکون کے حصول کے لیے تھا

حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا سے کہتے ہیں: میں جانتا ہوں کہ تو قادر ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے مگر یہ چاہتا ہوں کہ اس حقیقت کو لمس کروں تاکہ کبھی اضطراب کا سامنا نہ کرنا پڑے اور ہمیشہ سکون واطمینان رہے۔ یعنی میں علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین تینوں سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

حضرت ابراہیم کا چار پرندوں کو اسم محی و ممیت پروردگار کے ذریعہ زندہ کرنا

خداوند متعال نے فرمایا: قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطيرِ فَصرْهُنَّ إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلى كلّ جَبَلٍ مِّنهُنَّ جُزْءاً ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَك سعْياً وَ اعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ.

اے ابراہیم جاؤ اور چار پرندوں کو پکڑو اور انہیں گھر لے آؤ تاکہ تم سے مانوس ہو جائیں اور پھر انہیں ذبح کر کے ان کا اس طرح قیمہ بناؤ کہ گوشت کے ذرّوں کی آپس میں شناخت نہ ہو پھر تھوڑا تھوڑا قیمہ پہاڑوں کی چوٹی پر رکھ دو اس کے بعد ان میں سے ایک ایک کو آواز دو تو تم دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے اور جان لو کہ خدا عزیز بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

علی بن ابراہیم قمی کی تفسیر کی روایت کے مطابق وہ پرندے مور، مرغ، کبوتر اور کوّا تھے۔[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم کے مطابق

۱۔ تفسیر قمی، طبع سنگی، ص۸۱۔

Presented by Ziaraat.Com

ان پرندوں کو ذبح کیا اور آپس میں ملایا اور مخلوط گوشت کو پہاڑوں کی چوٹی پر قرار دیا پھر مور کی چونچ کو پکڑ کر آواز دی! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حالت اس وقت عادی نہیں تھی بلکہ ذات خدا میں فانی تھے وہ اسم عزیز و حکیم و قدیر اور محیی میں فانی تھے۔ پس درحقیقت یہ ابراہیم علیہ السلام پرندوں کو آواز نہیں دے رہے تھے بلکہ خدا پرندوں کو بلا رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ بہت سے ذرّے ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑ رہے ہیں یہاں تک کہ مور کی چونچ میں کہ جو آپ کے ہاتھ میں تھی چمکنے لگے مور کا پیکر تیار ہو گیا یہ ہڈیاں تھیں کہ جو سب سے پہلے آ کر جڑیں۔ اس کے بعد گوشت کے ذرّے اور تمام بدن کے اعضاء آ کر مور سے مل گئے اور مور نے حرکت کی اور ایک زندہ اور خوبصورت مور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مرغ و کبوتر اور کوّے کی چونچ کو ہاتھ میں لیا اور انہیں پکارا ان کے بھی تمام اعضاء چونچ سے مل کر کامل تیار ہو گئے اور زندہ ہو کر آپؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ حکم خدا سے انجام پایا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کام انجام دے چکے تو خدا کی آواز آئی: وَ اَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہ عزیزٌ حکیم. جان لو کہ خداوند عزیز اور حکمت والا ہے یعنی اس کا کام مستحکم ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن حضرت ارمیا سے فرماتا ہے: **فَلَمّا تَبَيّنَ لَهُ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللهَ علی کُلّ شئ قدیرٌ.**

حضرت ارمیا نے جب اس منظر کو دیکھا تو کہا: میں جانتا ہوں کہ خداوند ہر کام انجام دینے پر قادر ہے۔ اگر کوئی سنے کہ امیر المومنین علیہ السلام مردے کو زندہ کیا کرتے تھے تو مقام تعجب نہیں ہے امیر المومنین علیہ السلام کے پاس اسم اعظم ہے۔

کار پاکان را قیاس از خود مگیر　　　گر چه باشد در نوشتن شیر شیر

پاکیزہ ہستیوں کا اپنے اوپر قیاس نہ کر اگر چہ لکھنے میں شیر شیر ہی ہوتا ہے پر تحریر کہاں اور اصل کہاں۔

لفظ شیر جب کاغذ پر لکھا جاتا ہے تو وہ بچوں کے ہاتھوں کا کھلونا بن جاتا ہے اور وہ اپنے ہاتھوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں مگر جو شیر پنجرے میں بند رہتا ہے اگر اس کے قریب سے بھی کوئی گزر جائے اور شیر سانس بھی لے لے تو لرزا طاری ہو جاتا ہے۔ وہ بچہ جو اپنی ناک سے مکھی بھی نہیں اڑا نا جانتا وہ کہاں درک کر سکتا ہے کہ کوئی دنیا میں پہلوان بھی رہتا ہے کہ چار کوئنٹل وزن اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے؟

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کا ہارون رشید کے دربار میں قالین پر بنے ہوئے شیر کا زندہ کرنا اور اس شیر کا اس شخص کو کھا جانا کہ جو ہارون کے دربار میں حضرت کا مسخرہ کر رہا تھا اور اسی طرح حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا مامون کی مسند پر بنے ہوئے دو شیروں کی تصویروں کی طرف اشارہ کرنا اور ان دونوں مجسموں کا زندہ ہو کر مامون کے اس درباری کو نگل جانا جو

Presented by Ziaraat.Com

حضرت کا مذاق اڑانے اور توہین کرنے پر مامور تھا، معتبر کتابوں میں بیان ہوا ہے۔[۱]

ایک ولی خدا کے ہاتھوں مردہ کبوتر کا زندہ ہونا

بندۂ ناچیز نے اس واقعہ کو مرحوم آیۃ اللہ حاجی میرزا محمد جواد انصاری ہمدانی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ ایک ہمدان کے بزرگ جو میرے پرانے دوست تھے انہوں نے مجھ سے نقل کیا کہ میں نے حقیقت یابی اور معنوی دروازوں کے کشف ہونے کی غرض سے بیس سال خانقاہوں اور درویشوں کی خدمت کی اور ان کے حکم پر عمل کیا لیکن کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا اور کوئی دروازہ میرے لئے نہیں کھلا میں اس قدر مایوس ہوگیا کہ میرا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ آئمہ علیہم السلام سے بھی جو چیزیں نقل ہوئی ہیں وہ بھی حقیقت نہیں رکھتی ہیں شاید جھوٹی چیزیں انبیاء اور اماموں سے نقل ہو کر لوگوں کے درمیان مشہور ہو گئی ہیں جس کے نتیجہ میں لوگ اسے معجزہ اور کرامت کہنے لگے ہیں۔

۱۔ دربار ہارون رشید میں حضرت موسی بن جعفر علیہ السلام کے حکم سے شیر قالین کے مجسم ہونے والے واقعہ کو ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں حضرت کے حالات بیان کرتے ہوئے علی بن یقطین سے نقل کیا ہے۔ (ج۲، ص۳۶۴و۳۶۵ از طبع سنگی)

اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ذریعہ شیر زندہ کرنے والے واقعہ کو عیون اخبار الرضا (باب ۴۰، ص۳۴۵ از طبع سنگی) میں اور کتاب اثبات الھدایۃ (ج۶، ص۵۵و۵۶) میں بیان کیا گیا ہے اور میں نے ان دونوں واقعات کو اسی کتاب کی پہلی جلد میں نقل کیا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

کہتا ہے کہ میں زیارات پر گیا ہوا تھا کربلا معلّٰی کی زیارت کے بعد نجف اشرف کی زیارت سے مشرف ہوا اور ایک روز کوفہ میں آکر مسجد کوفہ میں اعمال کے لئے داخل ہوا میں نے اعمال مسجد کوفہ انجام دینا شروع کئے یہاں تک کہ سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی رہ گیا کہ میں مسجد کوفہ سے باہر آیا۔ مسجد کے سامنے سواری کا انتظار کر رہا تھا میں نے کافی انتظار کیا مگر سواری نہیں ملی میں نے دیکھا کہ ایک شخص سامنے کی طرف سے آرہا ہے اور وہ بھی نجف جارہا ہے وہ ایک عام آدمی تھا اس نے مجھے سلام کیا اور پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہو؟

میں نے کہا سواری کا انتظار کر رہا ہوں نجف جانا چاہتا ہوں اس نے مجھ سے کہا آؤ میرے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہیں بات چیت کرتے ہوئے پہونچ جائیں گے میں اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا چلنے لگا۔

اس نے درمیان راہ میں اچانک بغیر کسی تمہید کے سوال کرلیا کہ آپ جو یہ کہتے ہیں کرامات و معجزہ کچھ بھی نہیں ہے یہ آپ کا کہنا صحیح نہیں ہے۔

میں نے جواب دیا: جی ہاں میرے کان ان باتوں سے پک چکے ہیں کوئی اثر نہیں ہونے والا اس طرح کی باتیں اب مجھ سے نہ کہنا میں ان باتوں پر اعتقاد نہیں رکھتا۔

وہ خاموش رہا کچھ نہیں بولا۔ کچھ دور چلنے کے بعد پھر اس نے بات کرنا شروع کی۔ کہا انسان کو بعض مطالب پر توجہ دینا چاہیے اس دنیا میں ملکوت رہتے ہیں۔ روح رکھتے ہیں۔ کیا تم روح نہیں رکھتے ہو؟ کس طرح ہمارا بدن

Presented by Ziaraat.Com

اس وقت حرکت کر رہا ہے۔ یہ تمہارے اور روح کے ارادے سے چل رہا ہے۔ یہ عالم بھی ایک کلی روح رکھتا ہے۔

اس عالم کی کلی روح امام ہے امام ہر کام انجام دے سکتا ہے۔ لوگوں کا اس دنیا میں آ کر اپنی خانقاہی دکان لگا کر باطل کی طرف دعوت دینا دلیل نہیں ہے کہ اصلاً اس عالم میں کچھ نہیں پایا جاتا ہے ان کی وجہ سے انسان کو اپنا ہاتھ مسلم چیزوں سے نہیں اٹھانا چاہیے۔

میں نے کہا: میں نے باتیں بہت سنیں ہیں میں سنتا سنتا تھک گیا ہوں اب ہم کچھ دیر کسی اور موضوع پر گفتگو کرتے ہیں آپ کو اسی موضوع سے کیا لینا دینا ہے؟!

اس نے جواب دیا: نہیں ہو سکتا۔

میں نے کہا میں بیس سال تمام خانقاہوں میں گیا استادوں سے ملا مگر کسی نے مجھے راہ نہ دکھائی۔ اس نے جواب دیا: یہ دلیل نہیں ہو سکتا کہ امام بھی کسی چیز سے آگاہ نہیں ہے۔ اگر تم دیکھو گے تو یقین کر لو گے؟ (ہم اس وقت کوفہ کی خندق کے قریب پہونچ چکے تھے پہلے زمانے میں نجف و کوفہ کے درمیان ایک خندق کھودی گئی تھی کہ جس کے آثار آج بھی دکھائی دیتے ہیں) میں نے کہا:

اگر کوئی مردہ زندہ کردے تو میں قبول کرلوں گا اور وہ پیغمبر ﷺ اور امام سے کوئی معجزہ و کرامت بھی نقل کرے گا میں اسے تسلیم کرلوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ کھڑا ہو گیا اور کہا: بتاؤ وہاں کیا پڑا ہے؟ میں نے نگاہ کی کیا دیکھا کہ خندق میں ایک کبوتر مرا ہوا اور خشک پڑا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا جاؤ اور اسے اٹھا کر لے آؤ۔ میں گیا اور اس مردہ اور خشک شدہ کبوتر کو اٹھا کر لے آیا اس نے تاکیداً دوبارہ کہا اچھی طرح دیکھ لو مردہ ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں مر کر خشک ہو چکا ہے اور کچھ پر بھی اکھڑ چکے ہیں۔

اس نے پوچھا اگر میں اسے زندہ کر دوں تو یقین کر لو گے؟

میں نے جواب دیا: میں نہ فقط اس بات کو قبول کر لوں گا بلکہ تمہاری ساری باتوں پر یقین بھی کر لوں گا۔ اور تمام انبیاء واماموں کے معجزات پر یقین رکھوں گا۔

اس نے کبوتر کو اپنے ہاتھ پر رکھا اور کچھ دیر اس کی طرف دیکھا زیر لب کچھ دعا پڑھی اور پھر کبوتر سے کہا خدا کے حکم سے اڑ جا۔ اس کی زبان سے یہ لفظ نکلے کبوتر فوراً اُڑ گیا۔

میں تعجب وحیرت کے سمندر میں غوطہ زن ہو گیا۔

اس نے کہا آؤ چلیں! دیکھ لیا؟ اب یقین آ گیا۔ ہم نے نجف کی طرف چلنا شروع کر دیا مگر میری حالت عام آدمی کی طرح نہیں تھی بلکہ پورا وجود حیرت میں ڈوبا ہوا تھا۔

اس نے سوال کیا: آپ نے دیکھا میں نے یہ حکم خدا سے انجام دیا ہے۔ یہ مکتب میں پڑھنے والے بچوں کے کام ہیں۔ تم کیا کہتے ہو کہ جب تک کسی چیز کو نہ دیکھ لوں اس پر یقین نہیں کرتا۔ کیا انبیاء اور امام اس لئے آتے ہیں کہ

Presented by Ziaraat.Com

روزانہ ہمارے لئے دستر خوان لگائیں اور ان کرامات و معجزات کو لوگوں کے حلق تک اتاریں؟ وہ ہر طرح کی قدرت رکھتے ہیں اور جب بھی حکمت الٰہی کا تقاضا ہوتا ہے وہ خدا کے حکم سے انجام دیتے ہیں اور حکم الٰہی کے بغیر محال ہے کہ ان سے کوئی کام انجام پائے۔

ہم آپس میں گفتگو کرتے رہے اور میں نے اس سے کافی سوالات کئے اس نے ان سب کا جواب دیا یہاں تک کہ ہم نجف اشرف کے قریب پہونچ گئے۔

جب پرانے زمانے میں کوفہ سے نجف آتے تھے تو سب سے پہلے مشہور قبرستان وادی السلام پڑتا تھا پھر اس سے گزر کر نجف میں داخل ہوتے تھے۔ جب ہم وادی السلام پہونچے تو اس نے چاہا کہ خداحافظی کرے اور جائے۔ میں نے کہا: بیس سال کی زحمات کے بعد آج نتیجہ ملا ہے میں آج سے آپ کا خادم ہوں آپ مجھے چھوڑ دیں یا اپنا خادم بنالیں۔

اس نے کہا: کل سورج طلوع ہونے کے وقت اسی جگہ آنا آپس میں گفتگو کریں گے۔ رات سے صبح تک میں اس کے دیدار کی وجہ سے جاگتا رہا اور ہر گھنٹہ بلکہ ہر منٹ میرے اشتیاق میں اضافہ ہو رہا تھا کہ صبح مجھے اس کے دیدار کو جانا ہے۔

صبح سورج طلوع ہونے کے وقت میں وادی السلام میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ ایک جنازے کو چند لوگ لے کر آئے ہیں جب وہ دفن کرنا چاہتے تھے تو مجھے پتہ چلا کہ یہ اسی شخص کا جنازہ ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ کوئی داستان بیانی نہیں ہے اور یہ قدیم کتب میں بھی نقل نہیں ہوئی ہے بلکہ اسی زمانے کی ہے اور اس کا راوی بھی اسی زمانے کا ہے کہ جس کی رحلت کو ابھی فقط سترہ برس گزرے ہیں۔[1]

تو عليّ را به تاري ديده‌اي
زين سبب غيري بر او بگزيده‌اي
حقّ را چو به خلق شد جلوه‌گري
پوشيد عليّ را به لباس بشري
از عالم لامكان به امكان آورد
بيخبران را دهد از خود خبري

تو علی کو ایک عام انسان فرض کرتا ہے ، اسی لیے ان کے مقابلے دوسروں کو انتخاب کرلیا ہے۔

پروردگار نے جب مخلوق پر اپنا جلوہ دکھانا چاہا تو علی کو لباس بشریت پہنا دیا۔
چونکہ خداوند عالم لامکان ہے وہ خود کو نہیں دکھا سکتا۔

قابل تعجب بات یہ ہے کہ خود علی علیہ السلام کے زمانے میں کسی نے نہیں سمجھا کہ علی کیا کہہ رہے ہیں۔آپ نے خود فرمایا: اِنَّمَا كُنْتُ جاراً جَاوَرَكُمْ بَدَنِیْ أَیَّاماً.ہم فقط ایک ہمسایہ تھے کہ میرے بدن نے چند روز تمہاری مجاورت کی۔

۱۔ مرحوم کی رحلت ۲ ذی القعدہ ۱۳۷۹ھ ہے اور ماہ مبارک رمضان ۱۳۹۶ھ تک ۱۷ سال گزر چکے تھے لیکن دورہ معاد شناسی کے پہلے ایڈیشن چھپنے تک جو کہ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ تقریباً ۲۴ سال ہو چکے ہیں۔

نہج البلاغہ کے خطبات میں توحید

امیر المومنین علیہ السلام کے خطبات ہر زمانے میں کتابوں میں لکھے گئے اور ہاتھوں میں رہے، پڑھے گئے کسی نے پہچانا کہ علی کیا کہتے ہیں؟

میرے استاد محترم علامہ طباطبائی مدّظلّہ نے نہج البلاغہ سے چند خطبیں توحید کے بارے میں اپنی کتاب تفسیر المیزان کے صفحہ ۹۶ سے صفحے ۱۰۴ پر نقل کئے ہیں کہ جو بہت زیادہ دقت طلب ہیں۔

پہلا خطبہ: الْحَمْدُ للهِ الَّذي لَا يَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَائِلُونَ وَلَا يُحْصِي نَعْمَاءَهُ الْعَادُّونَ وَلَا يُؤَدِّي حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُونَ الَّذي لَا يُدْرِكُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ وَلَا يَنَالُهُ غَوْصُ الْفِطَنِ الَّذي لَيْسَ لِصِفَتِهِ حَدٌّ مَحْدُودٌ وَلَا نَعْتٌ مَوْجُودٌ وَلَا وَقْتٌ مَعْدُودٌ وَلَا أَجَلٌ مَمْدُودٌ فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ وَنَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهِ وَوَتَّدَ بِالصُّخُورِ مَيَدَانَ أَرْضِهِ أَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهُ وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيقُ بِهِ وَكَمَالُ التَّصْدِيقِ بِهِ تَوْحِيدُهُ وَكَمَالُ تَوْحِيدِهِ الْإِخْلَاصُ لَهُ وَكَمَالُ الْإِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوفِ وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ فَمَنْ وَصَفَ اللهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ وَمَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَّاهُ وَمَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ وَمَنْ جَزَّأَهُ فَقَدْ جَهِلَهُ وَمَنْ جَهِلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ وَمَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ وَمَنْ قَالَ عَلَامَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ بَصِيرٌ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ ۔[۱]

(تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے، جس تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۔

Presented by Ziaraat.Com

سکتے ہیں۔ نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتداء) کے لئے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جاسکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑی۔ دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے۔ کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے۔ کمالِ توحید تنزیہ واخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ واخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے۔ اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے۔ اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا۔ اس نے دوئی پیدا کی، اس نے اس کے لئے جز بناڈالا اور جو اس کے لئے اجزاء کا قائل ہوا وہ اس سے بے خبر رہا۔ اور جو اس سے بے خبر رہا۔ اس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود سمجھا۔ وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز میں ہے اس نے اسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز پر ہے۔ اس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے، ہوا نہیں۔ موجود ہے۔ مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے، جسمانی اتصال

Presented by Ziaraat.Com

کی طرح نہیں، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، جسمانی دُوری کے طور پر نہیں، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ وہ یگانہ ہے۔ اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے۔)

دوسرا ؛خطبہ۶۳: الْحَمْدُ للهِ الَّذي لَمْ يَسْبِقْ لَهُ حَالٌ حَالًا فَيَكُونَ أَوَّلًا قَبْلَ أَنْ يَكُونَ آخراً وَ يَكُونَ ظَاهراً قَبْلَ أَنْ يَكُونَ بِاطناً كُلُّ مُسمى بِالْوَحْدَة غَيْرَهُ قَليلٌ وَ كُلُّ عَزيزٍ غَيْرَهُ ذَليلٌ وَ كُلُّ قَوِيٍ غَيْرَهُ ضَعيفٌ وَ كُلُّ مَالك غَيْرَهُ مَمْلُوكٌ وَ كُلُّ عَالِمٍ غَيْرَهُ مُتَعَلِّمٌ وَ كُلُّ قَادرٍ غَيْرَهُ يَقْدرُ وَ يَعْجِزُ وَ كُلُّ سَميعٍ غَيْرَهُ يَصَمُّ عَنْ لَطيف الْأَصْوَات وَ يُصمُّهُ كَبِيرُهَا وَ يَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ منْهَا وَ كُلُّ بَصيرٍ غَيْرَهُ يَعْمَى عَنْ خَفِيِّ الْأَلْوَانِ وَ لَطيف الْأَجْسَامِ وَ كُلُّ ظَاهرٍ غَيْرَهُ [غَيْرُ بَاطنٍ] بَاطنٌ وَ كُلُّ بَاطنٍ غَيْرَهُ غَيْرُ ظَاهرٍ لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهُ لتَشْديد سُلْطَانٍ وَ لَا تَخَوُّف منْ عَوَاقبِ زَمَانٍ وَ لَا اسْتعَانَة عَلَى ندٍّ مُثَاوِرٍ وَ لَا شَرِيك مُكَاثرٍ وَ لَا ضدٍّ مُنَافرٍ وَ لَكنْ خَلَائقُ مَرْبُوبُونَ وَ عبَادٌ دَاخرُونَ لَمْ يَحْلُلْ فِي الْأَشْيَاء فَيُقَالَ هُوَ [فيهَا] كَائنٌ وَ لَمْ يَنْأَ عَنْهَا فَيُقَالَ هُوَ منْهَا بَائنٌ لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَأَ وَ لَا تَدْبيرُ مَا ذَرَأَ وَ لَا وَقَفَ به عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ وَ لَا وَلَجَتْ عَلَيْه شُبْهَةٌ فيمَا قَضَى وَ قَدَّرَ بَلْ قَضَاءٌ مُتْقَنٌ وَ علْمٌ مُحْكَمٌ وَ أَمْرٌ مُبْرَمٌ الْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ الْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ.[1]

(تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اول اور باطن ہونے سے پہلے ظاہر ہو۔ اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا، وہ قلّت کے اعتبار سے ہو گا۔ اس کے سوا

---

[1]- نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۶۳۔

Presented by Ziaraat.Com

ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک، اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔ اس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز اور اس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اترانے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدّ مقابل کے خلاف اسے مدد حاصل کرنا تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وہ دوسری چیزوں میں سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان کے اندر ہے اور نہ ان چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے۔ ایجاد خلق اور تدبیر عالم نے اسے خستہ و درماندہ نہیں کیا۔ اور نہ (حسب منشاء) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اس کے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے۔ بلکہ اس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔ مصیبت کے وقت بھی اسی کی آس رہتی ہے۔ اور نعمت کے وقت بھی اس کا ڈر لگا رہتا ہے۔)

تیسرا ؛خطبہ۱۵۰: الْحَمْدُ لله الدَّالِ عَلَى وُجُودِه بِخَلْقِه وَ بِمُحْدَثِ خَلْقِهِ عَلَى أَزَلِيَّتِهِ وَ بِاشْتِبَاهِهِمْ عَلَى أَنْ لَا شَبَهَ لَهُ لَا

Presented by Ziaraat.Com

تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ وَ لَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ وَ الْمَصْنُوعِ وَ الْحَادِّ وَ الْمَحْدُودِ وَ الرَّبِّ وَ الْمَرْبُوبِ الْأَحَدِ بِلَا تَأْوِيلِ عَدَدٍ وَ الْخَالِقِ لَا بِمَعْنَى حَرَكَةٍ وَ نَصَبٍ وَ السَّمِيعِ لَا بِأَدَاةٍ وَ الْبَصِيرِ لَا بِتَفْرِيقِ آلَةٍ وَ الشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ وَ الْبَائِنِ لَا بِتَرَاخِي مَسَافَةٍ وَ الظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ وَ الْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ بَانَ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِالْقَهْرِ لَهَا وَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا وَ بَانَتِ الْأَشْيَاءُ مِنْهُ بِالْخُضُوعِ لَهُ وَ الرُّجُوعِ إِلَيْهِ مَنْ وَصَفَهُ فَقَدْ حَدَّهُ وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ وَ مَنْ عَدَّهُ فَقَدْ أَبْطَلَ أَزَلَهُ وَ مَنْ قَالَ كَيْفَ فَقَدِ اسْتَوْصَفَهُ وَ مَنْ قَالَ أَيْنَ فَقَدْ حَيَّزَهُ عَالِمٌ إِذْ لَا مَعْلُومٌ وَ رَبٌّ إِذْ لَا مَرْبُوبٌ وَ قَادِرٌ إِذْ لَا مَقْدُورٌ.

قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ وَ لَمَعَ لَامِعٌ وَ لَاحَ لَائِحٌ وَ اعْتَدَلَ مَائِلٌ وَ اسْتَبْدَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ قَوْماً وَ بِيَوْمٍ يَوْماً وَ انْتَظَرْنَا الْغِيَرَ انْتِظَارَ الْمُجْدِبِ الْمَطَرَ وَ إِنَّمَا الْأَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلَى خَلْقِهِ وَ عُرَفَاؤُهُ عَلَى عِبَادِهِ وَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَ عَرَفُوهُ وَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ إِلَّا مَنْ أَنْكَرَهُمْ وَ أَنْكَرُوهُ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى خَصَّكُمْ بِالْإِسْلَامِ وَ اسْتَخْلَصَكُمْ لَهُ وَ ذَلِكَ لِأَنَّهُ اسْمُ سَلَامَةٍ وَ جِمَاعُ كَرَامَةٍ اصْطَفَى اللّٰهُ تَعَالَى مَنْهَجَهُ وَ بَيَّنَ حُجَجَهُ مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ وَ بَاطِنِ حُكْمٍ لَا تَفْنَى غَرَائِبُهُ.

وَلَا تَنْقَضِي عَجَائِبُهُ فِيهِ مَرَابِيعُ النِّعَمِ وَ مَصَابِيحُ الظُّلَمِ لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ إِلَّا بِمَفَاتِيحِهِ وَ لَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِمَصَابِيحِهِ قَدْ أَحْمَى حِمَاهُ وَ أَرْعَى مَرْعَاهُ فِيهِ شِفَاءُ [الْمُشْتَفِي] الْمُسْتَشْفِي وَ كِفَايَةُ الْمُكْتَفِي۔[1]

(تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے کہ جو خلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے والے

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۵۰۔

Presented by Ziaraat.Com

اور گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے۔ وہ ایک ہے لیکن ویسا نہیں کہ جو شمار میں آئے وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن اس معنی میں نہیں کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن کسی عضو کے ذریعہ سے نہیں اور دیکھنے والا ہے لیکن اس طرح نہیں کہ آنکھیں پھیلائے۔ وہ حاضر ہے لیکن اس طرح نہیں کہ چھوا جاسکے وہ جدا ہے لیکن اس طرح نہیں کہ بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً پوشیدہ ہے لیکن لطافت جسمانی کی بنا پر نہیں۔ وہ سب چیزوں سے اس لیے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اس لیے اس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس کی طرف پلٹنے والی ہیں۔ جس نے (اس کی ذات کے علاوہ) اس کے لیے صفات تجویز کئے اسنے اس کی حد بندی کر دی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کر دیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے لیے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا۔ اور جس نے یہ کہا کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا وہ اس وقت بھی عالم تھا جب کہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اس وقت بھی رب تھا جب کہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جب کہ یہ زیر قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

ابھرنے والا ابھر آیا، چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا ٹیڑھے معاملے سیدھے ہوگئے۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا ہے۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا۔ بلاشبہ آئمہ اللہ کی جانب سے منتخب حاکم ہیں اور اس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اسے پہچانیں۔ اللہ نے تمہیں اسلام کیلئے مخصوص کر لیا ہے اور اس کیلئے تمہیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت انسانی کا سرمایہ ہے۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لیے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اس کے دلائل واضح کر دیئے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں میں چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے۔ شفا چاہنے والے کیلئے اس میں شفا اور بے نیازی چاہنے والے کے لیے اس میں بے نیازی ہے۔)

چوتھا؛خطبہ۱۶۱: الْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ وَ سَاطِحِ الْمِهَادِ وَ مُسِيلِ الْوِهَادِ وَ مُخْصِبِ النِّجَادِ لَيْسَ لِأَوَّلِيَّتِهِ ابْتِدَاءٌ وَ لَا لِأَزَلِيَّتِهِ انْقِضَاءٌ هُوَ الْأَوَّلُ وَ لَمْ يَزَلْ وَ الْبَاقِي بِلَا أَجَلٍ خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ وَ وَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ حَدَّ الْأَشْيَاءَ عِنْدَ خَلْقِهِ لَهَا إِبَانَةً لَهُ مِنْ شَبَهِهَا لَا تُقَدِّرُهُ الْأَوْهَامُ بِالْحُدُودِ

Presented by Ziaraat.Com

وَ الْحَرَكَاتِ وَ لَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْأَدَوَاتِ لَا يُقَالُ لَهُ مَتَى وَ لَا يُضْرَبُ لَهُ أَمَدٌ بِحَتَّى الظَّاهِرُ لَا يُقَالُ مِمَّ وَ الْبَاطِنُ لَا يُقَالُ فِيمَ لَا شَبَحٌ فَيُتَقَصَّى وَ لَا مَحْجُوبٌ فَيُحْوَى لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْأَشْيَاءِ بِالْتِصَاقٍ وَ لَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ وَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهِ شُخُوصُ لَحْظَةٍ وَ لَا كُرُورُ لَفْظَةٍ وَ لَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ وَ لَا انْبِسَاطُ خُطْوَةٍ فِي لَيْلٍ دَاجٍ وَ لَا غَسَقٍ سَاجٍ يَتَفَيَّأُ عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيرُ وَ تَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّورِ فِي الْأُفُولِ وَ الْكُرُورِ وَ [تَقْلِيبِ] تَقَلُّبِ الْأَزْمِنَةِ وَ الدُّهُورِ مِنْ إِقْبَالِ لَيْلٍ مُقْبِلٍ وَ إِدْبَارِ نَهَارٍ مُدْبِرٍ قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَ مُدَّةٍ وَ كُلِّ إِحْصَاءٍ وَ عِدَّةٍ تَعَالَى عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُونَ مِنْ صِفَاتِ الْأَقْدَارِ وَ نِهَايَاتِ الْأَقْطَارِ وَ تَأَثُّلِ الْمَسَاكِنِ وَ تَمَكُّنِ الْأَمَاكِنِ فَالْحَدُّ لِخَلْقِهِ مَضْرُوبٌ وَ إِلَى غَيْرِهِ مَنْسُوبٌ.

لَمْ يَخْلُقِ الْأَشْيَاءَ مِنْ أُصُولٍ أَزَلِيَّةٍ وَ لَا مِنْ أَوَائِلَ أَبَدِيَّةٍ بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَأَقَامَ حَدَّهُ وَ صَوَّرَ فَأَحْسَنَ صُورَتَهُ لَيْسَ لِشَيْءٍ مِنْهُ امْتِنَاعٌ وَ لَا لَهُ بِطَاعَةِ شَيْءٍ انْتِفَاعٌ عِلْمُهُ بِالْأَمْوَاتِ الْمَاضِينَ كَعِلْمِهِ بِالْأَحْيَاءِ الْبَاقِينَ وَ عِلْمُهُ بِمَا فِي السَّمَاوَاتِ الْعُلَى كَعِلْمِهِ بِمَا فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى.

أَيُّهَا الْمَخْلُوقُ السَّوِيُّ وَ الْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْحَامِ وَ مُضَاعَفَاتِ الْأَسْتَارِ. بُدِئْتَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ وَ وُضِعْتَ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ إِلَى قَدَرٍ مَعْلُومٍ وَ أَجَلٍ مَقْسُومٍ تَمُورُ فِي بَطْنِ أُمِّكَ جَنِيناً لَا تُحِيرُ دُعَاءً وَ لَا تَسْمَعُ نِدَاءً ثُمَّ أُخْرِجْتَ مِنْ مَقَرِّكَ إِلَى دَارٍ لَمْ تَشْهَدْهَا وَ لَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا.

فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَاءِ مِنْ ثَدْيِ أُمِّكَ وَ عَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَ إِرَادَتِكَ هَيْهَاتَ إِنَّ مَنْ يَعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَيْئَةِ وَ الْأَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهِ أَعْجَزُ وَ مِنْ تَنَاوُلِهِ بِحُدُودِ الْمَخْلُوقِينَ أَبْعَدُ.[۱]

(تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا فرش زمین کا بچھانے والا ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا

۱- نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۶۱۔

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ نہ اس کی اولیت کی کوئی ابتداء اور نہ اس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے وہ ایسا اول ہے جو ہمیشہ ہے اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے، پیشانیاں اس کے آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں اور لب اس کی توحید کے معترف ہیں، اس نے تمام چیزوں کو ان کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں محدود کر دیا تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ رکھے۔ تصورات اسے حدود و حرکات اور اعضاء و حواس کے ساتھ متعین نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کب سے ہے، اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے کہ وہ کب تک ہے۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ (کس میں) چھپا ہے، وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں سے اس طرح قریب نہیں کہ ہاتھ سے چھوا جاسکے اور نہ وہ جسمانی طور پر ان سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے، نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں، کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع و غروب (کے چکروں) میں اور زمانہ کی ان کی گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد و رفت سے (پیدا) ہوتی ہے، وہ ہر مدت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار سے پہلے ہے۔ اسے محدود

Presented by Ziaraat.Com

سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت بلند ہے۔ حدیں تو اس کی مخلوق کیلئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے۔

اس نے اشیاء کو کچھ ایسے مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں بلکہ اس نے جو چیز پیدا کی اسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اسے اچھی شکل و صورت دی۔ کوئی شے اس کے (حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی، نہ اس کو کسی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے، جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے۔ ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے۔

اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیاریوں اور دوہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے اس کی نگہداشت کی گئی ہے۔ تیری ابتدا مٹی کے نچوڑ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنبین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا نہ تو کسی پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور

Presented by Ziaraat.Com

ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہ پہچنوائی۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور لہٰذا وہ مخلوقات کی سی حد بندیوں سے بہت دور ہے۔)

پانچواں؛ خطبہ۱۸٦: مَا وَحَّدَهُ مَنْ كَيَّفَهُ وَ لاَ حَقِيقَتَهُ أَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ وَ لاَ إِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ وَ لاَ صَمَدَهُ مَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهُ كُلُّ مَعْرُوفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوعٌ وَ كُلُّ قَائِمٍ فِي سِوَاهُ مَعْلُولٌ فَاعِلٌ لاَ بِاضْطِرَابِ آلَةٍ مُقَدِّرٌ لاَ بِجَوْلِ فِكْرَةٍ غَنِيٌّ لاَ بِاسْتِفَادَةٍ لاَ تَصْحَبُهُ اَلْأَوْقَاتُ وَ لاَ تَرْفِدُهُ اَلْأَدَوَاتُ سَبَقَ اَلْأَوْقَاتَ كَوْنُهُ وَ اَلْعَدَمَ وُجُودُهُ وَ اَلاِبْتِدَاءَ أَزَلُهُ بِتَشْعِيرِهِ اَلْمَشَاعِرَ عُرِفَ أَنْ لاَ مَشْعَرَ لَهُ وَ بِمُضَادَّتِهِ بَيْنَ اَلْأُمُورِ عُرِفَ أَنْ لاَ ضِدَّ لَهُ وَ بِمُقَارَنَتِهِ بَيْنَ اَلْأَشْيَاءِ عُرِفَ أَنْ لاَ قَرِينَ لَهُ ضَادَّ اَلنُّورَ بِالظُّلْمَةِ وَ اَلْوُضُوحَ بِالْبُهْمَةِ وَ اَلْجُمُودَ بِالْبَلَلِ وَ اَلْحَرُورَ بِالصَّرَدِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُقَارِنٌ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا مُقَرِّبٌ بَيْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا لاَ يُشْمَلُ بِحَدٍّ وَ لاَ يُحْسَبُ بِعَدٍّ وَ إِنَّمَا تَحُدُّ اَلْأَدَوَاتُ أَنْفُسَهَا وَ تُشِيرُ اَلْآلاَتُ إِلَى نَظَائِرِهَا مَنَعَتْهَا مُنْذُ اَلْقِدْمَةَ وَ حَمَتْهَا قَدُ اَلْأَزَلِيَّةَ وَ جَنَّبَتْهَا لَوْلاَ اَلتَّكْمِلَةَ بِهَا تَجَلَّى صَانِعُهَا لِلْعُقُولِ وَ بِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ اَلْعُيُونِ وَ لاَ يَجْرِي عَلَيْهِ اَلسُّكُونُ وَ اَلْحَرَكَةُ وَ كَيْفَ يَجْرِي عَلَيْهِ مَا هُوَ أَجْرَاهُ وَ يَعُودُ فِيهِ مَا هُوَ أَبْدَاهُ وَ يَحْدُثُ فِيهِ مَا هُوَ أَحْدَثَهُ إِذاً لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهُ وَ لَتَجَزَّأَ كُنْهُهُ وَ لاَمْتَنَعَ مِنَ اَلْأَزَلِ مَعْنَاهُ وَ لَكَانَ لَهُ وَرَاءٌ إِذْ وُجِدَ لَهُ أَمَامٌ وَ لاَلْتَمَسَ اَلتَّمَامَ إِذْ لَزِمَهُ اَلنُّقْصَانُ وَ إِذاً لَقَامَتْ آيَةُ اَلْمَصْنُوعِ فِيهِ وَ لَتَحَوَّلَ دَلِيلاً بَعْدَ أَنْ كَانَ مَدْلُولاً عَلَيْهِ وَ خَرَجَ بِسُلْطَانِ اَلاِمْتِنَاعِ مِنْ أَنْ يُؤَثِّرَ فِيهِ مَا يُؤَثِّرُ فِي غَيْرِهِ اَلَّذِي لاَ يَحُولُ وَ لاَ يَزُولُ وَ لاَ يَجُوزُ عَلَيْهِ اَلْأُفُولُ لَمْ يَلِدْ فَيَكُونَ مَوْلُوداً وَ لَمْ يُولَدْ فَيَصِيرَ مَحْدُوداً جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ اَلْأَبْنَاءِ وَ طَهُرَ عَنْ مُلاَمَسَةِ اَلنِّسَاءِ لاَ تَنَالُهُ اَلْأَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهُ وَ لاَ تَتَوَهَّمُهُ اَلْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهُ وَ لاَ تُدْرِكُهُ اَلْحَوَاسُّ فَتُحِسَّهُ وَ لاَ تَلْمِسُهُ اَلْأَيْدِي فَتَمَسَّهُ وَ لاَ يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ وَ لاَ يَتَبَدَّلُ فِي اَلْأَحْوَالِ وَ لاَ تُبْلِيهِ اَللَّيَالِي وَ اَلْأَيَّامُ وَ لاَ

Presented by Ziaraat.Com

يُغَيِّرُهُ اَلضِّيَاءُ وَ اَلظَّلاَمُ وَ لاَ يُوصَفُ بِشَيْءٍ مِنَ اَلْأَجْزَاءِ وَ لاَ بِالْجَوَارِحِ وَ
اَلْأَعْضَاءِ وَ لاَ بِعَرَضٍ مِنَ اَلْأَعْرَاضِ وَ لاَ بِالْغَيْرِيَّةِ وَ اَلْأَبْعَاضِ وَ لاَ يُقَالُ لَهُ
حَدٌّ وَ لاَ نِهَايَةٌ وَ لاَ انْقِطَاعٌ وَ لاَ غَايَةٌ وَ لاَ أَنَّ اَلْأَشْيَاءَ تَحْوِيهِ فَتُقِلَّهُ أَوْ
تُهْوِيَهُ أَوْ أَنَّ شَيْئاً يَحْمِلُهُ فَيُمِيلَهُ أَوْ يُعَدِّلَهُ لَيْسَ فِي اَلْأَشْيَاءِ بِوَالِجٍ وَ لاَ
عَنْهَا بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لاَ بِلِسَانٍ وَ لَهَوَاتٍ وَ يَسْمَعُ لاَ بِخُرُوقٍ وَ أَدَوَاتٍ يَقُولُ
وَ لاَ يَلْفِظُ وَ يَحْفَظُ وَ لاَ يَتَحَفَّظُ وَ يُرِيدُ وَ لاَ يُضْمِرُ يُحِبُّ وَ يَرْضَى مِنْ
غَيْرِ رِقَّةٍ وَ يُبْغِضُ وَ يَغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ يَقُولُ لِمَنْ أَرَادَ كَوْنَهُ كُنْ
فَيَكُونُ لاَ بِصَوْتٍ يَقْرَعُ وَ لاَ بِنِدَاءٍ يُسْمَعُ وَ إِنَّمَا كَلاَمُهُ سُبْحَانَهُ فِعْلٌ مِنْهُ
أَنْشَأَهُ وَ مَثَّلَهُ لَمْ يَكُنْ مِنْ قَبْلِ ذَلِكَ كَائِناً وَ لَوْ كَانَ قَدِيماً لَكَانَ إِلَهاً ثَانِياً
لاَ يُقَالُ كَانَ بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ فَتَجْرِيَ عَلَيْهِ اَلصِّفَاتُ اَلْمُحْدَثَاتُ وَ لاَ
يَكُونُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهُ فَصْلٌ وَ لاَ لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ فَيَسْتَوِيَ اَلصَّانِعُ وَ
اَلْمَصْنُوعُ وَ يَتَكَافَأَ اَلْمُبْتَدَعُ وَ اَلْبَدِيعُ خَلَقَ اَلْخَلاَئِقَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ خَلاَ
مِنْ غَيْرِهِ وَ لَمْ يَسْتَعِنْ عَلَى خَلْقِهَا بِأَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ وَ أَنْشَأَ اَلْأَرْضَ
فَأَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ وَ أَرْسَاهَا عَلَى غَيْرِ قَرَارٍ وَ أَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَائِمَ وَ
رَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمَ وَ حَصَّنَهَا مِنَ اَلْأَوَدِ وَ اَلاِعْوِجَاجِ وَ مَنَعَهَا مِنَ اَلتَّهَافُتِ
وَ اَلاِنْفِرَاجِ أَرْسَى أَوْتَادَهَا وَ ضَرَبَ أَسْدَادَهَا وَ اسْتَفَاضَ عُيُونَهَا وَ خَدَّ
أَوْدِيَتَهَا فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ وَ لاَ ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ هُوَ اَلظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهِ
وَ عَظَمَتِهِ وَ هُوَ اَلْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهِ وَ مَعْرِفَتِهِ وَ اَلْعَالِي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مِنْهَا
بِجَلاَلِهِ وَ عِزَّتِهِ لاَ يُعْجِزُهُ شَيْءٌ مِنْهَا طَلَبَهُ وَ لاَ يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهُ وَ لاَ
يَفُوتُهُ اَلسَّرِيعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهُ وَ لاَ يَحْتَاجُ إِلَى ذِي مَالٍ فَيَرْزُقَهُ خَضَعَتِ
اَلْأَشْيَاءُ لَهُ وَ ذَلَّتْ مُسْتَكِينَةً لِعَظَمَتِهِ لاَ تَسْتَطِيعُ اَلْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهِ إِلَى
غَيْرِهِ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَفْعِهِ وَ ضَرِّهِ وَ لاَ كُفْءَ لَهُ فَيُكَافِئَهُ وَ لاَ نَظِيرَ لَهُ
فَيُسَاوِيَهُ هُوَ اَلْمُفْنِي لَهَا بَعْدَ وُجُودِهَا حَتَّى يَصِيرَ مَوْجُودُهَا كَمَفْقُودِهَا
وَ لَيْسَ فَنَاءُ اَلدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا بِأَعْجَبَ مِنْ إِنْشَائِهَا وَ اخْتِرَاعِهَا وَ كَيْفَ
وَ لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَ بَهَائِمِهَا وَ مَا كَانَ مِنْ مُرَاحِهَا وَ
سَائِمِهَا وَ أَصْنَافِ أَسْنَاخِهَا وَ أَجْنَاسِهَا وَ مُتَبَلِّدَةِ أُمَمِهَا وَ أَكْيَاسِهَا عَلَى
إِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ مَا قَدَرَتْ عَلَى إِحْدَاثِهَا وَ لاَ عَرَفَتْ كَيْفَ اَلسَّبِيلُ إِلَى

Presented by Ziaraat.Com

إيجَادِهَا وَ لَتَحَيَّرَتْ عُقُولُهَا فِي عِلْمِ ذَلِكَ وَ تَاهَتْ وَ عَجَزَتْ قُوَاهَا وَ تَنَاهَتْ وَ رَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيرَةً عَارِفَةً بِأَنَّهَا مَقْهُورَةٌ مُقِرَّةٌ بِالْعَجْزِ عَنْ إِنْشَائِهَا مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ إِفْنَائِهَا وَ إِنَّ اَللَّهَ سُبْحَانَهُ يَعُودُ بَعْدَ فَنَاءِ اَلدُّنْيَا وَحْدَهُ لاَ شَيْءَ مَعَهُ كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا كَذَلِكَ يَكُونُ بَعْدَ فَنَائِهَا بِلاَ وَقْتٍ وَ لاَ مَكَانٍ وَ لاَ حِينٍ وَ لاَ زَمَانٍ عُدِمَتْ عِنْدَ ذَلِكَ اَلْآجَالُ وَ اَلْأَوْقَاتُ وَ زَالَتِ اَلسِّنُونَ وَ اَلسَّاعَاتُ فَلاَ شَيْءَ إِلاَّ اَللَّهُ اَلْوَاحِدُ اَلْقَهَّارُ اَلَّذِي إِلَيْهِ مَصِيرُ جَمِيعِ اَلْأُمُورِ بِلاَ قُدْرَةٍ مِنْهَا كَانَ ابْتِدَاءُ خَلْقِهَا وَ بِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا وَ لَوْ قَدَرَتْ عَلَى اَلاِمْتِنَاعِ لَدَامَ بَقَاؤُهَا لَمْ يَتَكَاءَدْهُ صُنْعُ شَيْءٍ مِنْهَا إِذْ صَنَعَهُ وَ لَمْ يَؤُدْهُ مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهُ وَ بَرَأَهُ وَ لَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ وَ لاَ لِخَوْفٍ مِنْ زَوَالٍ وَ نُقْصَانٍ وَ لاَ لِلاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلَى نِدٍّ مُكَاثِرٍ وَ لاَ لِلاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُثَاوِرٍ وَ لاَ لِلاِزْدِيَادِ بِهَا فِي مُلْكِهِ وَ لاَ لِمُكَاثَرَةِ شَرِيكٍ فِي شِرْكِهِ وَ لاَ لِوَحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَأْنِسَ إِلَيْهَا ثُمَّ هُوَ يُفْنِيهَا بَعْدَ تَكْوِينِهَا لاَ لِسَأَمٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِي تَصْرِيفِهَا وَ تَدْبِيرِهَا وَ لاَ لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ إِلَيْهِ وَ لاَ لِثِقَلِ شَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهِ لاَ يُمِلُّهُ طُولُ بَقَائِهَا فَيَدْعُوَهُ إِلَى سُرْعَةِ إِفْنَائِهَا وَ لَكِنَّهُ سُبْحَانَهُ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهِ وَ أَمْسَكَهَا بِأَمْرِهِ وَ أَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهِ ثُمَّ يُعِيدُهَا بَعْدَ اَلْفَنَاءِ مِنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِنْهُ إِلَيْهَا وَ لاَ اسْتِعَانَةٍ بِشَيْءٍ مِنْهَا عَلَيْهَا وَ لاَ لاِنْصِرَافٍ مِنْ حَالِ وَحْشَةٍ إِلَى حَالِ اسْتِئْنَاسٍ وَ لاَ مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَ عَمًى إِلَى حَالِ عِلْمٍ وَ اَلْتِمَاسٍ وَ لاَ مِنْ فَقْرٍ وَ حَاجَةٍ إِلَى غِنًى وَ كَثْرَةٍ وَ لاَ مِنْ ذُلٍّ وَ ضَعَةٍ إِلَى عِزٍّ وَ قُدْرَةٍ.[1]

(جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصّف کیا اس نے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصوّر کا پابند بنایا۔ اس نے اس کا رخ نہیں کیا، جو اپنی ذات

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ نمبر ۱۸۶، بعض نسخوں میں ۱۸۴ نمبر خطبہ کے طور پر مذکور ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ ہر چیز کا اندازہ مقرّر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے، وہ توانگر و غنی ہے۔ بغیر دوسروں سے استفادہ کئے، نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر، اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے، اس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلات شعور نہیں رکھتا اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں، اس نے نور کو ظلمت کی روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو باہم قریب لانے والا اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے، جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں، انہیں لفظ "منذ" نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے۔ اور لفظ "قد" نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے۔ لفظ "لولا" نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء و جوارح اور حواس کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو

Presented by Ziaraat.Com

سکتے۔ بھلا جو چیز اس کی مخلوقات پر طاری کی ہو، وہ اس پر کیونکر طاری ہو سکتی ہے۔اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہو سکتی ہے اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ اس میں کیونکر پیدا ہو سکتی ہے، اگر ایسا ہو تو اس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی اور اس کی حقیقت ہمیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کے لیے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا حالانکہ وہ اس امر مسلمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع، اور اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لیے روا ہے، اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا، وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصوّرات اسے پا نہیں سکتے کہ اس کا اندازہ ٹھہرا لیں اور عقلیں اس کا تصوّر نہیں کر سکتی کہ اس کی کوئی صورت مقرّر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اسے محسوس کر لیں اور ہاتھ اس سے مس نہیں ہو سکتے کہ اسے چھو لیں، وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے، اسے اجزاء و جوارح صفات میں سے اسی کی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو معین نہیں

Presented by Ziaraat.Com

کیا جاسکتا اور نہ یہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اسے بلند کریں اور خواہ پست، نہ یہ چیزیں اسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہیں اسے اِدھر اُدھر موڑیں اور چاہیں اسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے نہ ان سے باہر، وہ خبر دیتا ہے۔ بغیر زبان اور تالوے جبڑے کی حرکت کے۔ وہ سنتا ہے، بغیر کانوں کے سوراخوں والے آلات سماعت کے۔ وہ بات کرتا ہے، بغیر تلفظ کے۔ وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے۔ وہ ارادہ کرتا ہے، بغیر قلب اور ضمیر کے۔ وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے، وہ دشمن پر غضبناک ہوتا ہے بغیر غم وغصہ کی تکلیف کے، جسے پیدا کرنا چاہتا ہے اسے "ہو جا" کہتا ہے۔ جس سے وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جاسکے۔ بلکہ اللہ سبحانہُ کا کلام بس اس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے موجود نہیں ہو سکتا اور اگر وہ کلام قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آجائیں اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔ اس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اس نے مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر لٹکائے ہوئے اسے

Presented by Ziaraat.Com

برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اسے بچائے رہا۔ اس کے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس نے جو بنایا اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزر گاہوں کو شگافتہ کیا، اس میں کوئی سستی نہ آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وہ اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، وہ جس چیز کا اس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کی دسترس سے باہر نہیں نکل سکتی اور نہ ہی اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آسکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اسے روزی دے۔ تمام چیزیں اس کے سامنے عاجز اور اس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے آپ کو محفوظ سمجھ لیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اتر سکے، نہ اس کا مثل و نظیر ہے جو اس کی برابری کر سکے، وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے، یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (دشوار) نہیں اور کیوں کر

Presented by Ziaraat.Com

ایسا ہو سکتا ہے جب تمام حیوان وہ پرندے ہوں یا چوپائے رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں۔ یا چراگاہوں میں چرنے والے جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں، اور تمام آدمی خواہ غبی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہونگے اور نہ یہ جان سکیں گے اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت ہے اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سر گرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے بلا شبہ اللہ سبحانہ، دنیا کے مٹ جانے کے بعد ایک اکیلا ہو گا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہو گی۔ جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرنیش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہو گا اس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہو نگی سوائے اس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے۔ کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرنیش کی ابتداء ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور ان کا فنا ہونا بھی ان کی روک ٹوک کے بغیر ہو گا۔ اگر ان کو انکار پر قدرت ہوتی تو ان کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی جب اس نے کسی چیز کو بنایا تو اس کے بنانے میں اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اس نے خلق و ایجاد کیا اس کی آفرنیش نے اسے خستہ و درماندہ کیا۔ اس نے اپنی سلطنت) کی

Presented by Ziaraat.Com

بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک و سلطنت کا دائرہ بڑھانے کے لیے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور نہ اس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اس لیے نہیں کہ ان میں ردوبدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اس آسودگی و راحت کے خیال سے کہ جو (انہیں) مٹا کر اسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو۔ اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اسے دعوت دے بلکہ اللہ سبحانہ، نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے، اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا۔ نہ اس لیے کہ ان میں سے کسی چیز کی احتیاج ہے۔ اور ان کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لیے اور نہ جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کے لیے اور نہ فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور نہ ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لیے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔)

Presented by Ziaraat.Com

ان خطبات کا تذکرہ کرنے کے بعد استاد محترم فرماتے ہیں: امیر المومنین علیہ السلام نے ان خطبوں میں جو مطالب بیان فرمائے ہیں وہ خدا کی توحید ذات سے متعلق ہیں کہ جن کے معنی و مفاہیم ہزار سال بعد بھی علماء میں سے کسی ایک نے بھی درک نہیں کئے ہیں یہاں تک کہ بو علی سینا بھی ان مفاہیم کو نہیں سمجھ پائے ہیں اور توحید ذات حق کو توحید عددی تحریر کیا ہے۔

اور نیز پاورقی میں صفحہ ۱۱۰ پر بہت نایاب مطالب کا ذکر کیا ہے کہ جو پڑھنے کے قابل ہیں۔ میرے اعتبار سے بظاہر ایسا لگتا ہے کہ استاد کی ہزار سال کے علماء سے مراد مرحوم صدر المتالھین ہیں کہ جو توحید بالصرافہ کے قائل ہیں۔

جی ہاں! ہم آپ کے جسم مبارک کے احترام اور حضرت کے نفس سے تعلق کے اعتبار سے حضرت کی زیارت اور توسل کی غرض سے نجف اشرف جاتے ہیں و گرنہ آنحضرت کا نفس و روح نہ مشرق سے مخصوص ہے اور نہ مغرب سے بلکہ ہر جگہ موجود ہے؛ لَا شَرْقِيَّةٍ وَ لَا غَرْبِيَّةٍ -[1]

جی ہاں! آپ پوری کائنات پر سیطرہ رکھتے ہیں آپ کا وجود سب جگہ ہے اور سب کے ساتھ ہے حضرت آدم علیہ السلام جو کہ ابو البشر ہیں اپنی نجات اور ہدف تک پہنچنے کے لئے آپؑ سے ملتجی ہوئے اور اسی طرح دیگر انبیاء مانند حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خود ہمارے نبی علیہم السلام آپؑ سے متوسل ہوئے ہیں۔

۱۔ سورۂ نور، آیت ۳۵۔

Presented by Ziaraat.Com

ہم نے تفصیل کے ساتھ اپنے بعض بیانات میں کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جبکہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفیٰؐ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و برتر ہیں اور درجہ مخلصین پر فائز ہیں، لیکن مقام (ملوح) پر پہونچنے کے لئے خداوند متعال سے دعا کرتے ہیں اور خداوند اس مقام و مرتبہ کا آخرت میں ان سے وعدہ کرتا ہے: "وَلَقَدِ اصطَفَيْنَاهُ في الدُّنْيَا وَإِنَّهُ في الآخِرَةِ لَمِنَ الصالِحِينَ."[۱]۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام نے خداوند متعال سے جس مقام کے لئے درخواست کی تھی قرآن مجید میں اس کا جواب نہیں ملتا ہے کہ انہیں دنیا ہی میں عطا کردی گئی یا آخرت میں عطا ہوگی، فقط آپؑ کی دعا کا تذکرہ ملتا ہے: "أنت وَلِيّ في الدُّنْيَا وَ الآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسلِماً وَ أَلْحِقْنِي بِالصالِحِينَ."[۲]

امیر المؤمنین علیہ السلام کی بلندی درجات

قرآن مجید میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کو صالح المومنین سے تعبیر کیا گیا ہے: "إِن تَتُوبَا إِلى الله فَقَدْ صغَت قُلُوبُكُمَا وَإِن تَظهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاتُ وَ جِبرِئِيلُ وَ صالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَ الْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذٰلِك ظهِير."[۳]

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۳۰۔

۲۔ سورۂ یوسف، آیت ۱۰۱۔

۳۔ سورۂ تحریم، آیت ۴۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی عظمت و بلندی اور توحید ذاتی میں فنا ہو کر بقا ابدی پر پہونچ جانے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگرد ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم السلام آپؑ اور پنجتن پاک سے متوسل ہوتے تھے اور انہیں کی برکت سے اپنے ناقص کمال کو پایۂ تکمیل تک پہونچاتے تھے۔

كي رفته‌اي زدل كه تمنّا كنم ترا
كي بوده‌اي نهفته كه پيدا كنم ترا
غيبت نكرده‌اي كه شوم طالب حضور
پنهان نگشته‌اي كه هويدا كنم ترا
با صد هزار جلوه برون آمدي كه من
با صد هزار ديده تماشا كنم ترا
مستانه كاش در حرم و دير بگذري
تا قبله‌گاه مؤمن و ترسا كنم ترا
طوبي و سدره گر به قيامت به من دهند
يكجا فداي قامت رعنا كنم ترا

(میرے دل سے آپ کب غائب ہوئے ہیں کہ آپ کے دیدار کی تمنا کروں، آپ پوشیدہ ہی کب ہیں کہ جو آپ کو تلاش کروں۔

آپ غائب نہیں ہیں کہ آپ کے بارے میں فالیں نکالوں، آپ غائب نہیں ہوئے کہ آپ کی تلاش میں جاؤں۔

آپ لاکھوں جلووں سے باہر آئے ہیں اور میں نے لاکھوں آنکھوں سے آپ کا نظارہ کیا ہے۔

اے علی کے دیوانے و مستانے حرم سے دیر سے نکلنا تا کہ میں اپنے مولا کو مومن و کافر سب کا قبلہ قرار دوں۔

Presented by Ziaraat.Com

روز قیامت اگر مجھ کو طوبیٰ اور سدرہ بھی عطا کریں تب بھی میں ان سب کو ایک بار آپ پر قربان کر دوں گا۔)

امیر المومنین علیہ السلام کا ایک جلوہ نہیں تھا بلکہ ہزاروں جلوے تھے انسان کہاں ان آلودہ آنکھوں سے ان کا نظارہ کر سکتا ہے ہزاروں آنکھیں ہوں تب کہیں ان کا جلوہ نظر آ سکتا ہے پس علی ہی کی نظر سے علی کا نظارہ ہو سکتا ہے۔

دیده‌اي وام کنم از تو به رویت نگرم
زانکه شایستهٔ دیدار تو نبوَد نظرم

میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تاکہ آپ کا دیدار کر سکوں جب کہ میری نظر آپ کے دیدار کے قابل نہیں ہے۔

خدا کرے کہ ہر مقام پر ہمارا واسطہ امیر المومنین علیہ السلام ہی سے پڑے ایک آواز میں ہمیں اس طرح زندہ کریں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پرندوں کو زندہ کیا تھا، امیر المومنین علیہ السلام اپنی ایک نظرِ کرم سے ہمارے وجود کو سونا بنا کے اس پست دنیا سے انسانیت کی بلندی پر پہونچا سکتے ہیں اور اس انسان کو جو کہ اس تاریک دنیا میں ہوا و ہوس کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے ملکوتی بنا کے خالص توحید کی طرف ہدایت کر سکتے ہیں۔

به ذرّه گر نظر لطف بوتراب کند
به آسمان رود و کار آفتاب کند

(اگر حضرت ابوتراب کی ایک خاک کے ذرہ پر بھی نظر لطف ہو جائے تو یہ ذرہ آسمان پر جا کر آفتاب بن جاتا ہے۔)

Presented by Ziaraat.Com

امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت کی فضیلت میں روایات

امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کے باب میں حضرت رسول خدا ﷺ سے نقل ہوا ہے کہ: مَنْ زَارَ عَلِياً بَعْدَ وَفَاتِهِ فَلَهُ الْجَنَّةُ.[1]

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی زیارت کرے اس کے لئے جنت ہے۔ اور اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے:

مَنْ تَرَکَ زِيَارَةَ اَمِيرِ الْمُوْمِنِيْنَ، لَمْ يَنْظُرِ اللهُ اِلَيهِ، اَلَا تَزُوْرُوْنَ مَنْ تَزُوْرُهُ الْمَلَائِكَةُ وَ النَّبِيُّوْنَ؟[2] جو شخص امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کو ترک کرے خدا اس پر اپنی نظر رحمت نہیں کرتا۔ کیا تم اس کی زیارت نہیں کرتے کہ انبیاء اور ملائکہ جس کی زیارت کرتے ہیں؟

اور آپ سے دوسری روایت میں نقل ہوا ہے: اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَآءِ لَتُفْتَحُ عِنْدَ دُعَآءِ الزَّائِرِ لِاَمِيرِ الْمُوْمِنِيْنَ؛ فَلَاتَكُنْ عِنْدَ الْخَيْرِ نَوَاماً.[3]

بے شک امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کرنے والے شخص کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں پس خیر و رحمت کے حصول سے خواب غفلت میں نہ رہو!

علامہ مجلسی رضوان اللہ علیہ نے مناقب اور اخباء الطالبین سے روایت نقل کی ہے کہ: رومی مسلمانوں کے ایک گروہ کو اسیر کرکے بادشاہِ روم کے

۱۔ مناقب، ابن شہر آشوب، طبع سنگی، ج/۲، ص/۸۴۔

۲۔ مناقب، ابن شہر آشوب، طبع سنگی، ج۲، ص ۸۴۔

۳۔ مناقب، ابن شہر آشوب، طبع سنگی، ج۲، ص ۸۴۔

Presented by Ziaraat.Com

پاس لے گئے بادشاہ نے ان سے کفر اختیار کرنے کو کہا مسلمانوں نے انکار کر دیا۔

بادشاہ روم کے حکم پر انہیں زیتون کے کھولتے تیل میں ڈال دیا گیا اور فقط ان میں سے ایک شخص کو زندہ رکھا تاکہ وہ اس واقعہ کی خبر مسلمانوں کو دے۔

اس شخص نے مملکت اسلامی کی طرف حرکت کی۔ آدھی رات میں اس کے کانوں میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ اس نے رک کر دیکھا تو اس کے وہ ساتھی گھوڑوں پر سوار ہیں جو زیتون کے کھولتے تیل میں جل چکے تھے۔

اس نے اس واقعہ کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے جواب دیا: جب امیر المومنین علیہ السلام اس دار فانی سے رحلت فرما گئے تو آسمان سے ایک منادی نے تمام شہداء کہ جو خشکی یا دریا میں شہید ہوئے تھے، ندا دی: امیر المومنین علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں تم ان کی نماز جنازہ پڑھو! ہم نے اپنی قبروں سے اٹھ کر نماز پڑھی ہے اور اس وقت نماز پڑھ کر اپنی آرامگاہ کی طرف پلٹ رہے ہیں۔[۱]

توجہ رہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہے اور اس شخص کو عالم مکاشفہ میں معلوم ہوا ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج۹، ص۶۷۹۔

Presented by Ziaraat.Com

امیر المؤمنین و سید الشہداء علیہما السلام کے قاتلین پر فرشتوں کی لعنت

صفوان جمّال روایت کرتے ہیں کہ میں حج کے موقع پر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا۔ راستے کے دوران آپ بہت زیادہ متاثر تھے۔ میں نے اس غم واندوہ کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مومن دیکھے اور غمگین نہ ہو!

خدا کی قسم جو میں سن رہا ہوں اگر تو بھی سن لے تو غمگین ہو جائے گا۔

میں نے عرض کیا: آقا فرمایئے آپ کے متاثر ہونے کا سبب کیا ہے اور کس چیز کا آپؑ نے مشاہدہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: تمام فرشتے عرش الٰہی پر بارگاہ خداوندی میں دعا کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خدایا امیر المومنین علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کے عذاب میں اضافہ فرما اور تمام ملائکہ اور قبیلہ اجنّا میرے جد امیر المومنین اور امام حسین علیہما السلام کی مصیبت پر محو گریہ ہیں۔

انسان اس منظر کو دیکھ کر کیا سکون کو چین کی نیند سو سکتا ہے اور کھانے پینے کی فکر کر سکتا ہے؟[1]

ابن قولویہ قمی نے اپنے بابا سے انہوں نے سعد بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے بعض ساتھیوں سے انہوں نے احمد بن قتیبہ ہمدانی سے اس نے اسحاق

۱۔ نفس المہموم، ص ۳۱۳، از ابن قولویہ۔

Presented by Ziaraat.Com

بن عمار سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ: میں نے شب عرفہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حرم مبارک میں شب گزاری اور مسلسل مشغول نماز رہا۔ حائر حسینی میں تقریباً پچاس ہزار افراد تھے کہ جن کے چہرے نورانی اور عطر سے معطر تھے اور وہ بھی ساری رات مشغول نماز رہے۔ لیکن جیسے ہی صبح نمودار ہوئی اور میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو ان افراد میں سے کوئی نہیں دکھائی دیا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پچاس ہزار ملائکہ امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے کربلا آئے تھے مگر جیسے ہی وہ کربلا امام حسین شہید ہو چکے تھے۔ جس وقت وہ آسمان پر واپس پہونچے۔ خداوند متعال نے ان پر وحی نازل کی: تم میرے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرزند کی نصرت و مدد کے لئے کربلا گئے تھے۔ لیکن وہ تمہاری نصرت سے پہلے شہید ہو چکے لہٰذا تم دوبارہ زمین کی طرف پلٹ جاؤ اور قبر حسین علیہ السلام کے چاروں طرف قیامت تک مقیم رہو اور عزاداری و گریہ وبکا میں مشغول رہو۔[۱]

۱۔ کامل الزیارات، طبع سنگی، باب ۳۹، ص ۱۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

چھبیسویں مجلس

وجہ اللہ اور وجہ موجودات کا مطلب

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com

أعوذُ بِالله منَ الشَّيطانِ الرَّجيم

بِسْمِ اللهَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيم

اَلْحَمْدُ لله رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلوةُ وَالسَّلاَمُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدْ وَّآلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الْآنَ اِلَى قِيَامِ يَوْمِ الدِّيْنِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.[۱]

قَالَ اللهُ الْحَكِيْم فِيْ كِتَابِهِ اَلْكَرِيْمِ:"كُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَانٍ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الجَلَالِ وَ الاكْرَامِ."[۲]

دنیا کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ظاہری یہی مادی موجودات ہے کہ جس کا ہر فرد قابل تشخیص ہے اور ہر ایک اپنے وجود کی ماہیت و حقیقت کی وسعت کے اعتبار سے نعمت وجود اور علم و قدرت سے سرفراز ہے اور یہ مختلف حقیقتیں اپنے نفس کو عزت و سربلندی کی دعوت دیتی ہیں اور اپنی شخصیت کا دفاع کرتی ہیں۔

جب یہ اپنے وجود میں کسی طرح کی کمی یا نقص کا احساس کرتی ہیں تو دوسری موجودات سے استفادہ کرتی ہیں اور ان کے ذریعہ نقص کو دور کرتی

۱- یہ مطالب چھبیسویں ماہ رمضان المبارک ۱۳۹۶ھ کو بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ سورۂ رحمٰن، آیت ۲۶-۲۷۔

Presented by Ziaraat.Com

ہیں اور ضرر کے دفاع اور منفعت کے حصول کے لئے تلاش و کوشش میں کسی طرح کا دریغ نہیں کرتیں اور اگر ذرہ برابر اپنی زندگی میں کسی خطرے کا مشاہدہ کرتی ہیں تو پوری قدرت وتوانائی کے ساتھ دفاع کے لئے آمادہ ہو جاتی ہیں اور آخر دم تک دفاع کرتی ہیں۔

یہ موجودات مختلف نفوس کی حامل ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے وجود میں مستقل ہے اور اپنے خاص وجود کے علم کو دوش پر اٹھائے ہوئے ہے۔

موجودات میں وجہ اللہ

اور اس کائنات کا باطن؛ تمام موجودات کا عالمِ مجرد لاہوت وجبروت اور خداوند سے خالص رابطہ ہے کہ جو انہیں زندگی اور علم و قدرت عطا کرتا ہے اور ہمیشہ اس حقیقت کے چمن کے پھولوں کو شاداب رکھتا ہے اور یہ رابطہ اس طرح ہے کہ اگر ایک لحہ بھی یہ منقطع ہو جائے تو اس وسیع و عریض کائنات کا وجود عدم میں بدل جائے۔

عالم ظاہر کو وَجہ خلقت کہا جاتا ہے اور عالم باطن کو وجہ اللہ کہتے ہیں۔

وجہ کے معنی ایک چیز کی ذات کے ظاہر کرنے اور چہرے کے ہیں۔ مثلاً تمام اعضاء کے درمیان انسان کا چہرہ اس کی بہترین نشاندہی کرتا ہے کہ جسے صورت سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

وجہ عمارت، عمارت کا اگلا حصہ ہوتا ہے جو اسے دیگر عمارتوں سے جدا کرتا ہے اسی طرح سواری گاڑیاں اور دیگر چیزوں کے درمیان بھی وجہ (چہرہ) ہی ان کی شناخت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کائنات کے چہرے انسانوں اور حیوانوں کی صورت میں مختلف ہیں کیونکہ انہیں مختلف صورتوں میں پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ ان کے چہروں میں بھی اختلاف کا معیار نظر آتا ہے۔

حقیقت میں وجہ اللہ

جس وجہ اللہ نے اس موجودات کو لباس وجودی پہنایا وہ واحد و یکتا ہے کیونکہ خدا ایک ہے اور حیات و علم اور قدرت جو عطا کرتا ہے وہ بھی ایک ہے اور اس موجودات کا عالم باطن کے ساتھ رابطہ بھی یکتا ہے۔

تمام موجودات میں زندگی، علم اور قدرت کی مقدار مختلف ہے لیکن ذات الٰہی کے لئے موجودات کے اندر یہ صفتیں ایجاد کرنے میں کسی طرح کا کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔ خداوند متعال نے ایک ذرہ کی نسبت سورج کو خلق کرنے میں زیادہ قدرت کا استعمال نہیں کیا ہے اور جتنی قدرت اور علم ایک معمولی پتھر خلق کرنے میں استعمال کی ہے اس سے زیادہ الوند پہاڑ کو بنانے میں نہیں کی ہے اور نیز اسی طرح ایک مچھر اور ہاتھی اور کائنات کی سب سے بلند ترین اور پہلی مخلوق حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر انسان اور حیوان ضعیف تک اس کی قدرت و علم کے استعمال میں فرق نہیں پایا جاتا ہے۔[1]

۱۔ اسفار اربعہ، طبع سنگی، ج۱، ص۲۶؛ طبع حروفی، ج۱، ص۱۱۴ میں عرب کا مشہور فلسفی یعقوب بن اسحاق کندی سے نقل ہے کہ: "اذاکانت العلَّة الأولی مُتّصلة بنا لفیفه علینا و کنّا غیر مُتّصلین به الّا مِن جهته،فقد یُمکن فِینا مُلاحَظتهَ عَلَی قدر مَا یمکن للمُفاض علیه ان یُلاحظ المفیض،فَیَجب انَ لا یُنسَب قدر اِحاطته بنا اِلی قدر مُلاحظتنا له،لانّها اغزر واومر واسدّ استغراقاً."

خداوند متعال کی قدرت و علم اور تمام صفات واسماء کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے اور یہ ایک مخصوص روش سے موجودات کے ساتھ رابطہ برقرار کرتے ہیں۔ خدا کی جانب سے نہ شدت وضعف ہے نہ کمی وزیادتی ہے اور نہ زمان ومکان ہے۔

"وَمَا أَمْرُنَا إِلا وَحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ."[۱]

اور ہمارا حکم بس ایک ہی ہوتا ہے پلک جھپکنے کی طرح۔

"وَمَا أَمْرُ السَاعَةِ إِلا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَب."[۲]

اور قیامت کا معاملہ تو ایسا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی قریب تر ہے۔

لیکن اس دنیا کی مخلوق کی جانب سے شدت و ضعف، کمی وزیادتی، زمان ومکان کی پابندی اور تمام عارض ہونے والی چیزیں مختلف ماہیتوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔

جو خداوند متعال کی جانب سے ہے اسے وجہُ اللہ اور جو مخلوق کی طرف سے ہے اسے وجۃ الخلق کہتے ہیں اور نیز اسے عالم ملکوت یا باطن اور غیب، اسے عالم ملک یا شہادت اور ظاہر بھی کہا جاتا ہے۔

"أَلا لَهُ الخَلْقُ وَ الأَمْرُ تَبَارَكَ اللهُ رَبّ الْعَالَمِينَ."[۳]

۱۔ سورۂ قمر، آیت ۵۰۔

۲۔ سورۂ نحل، آیت ۷۷۔

۳۔ سورۂ اعراف، آیت ۷۷۔

Presented by Ziaraat.Com

آگاہ رہو! آفرینش اسی کی ہے اور امر بھی اسی کا ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ جو عالمین کا رب ہے۔

"فسبْحَانَ الَّذی بِیَدِہ مَلَکُوت کلّ شیْء وَ اِلَیْہِ تُرْجَعُونَ." [1]

پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی سلطنت ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

"قُلْ مَن بِیَدِہِ مَلَکُوت کلّ شیْء وَ ھُوَ یجِیرُ وَ لا یجَارُ عَلَیْہِ..." [2]

کہد یجیے: وہ کون ہے جس کے قبضے میں ہر چیز کی بادشاہی ہے؟ اور وہ کون ہے جو پناہ دیتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دے سکتا، اگر تم جانتے ہو؟ (تو بتاؤ)۔

"عَالِمُ الْغَیْبِ وَ الشھَادَۃ."(یہ جملہ قرآن مجید کی دسوں آیات میں آیا ہے من جملہ: سورۂ انعام، آیت ۷۳)

وَمَا الْوَجْہُ الَّا وَاحدَ غَیْرُ اَنَّہُ
اذَا اَنْتَ عَدَّدْتَ الْمرَایَا تَعَدَّدَا

(وجہ؛ چہرہ ایک ہی ہے مگر جب تم آئینوں کو شمار کروگے تو وہ متعدد ہیں)

جی ہاں! اس مادی دنیاکے مختلف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تمام موجودات جو کہ نشانی خدا اور جمال الٰہی کا آئینہ ہیں، مختلف ہیں اور یہ

۱۔ سورۂ یٰس، آیت ۸۳۔

۲۔ سورۂ مومنون، آیت ۸۸۔

Presented by Ziaraat.Com

موجودات اپنے وجود کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن صاحب آئینہ جو کہ ذات پروردگار ہے، کے اعتبار سے واحد ویکتا ہے۔

بالکل اسی طرح کہ جیسے ایک کمرے میں کوئی شخص کھڑا ہو جائے اور اسے بالمقابل مختلف طریقے سے آئینہ بندی کردی جائے یہ واضح وروشن بات ہے کہ ہر آئینہ میں مخصوص شکل نظر آئے گی جبکہ ان صورتوں کا مرکز ایک ہی شخص ہے۔

عالم امر جو کہ عالم وجہ اللہ اور موجودات کے لئے سبب خلقت ہے وہ ایک سے زیادہ نہیں ہے اور یہ جو اس عالم میں کثرت اور لا تعداد آئینے پائے جاتے ہیں یہ مخلوق اپنے ساتھ لائی ہے۔ زوال وعدم، موت وہلاکت کا تعلق اس موجودات کی وجہ خلقت سے ہے چونکہ اس مادی عالم کی بنیاد تبدیلی و تغیر پر رکھی گئی ہے۔

موجودات کا وجہ الٰہی، بسیط و مجرد وزوال ناپذیر ہے

لیکن اس عالم کے وجہ اللہ کے وجود میں عدم وزوال نہیں پایا جاتا ہے کیونکہ مادی نہیں ہے زمان ومکان اور تمام صفات فانی اس پر عارض نہیں ہوتی ہیں وہ بسیط ہے مجرد ہے ربط محض اور نفس تعلق ہے۔

كُلُّ شَئٍ هَالِک الاّ وجه۔ ہر چیز فنا و نابود ہونے والی ہے مگر اس کا چہرہ باقی رہنے والا ہے۔

اور یہ بھی واضح ہے کہ ہر چیز کا وجہ الٰہی باقی رہنے والا اور ثابت ہے نہ متغیر، مجرد ہے نہ مادی، محض رابطہ ہے نہ کہ ارتباط۔

Presented by Ziaraat.Com

مذکورہ مطالب کو مد نظر رکھتے ہوئے اس آیہ کریمہ کا معنی "فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ"[۱] جس طرف بھی رخ کریں وہاں وجہ خدا ہے، بخوبی واضح و روشن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وجہ خدا سے مراد ہر موجود کا اپنے خدا سے تعلق و رابطہ ہے اور یہ بھی روشن ہے کہ خدا ہر چیز کے ساتھ ہے مگر اس میں نہیں ہے۔ پس جہاں موجودات ہیں وہاں وہ بسیط و مجرد وجہ خدا ہے۔

فارسی زبان معروف شاعر باباطاہر نے کیا ہی خوب بیان کیا ہے:

به صحرا بنگرُم صحرا ته وینُم
به دریا بنگرُم دریا ته وینُم
به هر جا بنگرُم کوه و در و دشت
نشان از روي زيباي ته وینُم

(میں صحرا کو دیکھتا ہوں صحرا اور اس میں موجود ہر چیز اور دریا کو دیکھتا ہوں اور اس میں موجود ہر چیز اور ہر جگہ جہاں بھی نظر جائے پہاڑ و جنگل و بیابان اس کی خوبصورتی کی عکاسی کر رہی ہیں۔)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام بارگاہ خداوندی میں دعا و مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أُنَاجِيكَ يَا مَوْجُوْدُ فِى كُلِّ مَكَانٍ لَعَلَّكَ تَسْمَعُ نِدَائِىْ.[۲]

اے وہ خدا کہ جو ہر جگہ موجود ہے میں تجھ سے تنہائی میں راز و نیاز کرتا ہوں کہ میری ندا کو سن لے۔

۱۔ سورۂ بقرہ، آیت ۱۱۵۔

۲۔ یہ دعائے حزین کے شروع کا جملہ ہے کہ جسے شیخ نے مصباح المتہجد، طبع سنگی، ص ۱۱۶ پر نماز وتر کے بعد کی دعاؤں کے ضمن میں نقل فرمایا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہ واضح ہے کہ مکان، خدا کا ظرف وجودی نہیں ہے بلکہ مراد وہی وجہ اللہ ہے کہ جو ہر جگہ موجود ہے اور ہر موجود کے ساتھ ہے اور اس کی باطنی حقیقت ہے۔

جیسا کہ آیات نفخ صور میں ذکر کیا ہے:

"فَصعقَ مَن فی السمَاوَات وَ مَن فی الأَرْضِ إِلا مَن شاءَ اللّٰہ۔۔"[۱]

" فَفَزِعَ مَن فی السمَاوَاتِ وَ مَن فی الأَرْضِ إِلا مَن شاءَ اللّٰہ۔۔"[۲]

ان مذکورہ آیات کو کہ جو وجہ اللہ جو کہ ہر چیز کا باطن اور ملکوت ہے، کے ساتھ تطبیق دینے سے بخوبی واضح و روشن ہو جاتا ہے کہ مَن شاءَ اللّٰہ سے مراد وجہ خدا ہے اور وجہ اللہ کو موت نہیں آسکتی ہے اور جو بھی اس مقام پر پہونچ جائے یعنی اپنی مادی خلقت سے عبور کر کے نفس امارہ کو کچل کر ذات و صفات خدا میں فانی ہو جائے تو اس کے لئے نہ ہلاکت ہے اور نہ موت۔

آئمہ طاہرین علیہم السلام اور مخلصین، وجہ الٰہی ہیں اور تمام مخلوقات کے ساتھ ہیں

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے القاب میں سے ایک لقب وجہ اللہ ہے اور آپ کی زیارت میں مذکور ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَی وَجْہِ اللہِ الْمُتَلَقِّبِ بَیْنَ اَظْھر عِبَادِہ.[۳]

سلام ہو وجہ اللہ پر کہ جس کا سچے بندوں کے درمیان یہ لقب ہے۔

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۶۸۔

۲۔ سورۂ نمل، آیت ۸۷۔

۳۔ "النجم الثاقب" لقب ۱۷۵، ص ۴۶۔

Presented by Ziaraat.Com

اور دعائے ندبہ میں مذکور ہے:

أَيْنَ وَجْهُ اللهِ الَّذِىْ يَتَوَجَّهُ اِلَيهِ الْاَوْلِيَاءُ.[۱]

کہاں ہے وجہ اللہ کہ جس سے اولیاء خدا متوسل ہوتے ہیں؟

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہوئی ہے:

مَنْ زَعَمَ اَنَّ لله وَجْهاً كَالْوُجُوْه فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ لله جَوَارِحَ كَجَوَارِحِ الْمَخْلُوْقِيْنَ فَهُوَ كَافِرٌ بِالله فَلَا تَقْبَلُوْا شَهادَتَهُ وَلَا تَاكُلُوْا ذَبِيْحَتَهُ،تَعَالَى اللهُ عَمَّا يَصَفُهُ الْمُشَبِّهُوْنَ بِصِفَةِ الْمَخْلُوْقِيْنَ،فَوَجْهُ اللهِ اَنْبِيَائُهُ وَ اَوْلِيَائُهُ.[۲]

جو شخص یہ گمان کرے کہ خداوند متعال مخلوق کے مانند چہرہ اور شکل وصورت رکھتا ہے اس نے شرک کیا ہے اور جو شخص خدا کے لئے مخلوق کی طرح اعضاء وجوارح تصور کرے تو اس نے کفر کیا ہے اس کی گواہی کو قبول نہ کیا جائے اور اس کے ہاتھ کے ذبح شدہ نہ کھایا جائے۔

خداوند متعال منزہ اور پاک وپاکیزہ ہے ان تمام صفات سے جو بندے مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔وجہ پروردگار سے مراد انبیاء واولیا ہیں۔

جو لوگ مقام وجہ اللہ پر پہونچ جاتے ہیں وہ ہمیشہ خدا کے ساتھ رہتے ہیں اور کوئی چیز خدا کے حضور میں رہنے سے ان کے درمیان حائل نہیں ہوتی۔

تَجَلَّى لِىَ الْمَحْبُوْبُ فِى كُلِّ وِجْهَةٍ
فَشَاهَدْتُهُ فِى كُلِّ مَعْنىً وَ صُوْرَةٍ[۳]

۱۔ "مصباح الزائر" سید بن طاووس۔

۲۔ "سفینۃ البحار" ج۲، ص ۶۳۵۔

۳۔ "طبقات الاخیار" شعرانی، ج۱، ص ۱۸۲ یہ شعر شیخ ابراہیم دسوقی کا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

محبوب نے ہر چیز میں میرے لئے تجلی کی، پس میں نے اس کا ہر اعتبار سے مشاہدہ کیا۔

جَلَتْ فِی تَجَلِّیْها الْوُجُوْدُ لِنَاظِرِی
فَفِی کُلِّ مَرْئِیٍّ اَرَاها بِرُوْیَةِ[1]

خداوند متعال نے عالم وجود میں میری آنکھوں میں تجلی کی لہٰذا میں نے ہر شئی میں خدا کے جمال کو دیکھا۔

گفت نوح اي سركشان من من نيم
من ز جان مُردم به جانان ميزيم
چون ز جان مردم به جانان زنده‌ام
نيست مرگم، تا ابد پاينده‌ام
چون بمُردم از حواسات بشر
حقّ مرا شد سمع و ادراك و بصر
چونكه من من نيستم اين دم زهوست
پيش اين دم هر كه دم زد كافر اوست
گر نبودي نوح را از حقّ يدي
پس جهاني را چسان بر هم زدي

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: اے میری قوم کے سرکش انسانو! میں نہیں ہوں، میں بدنی اعتبار سے مردہ ہوں اور روحی اعتبار سے زندگی بسر کر رہا ہوں۔

چونکہ میں بدنی اعتبار سے مر چکا ہوں اور روحی اعتبار سے زندہ ہوں، لہٰذا میرے لیے موت نہیں ہے اور میں ہمیشہ پائندہ ہوں۔

۱۔ "دیوان" ابن فارس تائیہ کبری سے، ص ۶۶۔

Presented by Ziaraat.Com

میں بشری حواس کے لحاظ سے مر چکا ہوں، لہٰذا کان و آنکھ و ادراک سے دور ہوں۔

اور اب میں، میں نہیں ہوں بلکہ وہ ہے اور اس سامنے جو بھی دم بھرے گا وہ کافر ہے۔

اگر نوح کے پاس ید اللّٰہی نہ ہوتا تو یہ کائنات تہہ و بالا ہو جاتی۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَوْدُلِّيتُمْ بِالْأَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطْتُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى.[۱]

اگر تم زمین کے سب سے نیچے طبقے میں بھی اتار دیے جاؤ تو بھی خدا ہی نے تمہیں اس میں ڈالا ہے۔

اور اسفار کے حاشیہ اور دیگر نسخوں میں اس طرح ذکر ہوا ہے کہ:

لَوْاُدْلِيْتُمْ بِحَبْلٍ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلَى لَهَبَطْتُمْ عَلَى اللهِ تَعَالَى.

اگر رسّی کے ذریعہ تمہیں زمین کے سب سے نچلے حصہ میں اتار دیا جائے پھر بھی خدا کے سامنے پیش ہو جاؤ گے۔

البتہ اس قول کا وہی مفہوم ہے کہ جو امام زین العابدین علیہ السلام نے دعائے حزین میں فرمایا ہے: **اُنَاجِيْكَ يَا مَوْجُوْدُ فِى كُلِّ مَكَانٍ.** یعنی تمام مخلوق گرچہ روئے زمین کے پست ترین علاقہ ہی میں کیوں نہ ہو وہاں وجہ خدا موجود ہے اور خداوند متعال بلا تفریق ہر چیز میں موثر ہے ہر چیز کے علت وجود و کو وجہ خلقت اور اس وجود میں اثر کو وجہ اللہ کہتے ہیں۔

۱۔ "اسفار" طبع سنگی، ج۱، ص۲۶، وطبع حروفی، ج۱، ص۱۱۴۔

Presented by Ziaraat.Com

جی ہاں! جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے مخلص اور مقرب بندوں کو موت نہیں آئے گی اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور تمام وہ راستے کہ جو ایک عام انسان کو طے کرنا ضروری ہیں جیسے موت کا خوف، عذاب قبر، نفخ صور کا سننا، قبر میں سوالات کا ہونا، دوبارہ نفخ حیات کا سننا اور قبر میں لباس برزخی اور مثالی کا پہننا ان تمام مراحل سے استثناء ہیں یعنی انہوں نے یہ تمام راستے نفس امارہ کے ساتھ جہاد کرکے طے کرلیے ہیں یہ بلا فاصلہ جنت میں داخل ہو کر صالحین سے ملحق ہو جائیں گے اور خدا کی لازوال نعمات سے فائدہ اٹھائیں گے۔

ان راستوں کو بہر حال ہر صورت میں طے کرنا ہے کیونکہ انسان کا مقام نفس اور قیامت تک کی منزل کو طے کرنا ضروریات میں سے ہے اور انسان کا بغیر درجات و مراتب طے کئے ہوئے اس منزل تک پہنچنا محال ہے۔

اگر انسان راہ خدا کو اپنے اختیار اور مجاہدت کے ذریعہ طے نہ کرے تو اس کو مجبوراً طے کرایا جائے گا

پس اگر مقربین و مخلصین اور سابقین کے مانند یہ راستے توفیق الٰہی سے جہاد نفس کے ذریعہ جو کہ جہاد اکبر ہے، طے ہو گئے تو ٹھیک ورنہ موت کے بعد بالجبر انسان کو یہ مراحل طے کرنا ہوں گے بالآخر متکبر اور خود بین اور خدا کے منکر کو جبراً مقام عبودیت اور شان الٰہی کا اقرار کرنا ہو گا۔

Presented by Ziaraat.Com

دنیا کے ختم ہونے اور انسان کے خدا کی جانب پلٹنے پر آیات قرآنی کی دلالت

إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ الأَرْضِ إِلاَّ آتِي الرَّحْمَانِ عَبْداً * لَّقَدْ أَحْصاهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا * وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَرْداً۔[۱]

زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی بارگاہ میں بندہ بن کر حاضر ہونے والا نہ ہو خدا نے سب کا احصاء کرلیا ہے اور سب کو باقاعدہ شمار کرلیا ہے اور سب ہی کل روز قیامت اس کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں۔

دنیا کے لوگوں کے لئے ایک چینخ بلند کی جائے گی:

وَ مَا يَنظُرُ هَؤُلاءِ إِلا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ۔[۲]

یہ صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ایک ایسی چینخ بلند ہوجائے جس سے ادنیٰ مہلت بھی نہ مل سکے اور انہیں یہاں سے لے جانے میں فقط اتنی مہلت بھی نہیں دی جائے گی کہ جس میں اونٹ کا دوبارہ دودھ نکالا جاتا ہے۔

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ * وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ۔[۳]

روز قیامت وہ دن ہے کہ جس دن لوگ بکھرتی ہوئی پتنگوں کی مانند ہوجائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑنے لگیں گے۔

۱۔ سورۂ مریم، آیت ۹۲-۹۵۔

۲۔ سورۂ ص، آیت ۱۵۔

۳۔ سورۂ قارعہ، آیت ۴-۵۔

Presented by Ziaraat.Com

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ * تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ * قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ * أَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ * يَقُولُونَ أَءِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ * أَءِذَا كُنَّا عِظَاماً نَخِرَةً * قَالُوا تِلْكَ إِذاً كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ * فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ * فَإِذَا هُم بِالسَّاهِرَةِ.[1]

ایک روز ایسا بھی آئے گا کہ جس دن زمین کو جھٹکا دیا جائے گا اور اس کے بعد دوسرا جھٹکا لگے گا۔ اس دن دل لرز جائیں گے۔ آنکھیں خوف سے جھکی ہوں گی۔ ایسے حولناک عالم میں سر کو اٹھا کر یہ کفار کہتے ہیں کہ کیا ہم پلٹ کر پھر اس دنیا میں بھیجے جائیں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور خدا ہمیں حساب وکتاب کے لئے قبر سے نکالے گا؟

کیا جب ہم قبر کے درمیان کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے تب؟ لہٰذا یہ تو بڑے گھاٹے والی واپسی ہو گی۔

ایک چیخ بلند ہو گی جس کے بعد سب قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں نظر آئیں گے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الأَرْضُ وَ الْجِبَالُ وَ كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيباً مَّهِيلاً.[2]

جس دن زمین اور پہاڑ لرزہ میں آ جائیں گے اور یہ سخت پہاڑ جو کہ زمین پر میخ کے مانند ہیں۔ اس طرح آپس میں ٹکرائیں گے کہ ریت کا ٹیلا بن گئے ہوں۔

۱۔ سورۂ نازعات، آیت ۶-۱۴۔

۲۔ سورۂ مزمل، آیت ۱۴۔

Presented by Ziaraat.Com

إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ * وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ * وَإِذَا الأَرْضُ مُدَّتْ * وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَ تخَلَّتْ * وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ * يَأَيُّهَا الانْسَانُ إِنَّكَ كادِحٌ إِلى رَبِّكَ كَدْحاً فَمُلاَقِيه۔[1]

تم دیکھو گے کہ جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کا حکم بجالائے گا اور یہ ضروری بھی ہے اور جب زمین برابر کرکے پھیلا دی جائے گی اور وہ اپنے ذخیرے پھینک کر خالی ہو جائے گی اور اپنے پروردگار کا حکم بجالائے گی اور یہ ضروری ہے۔ اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف جانے کی کوشش کر رہا ہے تو ایک دن اس کا سامنا کرے گا۔

إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ * وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ * وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ * وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ * عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ أَخَّرَتْ * يَأَيُّهَا الْانْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ * الَّذِى خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ۔[2]

جب آسمان شگافتہ ہو جائے گا۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔ اور جب سمندروں میں پھوٹ ڈالی جائے گی۔ اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی۔ اس وقت انسان کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔ اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے کریم پروردگار کے بارے میں دھوکے میں رکھا؟ جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے درست بنایا پھر تجھے معتدل بنایا۔

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ * وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ * وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ * وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ * وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ * وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ * وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ * وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ * بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ * وَإِذَا

۱۔ سورۂ انشقاق، آیت ۱تا۶۔

۲۔ سورۂ انفطار، آیت ۱تا۷۔

Presented by Ziaraat.Com

الصُّحُفُ نُشِرَتْ * وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ * وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ * وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ * عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ.[۱]

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا،اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے،اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے،اور جب حاملہ اونٹنیاں (اپنے حال پر) چھوڑدی جائیں گی،اور جب وحشی جانور اکھٹے کر دیے جائیں گے،اور جب سمندروں کو جوش میں لایا جائے گا،اور جب جانیں (جسموں سے)) جوڑ دی جائیں گی،اور جب زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی؟اور جب اعمال نامے کھول دیے جائیں گے،اور جب آسمان اکھاڑ دیا جائے گا،اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی،اور جب جنت قریب لائی جائے گی،اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے۔

اس کے بعد خداوند متعال فرماتا ہے:

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ * الْجَوَارِ الْكُنَّسِ * وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ * وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ * إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ.[۲]

نہیں! میں قسم کھاتا ہوں پس پردہ جانے والے ستاروں کی، جو روانی کے ساتھ چلتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں، اور قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ جانے لگتی ہے، اور صبح کی جب وہ پھوٹتی ہے، کہ یقینا یہ (قرآن) معزز فرستادہ کا قول ہے۔

۱۔ سورۂ تکویر، آیت ۱-۱۴۔

۲۔ سورۂ تکویر، آیت ۱۵-۱۹۔

Presented by Ziaraat.Com

يَأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ * يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُم بِسُكَارَى وَ لَكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ۔[1]

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کیونکہ قیامت کا زلزلہ بڑی (خوفناک) چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی (ماں) اپنے شیر خوار کو بھول جائے گی اور تمام حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا بیٹھیں گی اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے، حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہو گا۔

فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ * وَخَسَفَ الْقَمَرُ * وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ * يَقُولُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ * كَلَّا لَاوَزَرَ * إِلَى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ * يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ * بَلِ الْاِنْسَانُ عَلَى نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ * وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَهُ۔[2]

پس جب آنکھیں پتھرا جائیں گی، اور چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج اور چاند ملا دیئے جائیں گے، تو انسان اس دن کہے گا: بھاگ کر کہاں جاؤں؟ نہیں! اب کوئی پناہ گاہ نہیں۔ اس روز ٹھکانا تو صرف تیرے رب کے پاس ہو گا۔ اس دن انسان کو وہ سب کچھ بتا دیا جائے گا جو وہ آگے بھیج چکا اور پیچھے چھوڑ آیا ہو گا۔ بلکہ انسان اپنے آپ سے خوب آگاہ ہے، اور خواہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے۔

۱۔ سورۂ حج، آیت ۱-۲۔

۲۔ سورۂ قیامت، آیت ۷-۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ * وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً * فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ.[1]

پس جب صور میں ایک دفعہ پھوک ماری جائے گی، اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے تو وہ ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، تو اس روز وقوع پذیر ہونے والا واقعہ پیش آ جائے گا۔

اولیاء خدا ان تمام منازل سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ ان تمام منازل، چیخ دنیوی، چاند وسورج کا گہن لگنا، ستاروں کا آپس میں ٹکرا کر ٹوٹ جانا، پہاڑوں کا حرکت میں آنا، نہروں میں طغیانی آنا، نامۂ اعمال کا کھولنا، جنت و جہنم کا برپا ہونا اور ماضی و مستقبل کا علم وغیرہ کو طے کر چکے ہیں۔

اولیاء الٰہی کے موت کے بعد تمام مراحل سے عبور کرنے کی کیفیت

اب یہ دیکھنا ہوگا کہ انہوں نے کس طرح ان منازل کو طے کیا ہے جبکہ یہ منازل و مراحل اس دنیا کے بعد رونما ہونے والی ہیں جن کا سب کو انتظار ہے؟ تمام انسانوں کے برخلاف انہوں نے خصوصی طور پر یہ منازل کیسے طے کر لئے؟

اس مفہوم کو سمجھنے کے لئے ہمیں چاہیئے کہ ایک مقدمہ بیان کریں:

ہم اپنے بدن کے ساتھ جو کہ مادی اور طبیعی جسم ہے اس دنیامیں زندگی گزار رہے ہیں مادی آثار بھی اسی کے مانند ہیں۔ دوسرے ہم ذہن

۱۔ سورۂ الحاقہ، آیت ۱۳-۱۵۔

Presented by Ziaraat.Com

رکھتے ہیں جو کہ ہمارے افکار کا مقام ہے اور ہمارا جسم ذہنی تصورات کے ساتھ کام کرتا ہے جو ذہن چاہتا ہے وہی بدن انجام دیتا ہے۔ مثلاً اگر ہم کوئی کام کرنا چاہیں تو سب سے پہلے ہمارا ذہن اس کام کو تصورات میں مجسم کرتا ہے اور پھر اس کام کو فوائد و نقصان کے اعتبار سے دیکھتا ہے پھر مصلحت کے تحت اس فعل کو انجام دینے میں بدن کو حکم دیتا ہے اور پھر بدن اس فعل کو انجام دینے میں مشغول ہو جاتا ہے۔

ہمارا جسم جو حرکت کرتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، نماز پڑھتا ہے، گناہ کرتا ہے، ثواب حاصل کرتا ہے اور دیگر جو بھی کام انجام دیتا ہے یہ ذہن کے اس نقشہ کے مطابق ہوتا ہے جو اس نے پہلے تصویر کشی کی ہوتی ہے دوسرا ہمارا نفس ہماری انانیت و خودیت ہے۔

ہمارا ذہن بدن کے اندر نہیں ہے اور نہ ہی اس سے خارج ہے۔ نہ بدن سے پہلے ہے اور نہ ہی اس کے بعد ہے اور نہ ہی ہمارا بدن اس کے قریب ہے بلکہ ہمارے بدن پر وہ احاطہ رکھتا ہے جس طرح ہمارا نفس ہمارے ذہن و بدن پر احاطہ رکھتا ہے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب ایک ہیں اور انہیں جدا بھی شمار کر سکتے ہیں۔

لیکن دونوں ایک دوسرے پر احاطہ رکھتے ہیں نفس ذہن پر اور ذہن بدن پر اور اس طرح نہیں کہ جیسے چند افراد ایک جگہ جمع ہو جائیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا نفس ہمارے بدن پر احاطہ رکھتا ہے۔ جب نفس ارادہ کرتا ہے بدن کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے اور عالم مثال و ذہن بھی ہمارے

Presented by Ziaraat.Com

بدن پر احاطہ رکھتے ہیں۔ جس وقت جسم کو حکم دیتا ہے تو جسم ایک آلہ و ابزار کے مانند ہوتا ہے کہ وہ جہاں چاہتا ہے وہاں لے جاتا ہے اور نیز بدن سے خارج بھی نہیں ہے بلکہ اس پر احاطہ رکھے ہوئے ہے جسم کے بر خلاف کہ جسم ذہن پر احاطہ نہیں رکھتا اور اسی طرح ذہن بھی ہمارے نفس پر احاطہ نہیں رکھتا ہے خلاصہ یہ کہ ذہن و بدن نفس پر احاطہ نہیں رکھتے ہیں۔

قیامت اور دنیا بھی اسی طرح آپس میں تناسب رکھتے ہیں۔

ایک یہی دنیا ہے کہ جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں عالم مثال و برزخ اس دنیا میں نہیں ہے لیکن اس دنیا سے علیحدہ بھی نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ پچاس یا سو سال بعد رونما ہو بلکہ عالم قیامت و برزخ کا وجود اس وقت بھی پایا جاتا ہے اور وہ اس مادی دنیا پر احاطہ رکھتے ہیں، عالم قیامت موجود ہے اور عالم برزخ وطبیعت پر احاطہ رکھتا ہے پس یہ دنیا عالم برزخ کے اندر ہے اور عالم برزخ عالم قیامت کے اندر ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے متصل ہیں مگر ایسے ملے ہوئے نہیں کہ جیسے پیاز کے چھلکے آپس میں متصل ہوتے ہیں کیونکہ پیاز کے تمام چھلکے ایک ہی جنس کا حصہ ہیں وہ مکمل مادی ہیں۔ یہ اس اعتبار سے متصل ہیں کہ مجرد صورت ومادہ پر احاطہ رکھتا ہے اور مجرد مادہ اس مادہ پر احاطہ رکھتا ہے کہ جس میں ذرّہ برابر عرض نہیں پایا جاتا ہے۔

اگر ہم یہاں سے جانا چاہیں تو ایسا نہیں ہے کہ برزخ میں سو سال کے بعد پہونچیں گے اور پھر مثلاً اس کے بعد سو سال آگے مرحلہ طے کرنے میں لگیں گے پھر قیامت میں پہونچیں گے اس سیر کو سیر عرضی کہا جاتا ہے ہماری

Presented by Ziaraat.Com

سیر عرضی نہیں بلکہ طولی ہے یعنی درجات اور مراتب کے اعتبار سے حرکت کرتے ہیں نیچے درجہ سے اوپر درجہ پر غیر مجرد سے درجہ تجرد کی طرف حرکت کرتے ہیں اور یہ حرکت بھی عرضی نہیں بلکہ طولی ہے اور اسے زمانے اور جگہ کی بھی احتیاج نہیں ہے بلکہ نفس میں تبدیلی آتی رہتی ہے۔

وہ آیات کہ جن میں بیان کیا گیا کہ دنیا میں چینچ کے مانند آواز آئے گی، زلزلہ آئے گا، سورج تاریکی میں بدل جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ مراحل ہیں کہ جو برزخ میں جانے کے بعد طے ہونے چاہیئے۔ یعنی جیسے ہی یہ حوادث رونما ہو جائیں انسان کے لئے برزخ کا راستہ کھل جائے گا۔

انسان ایسی صورت میں سمجھ سکتا ہے کہ وہ برزخ کی منزل میں پہونچ گیا ہے نہ یہ کہ برزخ کا اس وقت کوئی وجود نہیں ہے اور ان حوادث کے بعد وجود میں آئے گا۔ چونکہ ان امور کا علم موت کے بعد ہوگا لہٰذا کہا جاتا ہے کہ برزخ دنیا کے بعد ہے۔ دنیا کے بعد برزخ کا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ مرنے کے بعد برزخ کا انکشاف و ادراک ہوگا ورنہ اس وقت بھی برزخ موجود ہے جس کے ادراک کی شرط موت ہے۔ مثلاً بچوں کے لئے تحفہ معین کیا جائے کہ اگر تم نے اس کلاس کو اچھے نمبروں سے پاس کیا تو تمہیں یہ تحفہ دیا جائے گا۔ بچے سے کہا جاتا ہے یہ تحفہ ہے یعنی ابھی موجود ہے۔ فقط تمہیں محنت کرنا ہے اچھی طرح سے سبق پڑھنا ہے یہ تحفہ آپ کا ہوگا۔ بچے کی ابھی تحفہ تک دسترسی نہیں ہے یہ تحفہ اسے اس وقت حاصل ہوگا کہ جب اچھے

Presented by Ziaraat.Com

نمبروں سے پاس ہو کر سطح علمی کو بڑھائے گا نہ یہ کہ تحفہ بعد میں وجود میں آئے گا اچھے نمبر لے آئے تو پیدا ہو جائے گا۔

بہت سی روایات موجود ہیں اور ہم نے گذشتہ بحثوں میں تفصیل سے ذکر کیا کہ انسان جو بھی اعمال انجام دیتا ہے چاہے خیر ہو یا شر اچھے ہوں یا برے برزخی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور مثالی لباس پہن لیتے ہیں اور انسان کے لئے عالم آخرت کا ذخیرہ قرار پاتے ہیں یہاں تک کہ موت کے مرحلے سے وہ گزر جائے۔

انسان جو بھی اعمال انجام دیتا ہے فوراً وہ برزخی لباس اوڑھ لیتے ہیں انسان کی عادی اور عرفی صورت سب کے لئے قابل مشاہدہ ہے لیکن صورت برزخی حجاب برزخ اور قیامت میں پوشیدہ ہے جیسے ہی یہ حجابات ہٹا دیئے جائیں گے سب کے لئے قابل مشاہدہ قرار پائیں گی۔

جو لوگ ہوا و ہوس کے پنجرے میں قید ہیں اور شہوت و آرزوؤں کی بلڈنگ سے باہر نہیں نکل رہے ہیں وہ درحقیقت آگ کے شعلوں میں جل رہے ہیں لیکن انہیں احساس نہیں ہو رہا ہے بالکل اسی طرح جیسے ڈاکٹر کسی شخص کا آپریشن کرتا ہے چاقو بھی چلتا ہے اور اس کا بدن بھی پارہ پارہ ہوتا ہے خون بھی جاری ہوتا ہے مگر اسے احساس نہیں ہوتا کیونکہ وہ بے ہوش ہے اور جب ہوش میں آتا ہے تو سمجھتا ہے کہ کیا ہوا ہے۔ اس وقت درد کا احساس کرتا ہے اور گریہ و زاری کرتا ہے۔ درد آپریشن کے وقت شروع ہو چکا تھا مگر احساس ہوش میں آنے کے بعد ہوا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

بزرگ عرفاء وعلماء کہتے ہیں کہ شہوت پرست لوگ کیونکہ آرزوؤں کے سمندر میں غرق ہیں جہنم کو درک نہیں کرتے جو شخص جس خواہش میں بھی غرق ہو جائے اس کی آنکھ اور کان دیکھنا اور سننا بند کر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ جہنم کی آگ کو درک نہیں کر پاتا ہے۔ حُبّ الشَّیَٔ یُعْمِی وَ یُصِمُّ.

اور جب خواہشات ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا کا نشہ اتر جاتا ہے اور آنکھیں حقیقت کو دیکھتی ہیں اور کان حقیقی آواز سے آشنا ہوتے ہیں تب متوجہ ہوتا کہ کتنا بڑا نقصان کیا ہے اور کس تکبر و نخوت کی آگ میں جلا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ آیات وروایات کہ جن کے ظاہری مفہوم سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ برزخ وقیامت کے منازل اس دنیا کے فوراً بعد شروع ہو جائیں گے وہ اس اعتبار سے ہے کہ ان عوالم کا ادراک اور عالم آخرت کی معرفت اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد ہو گی اور وہ آیات واحادیث جو ان عوالم کے تحقق اور فعلیت پر دلالت کرتی ہیں انہیں بھی معرفت اور ظاہری انکشاف پر حمل کرنا بہتر ہے۔

اللہ کے مخلص بندے مذکورہ آیات کے مطابق وجہ اللہ ہیں نہ ان کے لئے موت ہے اور نہ ہلاکت وہ نفس امارہ سے مجاہدہ جو کہ جہاد اکبر ہے۔[1] اور

۱۔ بحار الانوار، طبع کمپانی، ج ۱۵، جز ۲، ص ۴۲ جامع الاخبار سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ. اور "بحار"، ج/۶، ص/۴۴۳ اور "کافی" سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اپنی سند کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل فرمائی ہے کہ: رسول اللہ بعث بسریہ فلما رجعوا قال مرحباً بقول قضوا الجهاد الاصغر و بقى الجهاد الاكبر قيل يا رسول الله وما الجهاد الاكبر قال:جهاد النفس.

Presented by Ziaraat.Com

اعمال صالح کے ذریعہ برزخ و قیامت کے مراحل کو کشف کر چکے ہیں یعنی دنیا سے عبور کرکے عالم برزخ میں داخل ہو گئے ہیں اور برزخ میں موت وحیات کا نفخ صور ان کے لئے پھوکا جا چکا ہے اور برزخ سے عالم قیامت میں داخل ہو کر قیامت کے بعد کے منازل کا بھی ادراک کر چکے ہیں۔

وہ اختیاری موت سے مرے ہیں اور حیات الٰہی سے زندہ ہیں اور عالم نفس کے مافوق کہ جہاں نہ زمان ہے اور نہ مکان بلکہ وہ مقام زمان و مکان پر کلی احاطہ رکھتا ہے، وہاں وہ فائز ہیں ان کے سامنے تمام چیزیں حاضر ہیں اور وہ ماضی، حال اور مستقبل کے حوادث کا علم رکھتے ہیں اور علم بلایا و منایا ان کے لئے عادی و معمولی شئی ہے۔

خدا کے مخلصین بندوں کے لئے زمان و مکان کی دیواریں توڑ دی گئی ہیں لہٰذا نہ ان کے لئے ماضی ہے نہ حال ہے اور نہ مستقبل۔ وہ اولین و آخرین کے علم سے آگاہ ہیں اور پہاڑوں کی حرکت اور دریاؤں کی سنسناہٹ وغیرہ ان کے سامنے ہے اور وہ ان سب پر شاہد ہیں اور اس عالم طبیعت کے علاوہ زمین و آسمان سیّارے اور زمین و آسمان کے تمام رونما ہونے والے حوادث ان کے سامنے اس طرح ہیں جیسے خداوند متعال کے سامنے ہیں۔

گرچہ انہوں نے لمبی عمریں اس دنیا میں نہیں گزاری ہیں جو نفخ صور اور قیامت کے زلزلہ وغیرہ کا مشاہدہ کرتے لیکن مادی عالم کو جلدی طے کرنے اور عالم تجرد پر پہونچنے کی وجہ سے وہ تمام زمانوں پر سیطرہ رکھتے ہیں اور ساری چیزیں ان کے لئے حاضر و ناظر ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

البتہ یہ مقامات ان لوگوں سے مخصوص ہیں کہ جو حیات خدا سے زندہ ہوئے ہوں اور ان کے وجود میں کسی اعتبار سے بھی آثار نفس باقی نہ ہوں اور وہ مکمل پاک و پاکیزہ ہو چکے ہوں کیونکہ اگر ان کے وجود کے کسی بھی حصہ میں آثار نفس باقی رہے تو وہ زمانہ پر احاطہ نہیں رکھ سکتے اور یہ واضح و روشن ہے کہ جو خود زمانے کے قید و بند میں جکڑا ہو وہ مافوق زمانہ کیسے مشاہدہ کر سکتا ہے۔[۱]

مقام امامت کا عالم برزخ و قیامت پر احاطہ

آئمہ معصومین علیہم السلام کے گذشتہ و آئندہ سے علم و آگاہی، خزانۂ عظمت کی کان، اور سرمدی حیات کے پانی سے سیراب ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ مافوق زمانہ تھے اور اپنے نفس کی حقیقت سے آگاہی رکھتے تھے جس کا لازمہ معرفت خدا ہے اور درجہ اخلاص پر فائز تھے اور خداوند متعال کی بارگاہ میں حاضر تھے یہی وجہ ہے کہ ان کو زمانے کی قید و بندش نے کبھی اپنی گرفت میں نہیں لیا اور سدرۃ المنتہیٰ پر پرواز کرنے سے رکاوٹ نہیں بنا اور ہر سوال کا جواب چاہے وہ معارف الٰہی سے متعلق ہو یا زمانہ گذشتہ و آئندہ سے فوراً عنایت فرماتے تھے۔

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں حِکَم کے ضمن میں فرماتے ہیں: انّ اولیاء اللہ هم الّذین نظروا الی باطن الدنیا اذا نظر الناس الی ظاهرها؛ واشتغلوا بآجلها اذا اشتغل الناس بعاجلها؛ فاماتوا منها ما خشوا ان یمیتهم؛ و ترکوا منها ما علموا انه سیترکهم؛وراوا استکثار غیرهم منها استقلالا؛ و درکهم لها فوقاً اعداء ما سالم الناس؛ و سلم ما عادی الناس؛ بهم علم الکتاب و به علموا؛ وبهم قام الکتاب و به قاموا؛ لا یرون مرجواً فوق ما یرجون؛ ولا مخوفاً فوق ما یخافون (نہج البلاغہ، ج۲، حکمت/۴۳۲ طبع عبدہ مصر، ص۳۳۷)

Presented by Ziaraat.Com

امام علیہ السلام سے جو بھی سوال ہوتا ہے امام کے حواس فوراً اسے نفس کی طرف منتقل کرتے ہیں اور چونکہ نفس امام وسیع ہے لہٰذا پلک جھپکنے سے پہلے عالم ملک وملکوت کی خبر دے دیتا ہے۔ جس طرح عام انسان روز مرہ حواس پنجگانہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے باہمی روابط و تعلق پیدا کرتے ہیں اور ہمارے حواس ذہن کو خبر دیتے ہیں اور ہمارا ذہن لمحوں میں نفس کے ذریعہ علم وآگاہی حاصل کرتا ہے۔

آنکھ،کان اور زبان ہمارے ذہن کے وسائل ہیں اور ذہن نفس کی نسبت صفحہ ہے جس پر ساری چیزیں نقش ہوتی ہیں آنکھ بینائی کو ذہن تک پہونچاتی ہے اور ذہن اس کی اصل حقیقت کو نفس تک پہونچاتا ہے اور اس کے برعکس نفس کلی مطلب کو قالب بندی کرکے ذہن کے حوالے کرتا ہے اور ذہن اسے جسم واعضاء کے ذریعہ خارج میں ظاہر کرتا ہے۔

امام علیہ السلام؛ نفس کلیہ کے مالک ہیں اور آپ کا برزخ مثال کلیہ ہے در حقیقت امام کلی قضا و قدر الٰہی کے مالک ہیں اس مقام کا لازمہ سعہ کلیت اور نسیان جزئیت ہے جس طرح عام انسانوں کا مقام حشر کی طرف قدم بڑھانا دنیوی عارضی چیزوں کا چھوڑنا اور اس عالم سے جزی تعلقات کا منقطع ہونا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

قیامت میں لوگوں میں ارتباط واجتماع حقیقت کی بنیاد پر ہے

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ۔[۱]

جس وقت صور پھوکا جائے گا اور قیامت برپا ہوگی تو اس وقت لوگوں کے نسبی رابطے منقطع ہو جائیں گے اور جو لوگوں کے درمیان دنیا میں باہمی رشتہ داریاں ان کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔

عالم بدل جاتا ہے اور اس دنیوی عالم کے روابط و تعلقات اسی عالم کی طرح ہیں اس عالم کے طور وطریقے اس دنیوی عالم سے جدا ہیں وہ عالم حقیقت ہے وہاں کے تعلقات مادی نہیں ہیں۔ جو لوگ معنوی اور روحانی اعتبار سے باہمی تعلق رکھتے ہیں ان کا اس عالم میں روحی رابطہ ہے گرچہ مادی اور عارضی روابط کی بنا پر ایک دوسرے سے جدا دکھائی دیتے ہیں۔ اس مادی دنیا میں حق و باطل ملے ہوئے ہیں اور باہمی تعلقات مادی منافع اور عارضی ہیں لیکن اس عالم میں حق و باطل جدا ہیں اور باہمی تعلقات بر بنائے قرب و نفس ہیں اس دنیا میں بزرگوں کا احترام نقصان سے بچنے اور دیگر مختلف نیتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے کہ جس کا نتیجہ اسی دنیا میں انسان کو مل جاتا ہے لیکن وہاں نہ بزرگی ہے اور نہ کوئی چھوٹا ہے وہاں باپ بیٹا اور بیٹا باپ کو دیکھ کر فراری اختیار کرے گا اور انسان کی خود کی گرفتاری اتنی زیادہ ہوگی کہ دوسرے سے ملنے کا ذہن میں خیال ہی نہیں آئے گا۔

۱۔ سورۂ مومنون، آیت ۱۰۱۔

Presented by Ziaraat.Com

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ * يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ * وَأُمِّهِ وَ أَبِيهِ * وَصَاحِبَتِهِ وَ بَنِيهِ * لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ.[۱]

پھر جب کان پھاڑ آواز آئے گی، تو اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا، نیز اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی زوجہ اور اپنی اولاد سے بھی۔ ان میں سے ہر شخص کو اس روز ایسا کام در پیش ہوگا جو اسے مشغول کر دے۔

وہاں جو جتنی خدا و رسول کی زیادہ معرفت رکھتا ہوگا اتنا ہی باعظمت ہوگا۔

روایات میں بیان ہوا ہے کہ جب حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کا ظہور ہوگا تو لوگوں کو آپ سے رشتہ داری کی بنا پر فائدہ نہیں ہوگا بلکہ صدر اسلام کی طرح معنوی اور دین داری کی وجہ سے فائدہ پہونچے گا۔ ہم نے یہ بھی بیان کیا کہ امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کا ظہور رجعت سے پہلے اور رجعت قیامت سے پہلے ہے اور قیامت کے دن رشتہ داری کسی بھی لحاظ سے انسان کے لئے سبب نجات قرار نہیں پائے گی۔

قیامت میں غیر خدائی دوستی، دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی

الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ.[۲]

دوست اور چاہنے والے اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

۱۔ سورۂ عبس، آیت ۳۳-۳۷۔

۲۔ سورۂ زخرف، آیت ٦٧۔

Presented by Ziaraat.Com

اس دنیا میں جن لوگوں کی دوستی غیر خدا اور اس کی قربت و محبت کے لئے نہیں ہے روز محشر دشمنی میں بدل جائے گی اور دشمنی کی صورت میں ظاہر ہو گی لیکن وہ تعلقات کہ جو قرب خداوند اور اللہ کے لئے ہیں روز محشر میں بھی مودت و دوستی ہی کی صورت میں برقرار رہیں گے۔

جو لوگ دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ دوستی کا دم بھرتے ہیں اگر ان کی دقیق تحقیق کی جائے تو معلوم ہو گا کہ ان کے باہمی تعلقات دنیوی منافع اور آپسی رشتہ داری کی وجہ سے ہیں اور کیونکہ یہ سارے امور اپنے سکون اور دنیوی نفع طلبی کی وجہ سے ہیں لہٰذا دوستی مرتے دم تک باقی رہنے والی ہے اس میں دوام نہیں پایا جاتا ہے۔

باپ بچہ کی اس لئے تربیت کر رہا ہے، پڑھا لکھا رہا ہے تا کہ بڑھاپے میں اس سے فائدہ اٹھائے، بڑے آدمی کا اس لئے احترام کیا جا رہا ہے تا کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے، اپنے بیٹے کو اس لئے پیار کیا جا رہا ہے تا کہ وہ اس کے حکم کی فرمابرداری کرے؛ لیکن اگر بچہ بڑے ہو کر باپ کا کہنا نہ مانے اور بڑھاپے میں اسے سہارا نہ دے۔اسی طرح جسے سلام کیا گیا تھا وہ جواب نہ دے اور اس سے فائدہ نہ ہو، یا کوئی بیوی اپنے مرد کے معیار پر نہ اترے، مرد عورت کی خواہشات کو پورا نہ کرے، کیا ایسی صورت میں بھی محبت باقی رہے گی یا عداوت و دشمنی میں بدل جائے گی؟

Presented by Ziaraat.Com

دنیا کی دوستی و روابط اعتباری و وہمی امور کی بنیاد پر ہیں

اگر دنیا کے تمام انسانوں کی دوستی کی تحقیق کی جائے اور دوست بننے کے علل و اسباب اور ان اسباب کے فقدان پر نیز غور و فکر کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اولیاء خدا اور متقین کی باہمی دوستی کے علاوہ سب کی دوستی شہوت و مال پرستی، مادی و جنسی غریزی، اور حب ریاست وغیرہ کی بنا پر ہے اور جب قیامت برپا ہوگی تو یہ اصول و اسباب ختم ہو جائیں گے۔

وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ.[۱] یہ دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ جو دوست شدت محبت سے ایک دوسرے کے سامنے قسم کھاتے ہیں روز قیامت اگر آمنا سامنا ہو گیا تو ایک دوسرے کا سر پھوڑیں گے اور چیخیں گے کہ مجھ سے دور ہو جا۔ باپ بیٹے کو سرزنش کرے گا بیٹا باپ کو سرزنش کرے گا۔ بیوی شوہر اور شوہر بیوی کو ملامت کرے گا۔ گاڑی والا سوار ہونے والے اور غلام مولا اور مولا غلام کو سرزنش و ملامت کریں گے۔

لیکن متقین کی آپس میں دوستی کسی لالچ کی بنا پر نہیں بلکہ خالص ایمان کی وجہ سے ہے وہ ایک دوسرے کی حاجت کو بغیر جزا کی توقع کے پورا کرتے ہیں اور صفوف نماز و مجالس و محافل میں ایک دوسرے کے شانہ باشانہ بیٹھ کر ذکر خدا کرتے ہیں جمع ہوتے ہیں اللہ کے لئے نہ شیطان کی رضا کے لئے مسجد ایمان و تقویٰ تعمیر کرتے ہیں نہ مسجد ضرار۔

۱۔ سورۂ زخرف، آیت ۶۷۔

Presented by Ziaraat.Com

لَّمَسجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا.[۱]

آپ ہر گز اس مسجد میں کھڑے نہ ہوں، البتہ جو مسجد پہلے ہی دن سے تقویٰ کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے وہ زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں، اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف اور پاکیزہ رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاکیزہ رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ان مساجد میں دوستان خدا جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور معنوی و معارف حق ایک دوسرے کے گوش گزار کرتے ہیں اور آپس میں ایسے دلی محبت ہے کہ کوئی چیز ان کی محبت کی بنیاد کو ہلا نہیں سکتی کیونکہ خدا کے لئے دوستی ہے لہٰذا جاویدانی ہے اور زمانے کے ختم ہونے سے ختم نہیں ہوگی بر خلاف دنیوی دوستی کے کہ جس کی آخری حد صدائے موت کا آنا اور قبض روح کا وقت ہے۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ.[۲] کی آواز کو ان کے کان میں پہنچا دیا جائے گا۔

ابن ملجم مرادی قسم کھاتا تھا کہ میں امیر المومنین علیہ السلام کو دوست رکھتا ہوں۔

وہ جھوٹ بولتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایہ حاصل ہوتے رہیں وہ یہ چاہتا ہے کہ اسے بہتر رنگ کا سواری کے لئے گھوڑا مل جائے وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کے لیے بیت المال سے کچھ مال اضافہ کر دیا جائے۔

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۰۸۔

۲۔ سورۂ انعام، آیت ۹۴۔

Presented by Ziaraat.Com

ابن ملجم نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے گھوڑے کی فرمائش کی

ارشاد مفید میں جعفر بن سلیمان ضبعی بن زیاد سے روایت کی ہے کہ:

جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ مُلْجَمْ لَعَنَهُ اللهُ اِلَی اَمِیرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَام یَسْتَحْمِلُهُ

فَقَالَ: یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ احْمِلْنِیْ فَنَظَرَ اِلَیْهِ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَام ثُمَّ قَالَ لَهُ: اَنْتَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُلْجَمِ الْمُرَادِیّ؟

قَالَ: نَعَمْ

قَالَ: اَنْتَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُلْجَمِ الْمُرَادِیّ؟

قَالَ نَعَمْ.

قَالَ: یَا غَزْوَانُ احْمِلْهُ عَلَی الْاَشْقَرِ! فَجَاءَ بِفَرَسٍ اَشْقَرِ فَرَکِبَهُ ابْنُ مُلْجَمْ، وَ اَخَذَ بِعِنَانِهِ، فَلَمَّا وَلَّی، قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَام:

اُرِیْدُ حِبَاءَهُ وَ یُرِیْدُ قَتْلِی   عَذِیْرَکَ مِنْ خَلِیْلِکَ مُرَادِ[1]

ابن ملجم مرادی امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور آپ سے گھوڑے کی درخواست کی اور سے کہا: اے امیر المومنین! مجھے سواری کی ضرورت ہے۔ آپ نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا: کیا تو عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی ہے؟

اس نے جواب دیا: ہاں!

حضرت علی علیہ السلام نے دوبارہ سوال کیا: کیا تو عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی ہے؟

۱۔ "ارشاد" ص، ۷۔

اس نے جواب میں کہا: ہاں میں عبد الرحمٰن ہوں۔

آپ نے فرمایا: اے غزوان[1] اس کو ایک بہترین رنگ کا گھوڑا اے دے دو۔

غزوان نے ایک گہرے سرخ رنگ کا گھوڑا اسے لا کر دیا اور ابن ملجم گھوڑے پر سوار ہوا اور لجام کو اپنے ہاتھوں میں لیا جیسے ہی امامؑ کی طرف سے پشت کی اور گھوڑے کو ہکایا آپ نے فرمایا: میں اس کے بارے میں عطا و بخشش کا ارادہ رکھتا ہوں اور وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جو بھی اس کے مقابل قیام کرے اور حق کا دفاع کرے وہ میرے ساتھ آجائے۔

اور "مناقب" شہر آشوب میں بیان ہوا ہے کہ:

انَّهُ جَاءَهُ لِيُبَايِعَهُ فَرَدَّهُ مَرَّتَيْنِ اَوْثَلَثاً فَبَايَعَهُ وَتَوَثَّقَ اَلَّا يَغْدَرِ وَلَايَنْكُثَّ فَقَالَ:وَاللهِ مَارَاَيْتُكَ تَفْعَلُ هَذَا بِغَيْرِى!

فَقَالَ:يَاغَزْوَانُ احْمِلْهُ عَلَى الاَشْقَرِ فَاَرْكَبَهُ، فَتَمَثَّلَ اَمِيرِ الْمُوْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام:

اُرِيْدُ خِبَاءَهُ وَ يُرِيْدُ قَتْلى　　عَذِيْرَكَ مِنْ خَلِيْلِكَ مُرَادِ

اَمْضِ يَاْبْنَ مُلْجَمْ فَوَاللهِ مَا اَرَى تَفِى بِمَا قُلْتَ![2]

جب ابن ملجم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیعت کے لئے آیا تو آپ نے دو یا تین بار اسے بیعت سے انکار کر دیا پھر آپ نے اس سے بیعت لی اور عہد و پیمان لیا کہ دھوکہ نہ دے اور بیعت شکنی نہ کرے۔

۱۔ غزوان امام علیہ السلام کے غلام کا نام ہے۔

۲۔ "مناقب" ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۷۸۔

Presented by Ziaraat.Com

ابن ملجم نے کہا: خدا کی قسم میں نے آپ کو اپنے علاوہ اس طرح کسی کے ساتھ رفتار کرتے نہیں دیکھا: پھر آپ نے غزوان سے فرمایا اور اس نے ابن ملجم کو گھوڑا دیا جس پر وہ سوار ہو کر گیا۔ پھر آپ نے اس شعر میں مثال دی۔ اے ابن ملجم جا خدا کی قسم میں تجھے اپنے وعدے میں وفا کرتا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں۔

اور علامہ مجلسیؒ نے "بحار" میں کتاب "تذکرۃ خواص" سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ: انَّ اَمیرِ الْمُوْمِنیْنَ عَلَیْہِ السَّلَام لَمَّا جَاءَ ابْنُ مُلْجَمِ وَ طَلَبَ مِنْہُ الْبَیْعَۃَ طَلَبَ مِنْہُ فَرَساً فَحَمَلَہُ عَلَیْہِ فَرَکَبَہُ فَاَنْشَدَ اَمِیرِ الْمُوْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَام: اُرِیْدُ حَیَاتَہُ۔[۱]

جس وقت ابن ملجم، امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا آپ نے طلب بیعت فرمائی تو ان ملجم نے حضرت سے ایک خوبصورت رنگ کا گھوڑا مانگا۔ حضرت علیہ السلام نے اسے عنایت کر دیا اور جب وہ اس پر سوار ہو گیا تو آپ نے وہ شعر پڑھا کہ میں اس کی حیات چاہتا ہوں۔

لیکن حقیر کی تحقیق کے مطابق کتاب طبقات میں ابن ملجم کی گھوڑے کی خواہش کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔[۲]

ابن ملجم امیر المومنین علیہ السلام سے جھوٹی دوستی کا دعویٰ کر رہا تھا۔ جس کا اندازہ قُطام کے عشق اور امتحان سے واضح ہو گیا اور شہوت کی خاطر کتنے بڑے جرم کا مرتکب قرار پایا۔

۱۔ "بحار الانوار" ج ۹، ص ۶۴۷۔

۲۔ "طبقات" ج ۳، ص ۳۴۔

Presented by Ziaraat.Com

حقیقی دوستی امتحان کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے

لیکن جو حقیقی دوست ہوتا ہے اگر اس کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں تو دوستی سے ہاتھ نہیں اٹھاتا ہے۔

عِنْدَ الْاَمْتِحَانِ یُکْرَمُ الرَّجُلُ اَوْیُهَانُ

جب آزمائش و امتحان کا وقت آتا ہے تو لوگوں کی شخصیت اور بزرگی و پستی سامنے آتی ہے یا درجہ بلند کر لیتے ہیں یا اس سے گر جاتے ہیں۔

عمار ابن یاسر کے حالات و واقعات

امیر المومنین علیہ السلام، اصحاب رسول خدا ﷺ جو کہ آپ سے کسی طرح کی رشتہ داری نہیں رکھتے تھے انہیں بھی اپنے خطبہ میں بھائی کے ذریعہ سے مخاطب کرتے ہیں:

اَیْنَ اِخْوَانِیَ الَّذِیْنَ مَضَوْا عَلَی الْحَقِّ وَ رَکِبُوْا الطَّرِیْقَ؟[۱]

میرے وہ بھائی کہاں ہیں کہ جو صراط مستقیم پر سوار ہو کر راہ حق کو عبور کر گئے ہیں؟

میرا بھائی عمّار کہاں ہے؟ ذوالشہادتین کہاں ہے؟ ابن التّیہان کہاں ہے؟

ان ثابت قدم مومنوں کو بھائی سے خطاب کرتے ہیں عمّار یاسر کو بھائی کہتے ہیں۔

۱۔ "نہج البلاغہ" خطبہ ۱۸۰، طبع عبدہ مصر، ص ۳۴۴۔

Presented by Ziaraat.Com

اسلام میں عمّار کی عجیب داستان نقل ہے عمّار کا وجود ایمان و ایثار اور عشق رسول خدا ﷺ سے لبریز تھا مدینہ میں جب رسول خدا ﷺ نے مسجد کی بنیاد رکھی تو تمام اصحاب اور خود رسول خدا ﷺ اینٹ اور گارا وغیرہ لاتے تھے لیکن عمّار کو یہ شرف حاصل تھا کہ وہ رسول خدا ﷺ سے لے کر مسجد کی دیواروں میں چنتے تھے۔[1]

یہ ۶۰ برس کا بوڑھا انسان اس ذوق و شوق سے مسجد کی تعمیر میں لگا کہ دیگر صحابہ کے لئے سبب عبرت قرار پایا۔

رسول خدا ﷺ اپنے ہاتھ اور آستین کے ذریعہ سے عمار کے چہرے کو صاف و پاک کرتے اور فرماتے تھے:

وَيْحَ عَمَّارُ تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، اے وای بر عمّار! کہ اسے ایک ستمگر اور باغی گروہ قتل کرے گا۔

اور فرمایا: **يَا عَمَّارُ اِنَّکَ اَخُوْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَصِیِّ.**

تم میرے وصی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بھائی ہو!

اور جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کی ہم رکابی میں باغی گروہ یعنی معاویہ اور اس کے پیروکاروں کے ذریعہ شہید کئے جاؤگے۔

۱۔ کیونکہ عمّار یاسر کی عمر مبارک وقت شہادت ۹۴ سال تھی لہٰذا اس اعتبار سے رسول خدا ﷺ کی رحلت کے وقت تک ۶۷ سال اور ہجرت کے شروع میں جب رسول خدا ﷺ نے مسجد کی تعمیر کی ہے اس وقت تقریباً ۶۰ سال ہوئی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: كُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ۔[۱]

قیامت کے دن تمام سبب اور نسبتیں ختم ہو جائیں گی سوائے میرے سبب اور میرے نسب کے۔[۲]

۱۔ سیوطی نے "جامع الصغیر" ج ۲، ص ۹۳ پر طبرانی سے "جامع کبیر" میں اور حاکم سے "مستدرک" میں اور بیہقی سے "سنن" میں عمر سے روایت کی ہے اور طبرانی سے ہی "جامع کبیر" میں ابن عباس اور مسوّر سے روایت کی ہے اور کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۔ اور "تفسیر مجمع البیان" میں اس آیۂ مبارک: فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینهم کے ذیل میں فرماتے ہیں: و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: کل حسب و نسب منقطع یوم القیامة الا حسبی و نسبی. (چوتھی جلد، ص ۱۱۹)

Presented by Ziaraat.Com

Presented by Ziaraat.Com